غیر مقلدین کو دعوتِ انصاف

جلد چہارم

محمد نعیم اللہ خان قادری

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز

کاموکی

معاملات کے بارے میں ہیں۔

تو اگر آپ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہوتیں تو اتنے زیادہ مسائل آپ ہرگز نہیں حل کر سکتے تھے، نہ علامہ ذہبی شافعی تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا ذکر حفاظ حدیث میں کرتے، نہ اکابر علمائے حدیث آپ کو اپنا شیخ بناتے، نہ آپ کے لئے امام کا لقب تسلیم کرتے، نہ محدث زمانہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی اور دیگر علمائے سلف آپ کے فضائل ومناقب میں بڑی بڑی کتابیں لکھتے۔

غرضیکہ غیر مقلدوں کا یہ پروپگنڈہ کہ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں بالکل جھوٹ ہے۔ اسے وہی شخص صحیح مان سکتا ہے جسے آپ کے علم سے حسد ہوگا اور یا تو وہ آپ کے علم سے جاہل ہوگا۔ جو آپ کی مرویات کو دیکھنا چاہے وہ موطا امام محمد، کتاب الآثار، کتاب الحج، سیر کبیر اور حضرت امام ابو یوسف کی کتاب الخراج، کتاب الامالی محمد بن زیاد وغیرہا کا مطالعہ کرے۔ ان میں امام اعظم کی روایت کردہ کئی سو حدیثیں صحیح اور حسن ملیں گی۔

آپ کی تصنیفات فقہ اکبر، کتاب الوصیۃ، کتاب العالم والمتعلم اور کتاب المفقود وغیرہ ہیں۔ آپ کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ مزار اقدس بغداد شریف کے خیزراں قبرستان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے جس پر سب سے پہلے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں شاندار گنبد بنوایا اور آپ کے آستانہ عالیہ پر حنفیوں کے لئے مدرسہ حنفیہ قائم کیا (ماخوذ از تبییض الصحیفہ، خیرات الحسان، حدائق الحنفیہ، مفید المفتی، سوانح امام اعظم)

قرآن وحدیث اور علماء اسلام کے اقوال کی روشنی میں
غیر مقلد مولوی مستقیم کی کتاب کا سنجیدہ اور مدلل جواب مسمی بہ

ازالۂ فریب
بجواب
تقلید شخصی کے آسیب

از
مفتی محمد اختر حسین قادری علیمی (ایم، اے)
استاذ دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ الک واصحابک یا حبیب اللہ

آئینہ کتاب

شرف انتساب

زینت بزم کائنات، سید الکونین والثقلین، ہادئ عالم سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے..... نام
نجوم ہدایت، کواکب برج علم وحکمت، اصحاب نبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے..... نام
وارثین علوم نبوی، اساطین فقہ حنفی بالخصوص امام الائمہ کاشف الغمہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کے..... نام
پاسبانِ عظمتِ اسلاف فقیہ اسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کے..... نام
سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت کے متبعین کے..... نام

اور

یادگار مبلغ اسلام علامہ **عبدالعلیم میرٹھی**
مادر علمی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، ضلع بستی کے نام

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف
گر قبول افتدزہے عز و شرف

نیاز کیش

محمد اختر حسین قادری خلیل آبادی

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی (یوپی)

احوال واقعی

از: فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی
بانی مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج۔ ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لك الحمد يا الله والصلاة والسلام عليك يا رسول الله

نام نہاد اہل حدیث غیر مقلد وہابیوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اردو میں تقویۃ الایمان اور فارسی میں صراط مستقیم لکھی۔ ان کے علاوہ اور بھی کچھ کتابیں لکھیں جن میں مَن گھڑت توحید تحریر کی۔ اور صراط مستقیم کے ص:۸۶ پر نماز میں حضور سید عالم ﷺ کے خیال کو زنا کے خیال اور گدھے و بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر قرار دیا۔ اور اسی صفحہ پر نماز میں حضور کی طرف خیال لے جانے والے کو مشرک ٹھہرایا۔ اور تقویۃ الایمان ص:۱۰ پر لکھا کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (یعنی انبیاء ہوں یا اولیاء وغیرہ) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے (یعنی چمار کی بھی کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت عزت اللہ کی شان کے آگے ہے۔ لیکن حضور سید عالم ﷺ اور دوسرے انبیاء و اولیاء کی اللہ کی شان کے آگے اتنی بھی عزت و وقعت نہیں جتنی کہ ایک چمار کی عزت و وقعت ہے) اور اسی کتاب کے ص:۳۸ پر تو صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز کی تو کچھ وقعت ہے مگر سب انبیاء و اولیاء ایک ذرۂ ناچیز سے بھی گئے گذرے ہیں۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ**

اور اسی کتاب میں ص:۲۸ پر لکھا کہ جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں اور اسی میں ص:۴۰ پر تحریر کیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور اسی کتاب کے ص:۴۲ پر حضور سید عالم اور سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا بڑا بھائی بتایا اور اسی صفحہ پر حضور ﷺ کو مر کر مٹی میں مل جانے والا قرار دیا اور اسی کتاب کے ص:۶ پر جو حضور کو قیامت کے دن اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے اسے ابوجہل کے برابر مشرک بتایا۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ**

اور اسی کتاب میں ص:۴ پر علی بخش، حسین بخش، پیر بخش، غلام محی الدین اور غلام معین الدین نام رکھنے کو شرک ٹھہرایا اور اسی میں ص:۷ و ص:۸ پر کسی نبی یا ولی کے مزارات کی زیارت کے لئے سفر کرنا، ان کے مزار پر شامیانہ کھڑا کرنا، روشنی کرنا، فرش بچھانا، جھاڑو دینا، لوگوں کو پانی پلانا اور ان کیلئے وضو غسل کا انتظام کرنا۔ ان ساری چیزوں کو شرک قرار دیا اور اسی کتاب میں ص:۱۶ پر استخارہ کا عمل سکھانے والے کو جھوٹا اور دغاباز بتایا۔ حالانکہ بخاری شریف جلد:۲ ص:۹۴۴ میں ہے کہ حضور ﷺ صحابۂ کرام کو استخارہ کا عمل سکھاتے تھے۔

اس لئے ہم نے ایک چھوٹی سی کتاب بنام "غیر مقلدوں کے فریب" لکھی۔ جس میں ان کی مکاریوں اور فریب کاریوں کے پردے چاک کیے، قرآن و حدیث سے ثابت کیا کہ ان کے عقیدے صحابۂ کرام کے عقیدے کے خلاف ہیں، اولیاء اللہ کے طریقے کو خدائے تعالیٰ نے سیدھا راستہ قرار دیا وہ سب کے سب مقلد رہے تو غیر مقلدین کا ان کے راستہ سے ہٹا ہوا ہونا واضح کیا، مشہور غیر مقلد مولوی نواب وحید الزماں کی تحریر سے ثابت کیا کہ غیر مقلد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید سے تو

انکار کرتے ہیں مگر ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی کی تقلید کرتے ہیں۔ اور اسی نواب وحید الزماں کے بیان سے یہ بھی ثابت کیا کہ غیر مقلد قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی مَن مانی کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو تفسیر آ چکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے۔ اور یہ بھی واضح کیا کہ غیر مقلدوں نے بیس رکعت تراویح کو آٹھ رکعت اور ایک دم تین طلاقوں کو ایک طلاق اس لئے قرار دیا تاکہ بیس رکعت کی مشقت اور حلالہ سے بچنے کے لئے ہمارا نیا مذہب قبول کر کے غیر مقلد وہابی ہو جائیں۔ اور پھر آخر میں ہم نے ان کے چالیس فریب تحریر کیے۔

جب یہ کتاب چھپ کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچی تو غیر ملقدیت کی بنیادیں ہل گئیں اور اس کے ماننے والے بوکھلا گئے ان میں سے کئی لوگ ہمیں گستاخیوں سے بھرے ہوئے خطوط لکھے لیکن کسی کو اپنا پتہ تحریر کرنے کی ہمت نہ ہوئی کہ جس پر ان کو جواب دیا جاتا۔ یہاں تک کہ ہماری کتاب کا نام نہاد جواب "تقلید شخصی کے آسیب" چھپنے کی اطلاع ملی۔

چاہیے تو یہ تھا کہ کتاب مذکور ہمیں بذریعۂ رجسٹری روانہ کی جاتی مگر جلد ہی اس کا جواب چھپ جائے گا اس لئے ایسا نہیں کیا گیا اور نہ کتب خانے والوں کو بیچنے کیلئے دی گئی بلکہ صرف غیر مقلدوں کے گھروں میں پوشیدہ طور پر پہنچائی گئی تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں کہ کتاب غیر مقلدوں کے فریب کا جواب لکھ دیا گیا۔

ہم نے بہت دنوں تک اس کے حاصل کرنے کی کوشش کی تاکہ اس کا جواب لکھ دیا جائے مگر ناکام رہے آخر مجبور ہو کر ہم نے کتب خانہ قادریہ اٹوا بازار ضلع سدھارتھ نگر کے مالک محمد قاسم خاں صاحب سے کہا کہ آپ اس کتاب کا ایک نسخہ کسی طرح کہیں سے حاصل کر کے ہم تک پہنچائیں اس لئے کہ وہ کتاب اٹوا علاقہ ہی سے شائع ہوئی تھی۔ انہوں نے کئی غیر مقلدوں سے کتاب مذکور طلب کیا مگر ناکام رہے آخر مجبوراً انہیں ایک غیر مقلد کو بہت برا بھلا کہنا پڑا تو اس نے لا کر ایک نسخہ انہیں دیا اس طرح کتاب مذکور ہمیں حاصل ہو سکی۔

پہلے ہمارے بعض مخلصین نے اس کو پڑھا تو بتایا کہ یہ کتاب "غیر مقلدوں کے فریب" کا جواب صرف کہنے کے لئے ہے حقیقت میں مکاریوں، فریب کاریوں اور گستاخیوں سے بھری ہوئی ہے تو ہم نے اس کا مطالعہ کیے بغیر جواب لکھنے کے لئے اسے فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی محمد اختر حسین قادری خلیل آبادی کے سپرد کر دیا مگر جب انہوں نے چاہا کہ جواب لکھنا شروع کریں تو سخت بیمار ہو گئے اور کئی ماہ تک بستر علالت پر پڑے رہے پھر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا وہ شفایاب ہو گئے اور اس کا جواب درس و تدریس وغیرہ کی مصروفیات کے ساتھ چند مہینوں میں مکمل کر دیا۔ خدائے عزوجل غیر مقلدوں کے لئے اس کتاب کو ذریعہ ہدایت بنائے، سنی حنفی اور شافعی وغیرہ سارے مقلدین کو ان کے مکر و فریب سے بچائے، فاضل جلیل مصنف کو اس تحقیقی جواب پر اجر جزیل و جزائے جلیل سے سرفراز فرمائے اور تصنیف و تالیف کی توفیق رفیق انہیں ہمیشہ بخشے۔ آمین

بحرمة سيد المرسلين صلوات الله تعالىٰ وسلامه عليه وعليهم اجمعين

جلال الدین احمد امجدی
مہتمم مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج۔ ضلع بستی
۲۵ ربیع النور ۱۴۲۲ھ / ۱۷ جون ۲۰۰۱ء

دعاءِ جمیل

مخدوم گرامی حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم:

امابعد، پیش نظر کتاب مستقیم سلفی غیر مقلد وہابی کی کتاب تقلید شخصی کے آسیب بجواب غیر مقلدین کے فریب کا جواب ہے حضرت مخدوم گرامی علامہ مفتی جلال الدین صاحب امجدی دامت برکاتہم العالیہ نے بہت پہلے ایک کتاب ''غیر مقلدوں کے فریب'' نامی قرآن و حدیث کی روشنی میں تصنیف فرمایا تھا جس میں حضرت ممدوح گرامی نے غیر مقلدوں کے دجل ودغل کید ومکر کو خوب خوب ظاہر فرمایا ہے اوران سے دوروفوروا جتناب واحتراز کا حکم فرمایا ہے آج تک پوری جماعت لا جواب رہی اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ لا جواب ہی رہے گی کسی میں جرأت وہمت نہ تھی کہ حق وصداقت کا کچھ جواب دے اوراپنے سکوت سے لا جواب ہونا تسلیم کرلیا تھا لیکن ابھی جلد ہی مولوی مستقیم سلفی نے کچھ ہمت کی اور جواب دینے کی کوشش بزعم خویش کیا اور ''تقلید شخصی کے آسیب'' نامی کتاب ترتیب دیاوہ کتاب جواب کیا ہے بلکہ جھوٹ وبہتان وافتراء کا ایک پلندہ ہے اگر آنجناب نے جوابدہی کی ہمت کی تھی تو چاہئے تھا جوالزامات ان پر عائد کئے گئے تھے ان کے تحقیقی جوابات دیتے بجائے اس کے کہ مولوی صاحب تحقیقی جواب دیتے، انہوں نے پوری کتاب میں افتراء وبہتان وکذب وجھوٹ سے کام لیا ہے، مثلاً وہ ایک جگہ تحریر کرتے ہیں موودی احمد رضا سیاہ فام تھے، مولوی احمد رضا نابینا

تھا، وغیرہ وغیرہ اسی قسم کی باتوں سے کتاب کو بھردیا ہے۔ ایک منصف مزاج صاف دل کبھی ان باتوں کو تسلیم نہ کرے گا حضور سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہٗ تو بفضلہٖ تعالیٰ نابینا تھے اور نہ ہی سیاہ فام تھے حتیٰ کی آج تک ان کے خاندان میں بفضلہٖ تعالیٰ کوئی سیاہ فام نہیں ہوا ہے۔ کتاب تو اس لائق نہ تھی کہ اس کا جواب دیا جاتا اور اسے ہاتھ لگایا جاتا لیکن کبھی جہالت کا جواب نہ دینے سے جاہل خصم یہ سمجھ لیتا ہے کہ ہمارے مد مقابل کے پاس اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہے اسی لئے عزیزی الاسعد مولانا اختر حسین القادری نے بہت ہی محققانہ جواب تحریر کیا ہے، سلفی صاحب کے ہر ہر افترا بہتان کا حق وصداقت کے آئینے میں دلائل کے ساتھ تحقیقی جواب دیا ہے اہل انصاف سے گزارش ہے کہ کتاب مستطاب کا بنظر غائر مطالعہ کریں اور حق وباطل وصدق وکذب کو جانیں اور پہچانیں اور حق وصداقت کو اختیار کریں اور کذب وبطالت سے دوروفوررہیں۔ عزیزی الاسعد مولانا اختر القادری سلمہ ابھی اُبھرے ہوئے ایک نوجوان ذی علم قابل قدر درس نظامیہ وعالیہ کے بہترین مدرس ہیں۔ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے فائق استاد ہیں موصوف کی دوچند کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور خواص وعوام میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں، فقیر کی دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ عزیز موصوف کو صحت وعافیت بخشے اور اخلاص کے ساتھ دینی خدمات لیتا رہے اور مزید تصنیفات وتالیفات کی توفیق بخشے اور دارین کی نعمتوں، برکتوں عظمتوں سے نوازے۔ (آمین) بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فقط دعاگو **شبیر حسن رضوی** غفرلہ القدیر القوی
خادم الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد (یوپی)

عرض مصنف

آج اُمت مسلمہ کے سامنے باطل طاقتوں کی جانب سے بے شمار چیلنج اور اَنگنت فتنے کھڑے ہیں، ان فتنوں کے دفاع اور چیلنجوں کے جوابات کے لئے علماء اسلام اور ائمۂ دین متین اپنی اپنی فکری علمی اور عملی صلاحیتوں کے مطابق میدان عمل میں سرگرداں ہیں اور قوم کی صحیح رہنمائی فرما کر نیابت نبوی کا حتی الامکان حق ادا کر رہے ہیں۔

آج کل جن طاغوتی فتنوں نے کچھ زیادہ ہی ہنگامہ برپا کر رکھا ہے ان میں جماعت وہابیت و غیر مقلدیت سرفہرست ہے۔ اس جماعت کا ہر فرد اپنے آپ کو منصب اجتہاد پر فائز سمجھتا ہے اور اکابرین ملت کے خلاف زہر افشانی اور الزام تراشی کو اپنا واجبی حق تصور کرتا ہے بلکہ اسلام و مسلمین پر طعن و تشنیع ہی اس جماعت کا محبوب مشغلہ ہے اور نت نئے فتنے کھڑا کرنا ہی ان کے نزدیک خدمت قرآن وحدیث ہے۔

چند سال پیشتر ایک غیر مقلد وہابی مولوی یوسف جے پوری نے ایک کتاب بنام **حقیقة الفقه** لکھی جس میں دجل وفریب اور کذب وافتراء کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے، اس کتاب کے باطل استدلالات اور جھوٹے دعوؤں کا پردہ چاک کرنے اور اُمت مسلمہ کو گمراہی سے بچانے کے لئے اس ذات گرامی نے قدم آگے بڑھایا جس کے تقویٰ وتقدس، طہارت و پاکیزگی صداقت ودیانت، فقہی تبحر، علمی صلاحیت اور رسوخ فی العلم پر دنیائے اسلام کو ناز ہے جسے عالم اسلام میں بقیۃ السلف حجۃ الخلف مرجع فقہ وفتاویٰ فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب قبلہ دامت برکاتہم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آپ نے **حقیقة الفقه** کے جھوٹ اور فریب کو ظاہر کرنے کے لئے ایک گراں قدر تصنیف غیر مقلدوں کے فریب لکھی۔ ابھی دو سال قبل حضرت فقیہ ملت کی اس کتاب کا جواب ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے تقلید شخصی کے آسیب کے نام سے لکھا۔ اصولاً مصنف کو وہ کتاب حضرت فقیہ ملت کے پاس بھیجنی چاہئے تھی کیونکہ کتاب حضرت ہی کی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے مگر مصنف کیا بھیجتے بعض غیر مقلد کتب خانے والے بھی کتاب دینے میں ٹال مٹول کر رہے تھے چنانچہ ایک مولانا صاحب کو اسی لئے سخت سست کہنی پڑی تب وہ کتاب مل سکی، اس کے مصنف کون ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ ان کا پتہ کیا ہے؟ کچھ نہیں معلوم حد تو یہ ہے کہ اس کتاب کی تصدیق کرنے والے ابن خلیل صاحب بھی اپنا پورا نام لکھنے

سے خائف رہے اور صحیح پتہ نہ لکھ سکے اب اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کا درجۂ استناد کیا ہوگا اور وہ کس معیار کی ہوگی اور اس کے لکھنے کے پیچھے کون سا مقصد کام کر رہا ہے۔ کتاب کیا ہے جھوٹ فریب الزام و بہتان تراشی کا پلندہ اور اساطین اُمت کے خلاف زہر افشانی کا ایک مجموعہ (جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی) اسی لئے پتہ بھی نہیں لکھا گیا ہے کہ کہیں کوئی سنی ان کا نشہ نہ اُتار دے۔ میں غیر مقلدوں سے کہوں گا اگر ان میں کچھ حیا ہو تو اب بھی مصنف کا صحیح نام و پتہ میرے پاس لکھ کر بھیج دیں تاکہ یہ کتاب ان تک پہونچائی جاسکے۔

حضرت فقیہ ملت کے شایانِ شان نہیں تھا کہ ایسی معمولی اور حد درجہ غیر معیاری کتاب پر کچھ تبصرہ فرماتے اور اس کے ہفوات وخرافات کا جواب لکھتے اس لئے آپ نے راقم الحروف کے پاس وہ کتاب ماہ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ کو بھیجا اور حکم دیا کہ اس کا جواب لکھو۔

احقر اپنی علم مصروفیات کے باوجود تعمیل حکم کے لئے کمر بستہ ہوگیا اور بالاستیعاب اس کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ دوران مطالعہ بار بار اس کتاب کے مصنف کی جسارت وبے باکی پر متحیر ہوا اور ان کی کج فہمی وکٹ حجتی الزام و بہتان تراشی اور فریب کاری پر انگشت بدنداں ہوا۔ کسی طرح اس کا از اوّل تا آخر مطالعہ کیا اور پھر محولہ مأخذ کی تلاش وجستجو میں لگ گیا۔ یہ امر سب پر عیاں ہے کہ کسی بھی کتاب کی تصنیف میں سب سے اہم مرحلہ کتابوں کا ہوتا ہے۔

الحمدللہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کا کتب خانہ اتنا عظیم الشان اور مایہ ناز ہے کہ اہلسنت کے مدارس میں اسے ایک منفرد مقام حاصل ہے حتیٰ کہ ایک مرتبہ علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ یہاں تشریف لائے اور لائبریری کو ملاحظہ کیا تو فرمایا: ''ایک خالص دیہاتی خطے میں اتنی شائستہ وترقی یافتہ لائبریری دیکھ کر ہم حیران رہ گئے مختلف علوم وفنون پر کتابوں کا عظیم الشان ذخیرہ اپنی جگہ پر تھا، ہم تو اس کے حسن انتظام اور باقاعدگی کے لوازمات سے بے حد متاثر ہوئے ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک چھوٹے سے گاؤں کی لائبریری میں ایسی ایسی نایاب واہم کتابیں موجود ہوسکتی ہیں جن کا نام ہی لوگوں نے سنا ہوگا، دیکھنا نصیب نہ ہوا ہوگا۔'' (تعارف علیمیہ)

غرض کہ راقم جس ادارہ میں مصروف تدریس ہے اس کا کتب خانہ بہت بڑا ہے تفسیر کی جتنی کتابیں یہاں ہیں شاید کسی سنی لائبریری میں ہوں یونہی دیگر علوم وفنون کی کتابوں کا حال ہے مگر پھر بھی بہت سی کتابوں کے لئے متعدد لائبریریوں سے رجوع کرنا پڑا۔ کچھ کتابیں کرم فرما حضرت مولانا انوار احمد صاحب امجدی نے فراہم کیں اس طرح کتابوں کی جمع وتلاش کا سلسلہ ختم ہوا اور اب کتاب لکھنے کا وقت آیا مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ راقم سخت مریض ہوا حتیٰ کہ موت وزیست کے درمیان چھ ماہ بستر مرض پر پڑا رہا اور یہ کام مؤخر ہوگیا، خدائے قدیر نے اپنے حبیب پاک کے طفیل شفاء عطا فرمائی اور پھر شوال ۱۴۲۰ھ کو دارالعلوم علیمیہ حاضر ہو کر تعلیمی مصروفیات کے ساتھ اس کتاب کی

ترتیب میں بھی مصروف ہوگیا۔

دورانِ ترتیب کرم گستر محترم مولانا معین الحق علیمی صدر ادارہ ممبئی سے تشریف لائے انہوں نے سنا تو اپنے محبتانہ اور حوصلہ افزا کلمات سے نوازا، کتاب کا کچھ حصہ ایک مرتبہ گھر لے گیا تھا اتفاق سے میرے برادر اکبر محترم محمد ایوب قادری جو کانپور میں گورنمنٹ ملازم ہیں، مگر بحمدہ تعالیٰ اسلامی مزاج ہیں آئے ہوئے تھے، انہوں نے وہ حصہ بیٹھ کر سنا ان کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی اور بہت دعائیں دیں انہیں حضرات کے کلمات نے حوصلہ بلند رکھا بلکہ مہمیز کا کام کیا چنانچہ جمادی الآخرہ کے اختتام تک یہ کتاب مکمل ہوگئی۔ فللّٰہِ الحمد

کتاب کی تالیف میں استاذ محترم حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی مدظلہ العالی شیخ الادب دارالعلوم علیمیہ کا مشورہ برابر شریک حال رہا کتاب پر آپ نے نظر ثانی فرمائی اور ایک وقیع ومعلوماتی مقدمہ بھی سپرد قلم فرمایا اسی طرح میرے مربیٔ خاص جامع معقول ومنقول حضرت استاذی الکریم مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی نے اصلاح فرما کر تقریظ گرامی سے نوازا اور محب گرامی مولانا مفتی محمد اویس القادری کیف اناوی صاحب مرکز تربیت افتا اوجھا گنج نے راقم کی فرمائش پر غیر مقلدین کی ضیافت طبع کے لئے ایک عمدہ نظم لکھ کر دی ان کے علاوہ حضرت العلام تفسیر القادری قیامی صاحب قبلہ محب محترم مولانا نظام الدین صاحب اساتذۂ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی نے بھی مفید مشوروں سے نوازا اور ان کے علاوہ جن حضرات نے بھی اس سلسلے میں میری رہنمائی فرمائی احقر سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

آخر میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ کتاب میں کہیں کہیں انداز تحریر کچھ تند وتیز ہوگیا ہے مگر ایسا ہم نے مجبوراً جواب آں غزل کے طور پر کیا ہے، جو لوگ مولوی مستقیم صاحب کی کتاب تقلید شخصی کے آسیب کا مطالعہ کریں گے ان کو ہمارا یہ انداز تحریر اس کتاب کے مقابلے میں بہت سنجیدہ لگے گا۔

میں اپنی اس علمی کاوش میں اور جماعت اہلسنّت پر وہابیوں کے اعتراضات وخرافات کا دفاع کرنے اور حقیقت حال کے اظہار کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوا اس کا انحصار آپ حضرات کے تاثرات وآراء پر مبنی ہے۔ اللہ رب العزت کا کرم بے پایاں ہے کہ اس نے اسلام کے خلاف اُٹھنے والے فتنے کی سرکوبی حقیر کے نصیب میں بھی رکھی اور اپنی توفیق سے اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم اسے قبول فرمائے۔ (آمین)

محمد اختر حسین قادری خلیل آبادی ایم اے لکھنؤ

خادم الافتاء والتدریس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، ضلع بستی (یوپی)

۶؍رجب المرجب ۱۴۲۱ھ/ ۵؍اکتوبر ۲۰۰۰ء

وزیر داخلہ کویت کا خط: علماء نجد کے نام

کویت کے سابق وزیر داخلہ سید یوسف ہاشم رفاعی صاحب زید مجدہٗ نے علماء نجد کے نام ایک درد انگیز پیغام بھیجا ہے، جس میں رفاعی صاحب نے بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے دشمنان اسلام کے عزائم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو مسلمان حکومتوں بالخصوص سعودی نجدی حکومت کے ہاتھوں پورے کرائے جارہے ہیں۔ رفاعی صاحب نے سعودی حکومت میں رہ کر بچشم خود جو مشاہدات کئے ہیں وہ بڑی دل سوزی سے قلم بند کئے ہیں، ہم ان کا خط پروفیسر مسعود احمد صاحب کی کتاب ''تقلید'' سے نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں رفاعی صاحب لکھتے ہیں:

''توحید پرستوں پر شرک کی تہمت لگانا، مسلمانوں کی تکفیر کرنا، ائمہ اربعہ کی تقلید سے روکنا، مخصوص ذہنیت کے حامل مولویوں کو عوام پر مسلط کرنا، حرمین شریفین میں عالم اسلام کے مقتدر علماء کو تقریر کی اجازت نہ دینا سرکاری کارندوں کا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر مواجہہ شریف سے پیٹھ پھیر کر بے ادبی سے کھڑا ہونا، مشاہیر اسلام کی قبروں کو شہید کرنا، توسل، زیارت اور میلاد کے قائلین کو سزائیں دینا، درود وسلام کی کتابوں پر پابندی لگانا، غیر شرعی مجالس پر پابندی نہ لگانا، اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرنا، مسجد نبوی شریف میں رنگ وروغن کے بہانے نعتیہ اشعار مٹانا، جس شخص نے روضۂ اطہر کی تعمیر کو بدعت کہا اور اس کو مسجد نبوی سے نکالنے کی تجویز دی اس کو اعزاز اور ڈگری دینا، اکابر اہلسنّت کی کتابوں میں علمی خیانت اور تحریف کرنا، حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مکان کو گرا کر وہاں بیت الخلاء بنانا، ولادت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جگہ چوپائے باندھنا، چھوٹے چھوٹے لڑکوں اور بے وقوفوں کو اکابر اہلسنّت اور ائمہ اربعہ کے خلاف بولنے کی کھلی چھٹی دینا، مدینہ منورہ میں یونیورسٹی قائم کرکے طلبہ کے ذہنوں کو منحرف کرنا، اور ان کو والدین کے خلاف صف آرا کرنا اور ان کا اپنے والدین کو کافر ومشرک سمجھنا، اولیاء اللہ کو کافر ومشرک خیال کرنا پہلے سے مقرر عرب علماء اہلسنّت کو حرم شریف میں تقریر سے باز رکھنا حتی کہ ڈاکٹر سید محمد بن علوی مالکی پر کفر کا فتویٰ دے کر ان کے قتل کی سازش کرنا وغیرہ وغیرہ۔'' (تقلید ص: ۸۶-۸۷)

آگے ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کا تبصرہ بھی ملاحظہ کریں وہ فرماتے ہیں:

''آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ ان ساری باتوں میں ملت اسلامیہ اکابر ملت اسلامیہ اور ملت اسلامیہ کے آثار کی توہین وتحقیر کا سارا سامان موجود ہے۔ اس پیغام میں ان حقائق کے علاوہ اور بہت سے حقائق ہیں، یہ کسی متعصب وعجمی کی تحریر نہیں یہ ایک اہم سرکاری عہدے پر فائز رہنے والے عرب عالم کی تحریر ہے اس لئے قابل توجہ ہے..... اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ کے خلاف تحریک سیاسی تحریک ہے جس کا مقصد دشمنان اسلام کے عزائم کو پورا کرنا ہے اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ تحریک گھروں کو اُجاڑنے والی اور شہروں کو ویران کرنے والی ہے۔''

(حوالہ سابق)

نظم

برائے غیر مقلدین

از کیف اناوی

مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج بستی

آپ دوزخ کی غذا ہیں آپ سے آگے ہے کون:

آپ پابند ہوا ہیں آپ سے آگے ہے کون — گمرہی کا راستہ ہیں آپ سے آگے ہے کون
صورتاً کالی گھٹا ہیں آپ سے آگے ہے کون — سیرتاً ظلمت کدہ ہیں آپ سے آگے ہے کون
شیخ نجدی کی عطا سے آپ کا ہے یہ مقام — آپ دوزخ کی غذا ہیں آپ سے آگے ہے کون
ابتدا توہین پیغمبر کی ہے ابلیس سے — آپ شاید انتہا ہیں آپ سے آگے ہے کون
موشگافی افتراء الحاق اور دجل وفریب — آپ ہی کا خاصہ ہیں آپ سے آگے ہے کون
بات کرتے کرتے ہوجاتے ہیں اکثر بے لگام — آپ سچ مچ بے حیا ہیں آپ سے آگے ہے کون
آپ جب تقلید کو بدتر سمجھتے ہیں تو کیوں — خود اسیر تیمیہ ہیں آپ سے آگے ہے کون
قول ابن تیمیہ کیوں مانتے ہیں بے دلیل — آپ کے کیا وہ خدا ہیں آپ سے آگے ہے کون
شرک ہے تقلید تو حضرت بخاری، ترمذی — مسلم ابن ماجہ کیا ہیں آپ سے آگے ہے کون
شرک ہے غیر خدا کو ماننا اپنا حکم — تو حدیثیں کیا خدا ہیں آپ سے آگے ہے کون
تھانوی، انبیٹھوی، نانوتوی سب آپ کے — آپ سب کے ہمنوا ہیں آپ سے آگے ہے کون

آپ کی تعریف میں جو کچھ کہا ہے کیف نے
آپ تو اس سے سوا ہیں آپ سے آگے ہے کون

غیر مقلدین

نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد کی نظر میں

میں نے ان کو (غیر مقلدوں کو) بار بار آزمایا لیکن میں نے ان میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا، جسے صالحین کے طریقے پر چلنے کی رغبت ہو یا وہ اہل ایمان کی سیرت کے مطابق چلتا ہو، بلکہ میں نے تو ان میں سے ہر ایک کو کمینی دنیا میں منہمک اور اس کے رڈی ساز و سامان میں مستغرق، جان و مال کو جمع کرنے والا، حلال و حرام کی تمیز کے بغیر مال کی لالچ رکھنے والا پایا۔ اسلام کی مٹھاس سے خالی الذہن اور عام مسلمانوں کی نسبت شریر کمینے لوگوں کی طرح سنگ دل پایا۔

بخدا یہ امر انتہائی تحیر و تعجب کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص موحد گردانتے ہیں اور اپنے ماسوا سب مسلمانوں کو مشرک، بدعتی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ خود انتہائی متعصب اور دین میں غلو کرنے والے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کا دیکھنا آنکھوں کی چبھن اور گلوں کی گھٹن، جانوں کے کرب اور دکھ، روحوں کے بخار، سینوں کے غم اور دلوں کی بیماری کا باعث ہے، اگر تم ان سے انصاف کی بات کرو تو ان کی طبیعتیں انصاف قبول نہیں کریں گی۔"

(الحطة فی ذکر الصحاح الستّہ)

بحوالہ مجالس صفحۂ آخر

تقدیم

تحریک وہابیت - آغاز، عروج وارتقاء، اور عقائد ونظریات

حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی: شیخ الادب دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، ضلع بستی، یوپی

یہود ونصاریٰ اور اسلام

یہود ونصاریٰ دونوں اسلام دشمن طاقتیں ابتدائے اسلام ہی سے کبھی کھل کر اور کبھی چھپ کر اسلامی وحدت پارہ پارہ کرنے اور مسلمانوں کی شوکت وقوت ختم کرنے کے مختلف طریقے اپناتی رہی ہیں۔ یہ طاقتیں کبھی بھی اس سے غافل نہیں رہیں۔

اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے دولت وثروت اور اقتدار وحکومت کا بھی سہارا لیا ہے اور اپنی قوم کی بہن بیٹیوں کی عزت وآبرو کی نیلامی کا بھی، اس کے لئے انہوں نے بے پناہ دولت و ثروت بھی خرچ کی، اقتدار وحکومت کا لالچ بھی دیا ہے اور اقتدار وحکومت چھینا بھی ہے، انہوں نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے جس قدر بھی طریقے اپنائے ان سب میں کامیاب رہے۔ لیکن سب سے بڑی کامیابی انہیں جس طریقے سے ملی وہ طریقہ یہ تھا کہ انہوں نے مسلمان علماء اور حکمرانوں کی شکل میں مسلمانوں کی صف میں کچھ ایسے غلط عناصر داخل کر دیئے۔ یا پیدا کر دیئے جنہوں نے مسلم ومحقق اور معمول ومقبول عقائد ونظریات میں شکوک وشبہات پیدا کئے اور صاحب اقتدار بن کر اندر ہی اندر اسلامی اقتدار کی جڑیں کھودیں اور اسلام ومسلمانوں کو زبردست نقصان پہونچایا جس کے نتیجہ میں اسلامی حکومتیں کمزور ہوکر ختم ہوتی رہیں۔ اور اسلام میں نئے نئے فرقے پیدا ہوتے رہے۔

اس کامیاب سازشی طریقے کی واضح ترین مثال جزیرۃ العرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی اور آل سعود، تحریک وہابیت، اور مملکت سعودیہ عربیہ ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی جیسے یہود وفرنگ کے ایجنٹ علماء سو نے مستند اسلامی اصولی وفروعی عقائد ونظریات کے خلاف بے شمار نئے عقائد ونظریات کو رواج دیا اور انہیں مسلمانوں میں پھیلا کر مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کو متزلزل اور مشکوک بنا دیا۔ جس کے نتیجے میں مسلمان نظریاتی وفکری اعتبار سے متحد نہ رہ سکے اور ان کا ملی شیرازہ بکھر گیا، وہ فرقہ بندی کا شکار ہوگئے اور دولت عثمانیہ کا خاتمہ ہوگیا۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ان نئے افکار وخیالات کو ابن تیمیہ سے لیا اور اسے اپنا فکری امام بنایا۔

ابن تیمیہ کا تعارف:

ابن تیمیہ کا پورا نام تقی الدین احمد ہے، مگر اس نے اپنی کنیت ابن تیمیہ سے شہرت پائی۔ ۶۶۱ھ مطابق ۱۲۶۳ء میں حران ترکی میں پیدا ہوا۔ سات سال کی عمر میں دمشق شام ہجرت کر گیا۔ اور وہیں حفظ قرآن کیا۔ اور مذہبی تعلیم مکمل کی پھر دمشق ہی میں درس وافتاء کا کام شروع کیا۔ یہی جگہ اس کا میدان عمل بنی۔ جب اس کے نئے نئے دینی نظریات سامنے آنے لگے تو اس دور کے علماء نے اس کی جم کر سرکوبی کی۔

جب اس کا یہ باطل نظریہ سامنے آیا کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے سفر کرنا ناجائز بلکہ سفرِ معصیت ہے"۔ تو قسانی اخنائی مالکی نے سلطان ناصر مصر کو درخواست دی کہ ابن تیمیہ کو اس بے ادبی کی وجہ سے قتل کرا دیا جائے، اس محضر نامہ پر اور علماء نے بھی تائیدی دستخط کئے، نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان ناصر نے ابن تیمیہ کو دمشق کے قلعہ میں قید کر دیا اور جمعہ ۱۰ رشعبان ۷۲۶ھ کو دمشق کی جامع مسجد میں شاہی اعلان سنایا گیا کہ ابن تیمیہ کو انبیاء کی قبروں کی زیارت سے منع کرنے پر قید کی سزا دی جاتی ہے۔ آئندہ سے وہ کوئی فتویٰ نہیں دے سکتے۔

(امام ابن تیمیہ محمد یوسف کوکنی ص: ۵۶۴، ۵۶۵)

دو سال بعد اسی قید خانے میں ۷۲۸ھ میں دمشق میں فوت ہوگیا۔

ابن تیمیہ کہنے کو تو حنبلی المذہب تھا، مگر صحیح معنوں میں تقلید کا مخالف تھا عالم اور ذہین تو

بہت بڑا تھا۔ مگر طبیعت میں آزادی اور جدت تھی۔ علم وذہانت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، مگر سلامتیٔ فکر ونظر اور اصابت رائے کی توفیق میسر نہ ہو تو علم وذہانت، زحمت ومصیبت بن جاتے ہیں۔ اس لئے علماء اسلام کی روش سے ہٹ کر اس نے بہت سی فکری ونظریاتی بدعتیں ایجاد کیں۔ اور کئی ایک مسائل میں قرآن وحدیث، سنت وشریعت اور اجماع اُمت سے اختلاف کیا جس کا بروقت مسکت جواب بھی دیا گیا۔ مشہور مؤرخ ابن بطوطہ نے ابن تیمیہ کو جنونی اور فاتر العقل عالم کہا ہے۔

امت سے اختلاف:

شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے ابن تیمیہ کے اختلافی مسائل کی درجہ بندی کرتے ہوئے شماریاتی جائزہ لیا ہے، لکھتے ہیں:

''ان (ابن تیمیہ) کے اختلافی مسائل چار درجات کے ہیں۔ (۱) پہلا درجہ ان مسائل کا ہے کہ ابن تیمیہ نے اپنے امام احمد بن حنبل کے مشہور قول کو چھوڑا اور غیر مشہور قول کو لیا ہے، ایسے چھبیس مسائل ہیں۔ (۲) دوسرا درجہ ان مسائل کا ہے جن میں ابن تیمیہ نے اپنے امام کی تقلید چھوڑی ہے اور باقی تین اماموں میں سے کسی امام کے قول کو اختیار کیا ہے۔ اور ایسے سولہ مسائل ہیں۔ (۳) تیسرا درجہ ان مسائل کا ہے جن میں چاروں اماموں کے مذہب کو چھوڑا ہے اور ایسے سترہ مسائل ہیں۔ (۴) چوتھا درجہ ان مسائل کا ہے جن میں انہوں نے جمہور کے مسائل چھوڑا ہے، انہوں نے اُمت کے اجماع کی قدر نہیں کی ہے اور ایسے انتالیس مسائل ہیں۔

تیسرے اور چوتھے درجہ کے مسائل (۱۷+۳۹=۵۶ مسائل) کی وجہ سے علماء امت آپ کے مسلک سے بے زار ہوئے ہیں۔ یہ چھپن (۵۶) مسائل ارشار نبوی ''علیکم بالسواد الاعظم'' (بڑی جماعت کا اتباع کرو) اور "اتبعوا السواد

الاعظم فانه مَنْ شذّ شذفی النار ''(بڑی جماعت کی پیروی اپنے اوپر لازم کرو جو تنہا رہا تنہا جہنم میں گیا)۔کی وعید میں آرہے ہیں، ان مسائل میں چاروں مذاہب (فقہ) کے علماء آپ کے اختیار کردہ مسائل سے بے زار ہیں۔

(مقدمہ زیارت خیر الانام ترجمہ شفاء السقام، ص: ۷، ۸)

ابن تیمیہ کے عقائد:

ابن تیمیہ کے کچھ عقائد علامہ ابن حجر کی شافعی، ہیثمی [متوفی ۹۷۴ھ] نے علامہ تاج الدین سبکی [متوفی ۷۷۱ھ] کے حوالے سے نقل کئے ہیں:

جن مسائل میں ابن تیمیہ نے خرق اجماع کیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حالت حیض میں اور جس طہر میں ہمبستری کی ہے طلاق نہیں واقع ہوتی۔

(۲) نماز اگر چھوڑ دی جائے تو اس کی قضاء واجب نہیں۔

(۳) حالت حیض میں بیت اللہ کا طواف کرنا جائز ہے اور کوئی کفارہ نہیں۔

(۴) تین طلاق سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔

(۵) تیل وغیرہ پتلی چیزیں چوہا وغیرہ کے مرنے سے نجس نہیں ہوتیں۔

(۶) بعد ہمبستری غسل کرنے سے پہلے رات میں نفل پڑھنا جائز ہے، اگر چہ شہر میں ہو۔

(۷) جو شخص اجماع امت کی مخالفت کرے اسے کافر و فاسق نہیں کہا جائے گا۔

(۸) خدائے تعالیٰ کی ذات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ جسم والا ہے، اس کے لئے جہت ہے اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔

(۱۰) خدائے تعالیٰ بالکل عرش کے برابر ہے، نہ اس سے چھوٹا ہے نہ بڑا۔

(۱۱) جہنم فنا ہو جائے گا۔

(۱۲) انبیاء کرام علیہم السلام معصوم نہیں ہیں۔

(۱۳) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔
(۱۴) ان کو وسیلہ بنانا حرام ہے۔
(۱۵) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا گناہ ہے۔
(۱۶) ایسے سفر میں نماز میں قصر جائز نہیں۔

(فتاویٰ حدیثیہ، ص:۱۱۶)

وہابیت کا فکری بانی ابن تیمیہ حرانی ہے:

ابن تیمیہ سے پہلے اس طرح کے نئے عقائد یکجا کسی اور کے یہاں نظر نہیں آئے، لہٰذا مجموعی طور پر ان باطل عقائد کی بدعت کا موجد یہی ہے۔ اس کے یہی تفردات بعد میں وہابیت کے بنیادی عقائد بنے اور اسے انہیں کی بناء پر جمہور علماء اُمت اور چاروں مذاہب کے فقہاء، نیز متکلمین اور صوفیاء نے بدمذہب و گمراہ قرار دیا اور ان کا خوب رد و ابطال کیا۔ حتیٰ کہ ابن تیمیہ کو قید بھی جھیلنی پڑی۔

علامہ ابن حجر الجوہر المنظم میں لکھتے ہیں:

"ابن تیمیہ کے وہ خرافات (عقائد) جن کا قائل اس سے پہلے کوئی عالم نہیں تھا اور جن کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے درمیان آفت و مصیبت بن گیا، ان میں ایک یہ ہے کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد طلب کرنے اور آپ کو وسیلہ بنانے کے عقیدے سے انکار کیا۔"

(المعلومات النافعہ قسم ۲ ص:۲۷۳، از:- علامہ احمد جودت پاشا)

کم و بیش انہیں نظریات کو محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اختیار کر کے ان کی تبلیغ و اشاعت کی، محمد بن عبدالوہاب سے پہلے ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم اور بعد میں قاضی شوکانی نے ہر چند کہ ابن تیمیہ کی فکری ہمنوائی کی ہے، اور اس مشن کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے، لیکن جس سرگرمی کے ساتھ محمد بن عبدالوہاب نے اس نئی فکر کو مسلمانوں پر تھوپا اور قبول کرنے کے لئے

کو ور کیا، یہاں تک جنگ و جدال اور قتل سے بھی باز نہیں آیا ہے وہ صرف محمد بن عبدالوہاب نجدی کا حصہ ہے۔

اس لئے اب ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ وہابیت کا فکری بانی ابن تیمیہ ہے۔ اور اس فکر کا معمار و علمبردار اور عملی بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے، اور اس کی غیر معمولی محنت و لگن اور سرگرمی کی وجہ سے یہ غیر اسلامی تحریک اسی کے نام پر "تحریک وہابیت" کہلائی، اور اس کے ماننے والوں کو "وہابی" کہا گیا۔

علماء اسلام اور ابن تیمیہ:

ابن تیمیہ کے ہم عصر اور بعد کے علماء حق نے اس کا بھرپور رد کیا۔ ابن تیمیہ کا زمانہ جلیل القدر ائمہ علماء کا زریں دور تھا۔ انہیں علماء میں تقی الدین ابن تیمیہ حرانی کے معاصر علامہ ابوالحسن علی تقی الدین سبکی (ولادت ۶۸۳ھ وفات ۷۵۶ھ) بھی ہیں، جو اپنے وقت کے شیخ الاسلام تھے، اور بڑے سنجیدہ اور ٹھنڈے دل و دماغ کے عالم تھے، آپ نے مسئلہ طلاق میں ابن تیمیہ کا رد لکھا۔ وہ ابن تیمیہ کی نظر سے گذرا، تو اس نے آپ کی تعریف کی۔ اور لکھا ہے کہ سبکی اپنے اقران میں ممتاز ہیں۔ آپ نے زیارت روضۂ اطہر کے جواز اور کار ثواب ہونے پر ابن تیمیہ کے رد میں "شفاء السقام" کے نام سے مشہور کتاب لکھی۔ جو اُردو میں بھی دستیاب ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (وفات ۸۵۲ھ) نے "فتح الباری" شرح بخاری میں علامہ بدرالدین عینی حنفی نے "عمدۃ القاری" شرح بخاری میں، علامہ ابن ہمام حنفی (وفات ۶۸۱ھ) نے "فتح القدیر" شرح ہدایہ میں ابن تیمیہ کا خوب رد کیا ہے۔

علامہ شہاب الدین ابن حجر ہیتمی شافعی مصنف فتاویٰ حدیثیہ (متوفی ۹۷۴ھ) ابن تیمیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ابن تیمیہ ایسا شخص ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اسے نامراد کیا اور گمراہ فرما دیا۔ اور اس کو اندھا، بہرا بنا دیا۔ اور اس کو ذلت سے دوچار کیا۔ اور ان باتوں کی تصریح

ان اماموں نے کی ہے جنہوں نے اس کے احوال کے فساد اور اس کے اقوال کے جھوٹ کو ظاہر کیا ہے۔"

جو شخص ان باتوں کا تفصیلی علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ اس امام کے کلام کا مطالعہ کرے جس کی امامت وجلالت پر سب علماء کرام کا اتفاق ہے۔ اور جو مرتبہ اجتہاد پر فائز ہے۔ یعنی علامہ ابوالحسن تقی الدین علی سبکی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور ان کے فرزند علامہ عبدالوہاب تاج الدین سبکی اور شیخ امام عزالدین بن جماعہ اور ان کے ہم عصر شافعی، مالکی، حنفی کی کتابوں کو پڑھے...... ابن تیمیہ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھا جائے کہ وہ بد مذہب، گمراہ، دوسروں کو گمراہ کرنے والا اور حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس سے انتقام لے اور ہم سب لوگوں کو اس کی راہ اور اس کے عقیدوں سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین!

ابن تیمیہ نے اسلاف امت حتیٰ کہ صحابۂ کرام اور خلفاء راشدین پر بھی بیجا تنقیدیں اور کھلی گستاخیاں کی ہیں، علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے:

(ابن تیمیہ کا خیال ہے کہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو سے زائد غلط فتوے دیئے۔ (فتاوی حدیثیہ، ص:۱۰۰)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ابن تیمیہ کا یہ قول تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زر پرست تھے۔ (الدرر الکامنہ، ج:۱، ص:۱۵۵)

علامہ احمد جودت پاشا لکھتے ہیں:

"ابن تیمیہ کہتا ہے کہ "مذاہب (فقہ) کے ائمہ نے بعد میں دین کے اندر اپنی رائیں داخل کر دی ہیں"۔ نیز فرماتے ہیں کہ ایک حنبلی عالم نے لکھا ہے کہ "ابن تیمیہ مذاہب (اربعہ) کی تقلید نہیں کرتا تھا۔" (المعلومات النافعہ قسم ۲، ص: ۲۷۶، ۲۶۸)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی ابجد العلوم میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ تقلید کا قائل نہیں تھا۔

وہابیت اور جزیرۃ العرب

وہابیت کا عملی بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی:

وہابی مکتب فکر کی فکری بنا تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی (ولادت ۶۶۱ھ/۱۲۶۳ء متوفی ۷۲۸/۱۳۲۸) نے ڈالی پھر کئی صدیوں کے بعد انگریزی سازش کا شکار ہو کر محمد بن عبدالوہاب نجدی (ولادت ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹، یا ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ متوفی ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲) نے جزیرۃ العرب میں ابن تیمیہ کے "فکری ہیولیٰ" کو "صورت" بخشی اور "وہابیت" کا پیکر تیار ہوا۔ امیر درعیہ محمد بن سعود نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو وہابی فکر کی عمارت تعمیر کرنے میں سیاست واقتدار کے ذریعہ ہر ممکن تعاون دیا امیر مذکور نے ۱۱۵۹ھ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی اطاعت کی، اس کے بعد نجدی دعوت نجد میں اور جزیرۂ عرب کے مشرقی حصوں میں عمان تک پھیل گئی۔

امام عبداللہ بن عیسیٰ بن محمد صنعانی نے ۱۲۱۸ھ میں تحریر کردہ اپنی کتاب "السیف الہندی" میں لکھا ہے: "محمد بن عبدالوہاب، عبدالعزیز نجدی کے محلہ میں فروکش ہوا، عبدالعزیز نے بیعت کی اور وہاں کے لوگ اس کے مددگار ہوئے، ان لوگوں نے "درعیہ" کے قرب وجوار کی بستیوں میں اپنا مسلک پھیلایا۔ جب محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ ایک قوی جماعت ہوگئی تو یہ قانون نافذ کر دیا کہ جو شخص غیر اللہ کو آواز دے یا کسی نبی یا فرشتے یا عالم کا وسیلہ لے وہ مشرک ہے، اس کا ارادۂ شرک ہو یا نہ ہو" [مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، ص:۱۶، از: شاہ ابوالحسن زید فاروقی]

علامہ ابن عابدین اپنی کتاب "شامی" میں لکھتے ہیں کہ:

"نجد سے محمد بن عبدالوہاب کے پیرو نکلے اور انہوں نے حرمین پر قبضہ کیا وہ اپنے کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں، لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔ بنا بریں انہوں نے اہل سنت کو اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے"۔ (ردالمحتار (شامی) ج:۳،ص:۳۹)

ابن تیمیہ سے فکری استفادہ

محمد بن عبدالوہاب نجدی ابن تیمیہ ہی کی کتابیں پڑھ کر اس کی فکر سے متاثر ہوا، پھر اسی کو اپنایا بھی اور عام بھی کیا، اس بات کی شہادت غیر مقلدین کے ایک پیشوا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی اپنی کتاب ابجد العلوم میں دی ہے:

شاہ ابوالحسن زید فاروقی نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب نے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم الجوزیہ کی بعض تالیفات کا مطالعہ کیا ہے اور صحیح طور پر سمجھے بغیر ان دونوں کی تقلید کی ہے، حالانکہ یہ دونوں تقلید کو ناجائز سمجھتے ہیں"۔

[مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، ص:۱۸]

شاہ ابوالحسن زید فاروقی، علامہ ابوالحسن علی تقی الدین سبکی شافعی کی کتاب "شفاء السقام" کے اُردو ترجمہ "زیارت خیر الانام" کے مقدمہ میں ہمارے اس دعوے کی تائید میں کہ "محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ابن تیمیہ ہی کی فکر کو اپنایا اور پھیلایا" رقمطراز ہیں:

"چند سال سے عاجز سن رہا ہے کہ حجاز مقدس میں حج کے موقع پر دنیا کی مختلف زبانوں میں رسالے تقسیم کیے جاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کو جانا جائز نہیں ہے"۔

یہ غلط بات سب سے پہلے ابن تیمیہ حرانی حنبلی نے کہی ہے۔ پھر محمد بن عبدالوہاب نجدی

نے بہ زور شمشیر اس باطل مسلک کو نجد اور ملحقات نجد میں پھیلایا اور ان کے ماننے والوں کے لئے اب اس کی تبلیغ، ایمان کا جزء بن کر رہ گئی ہے۔ [مقدمہ زیارت خیر الانام، ص:۵]

بقول "انور شاہ کشمیری" ابن عبدالوہاب نجدی ایک بے وقوف اور کم علم شخص تھا، کافر کہنے کے حکم میں جلد بازی کرتا تھا۔ [فیض الباری، ج:۱،ص:۱۷۰]

ابن عبدالوہاب اپنی آزاد خیالی، بے عقلی، کم علمی اور جاہ طلبی کے سبب یہودی اور فرنگی سازش کا شکار ہو گیا تھا۔

ترکی کے مشہور عالم علامہ احمد جودت پاشا متوفی ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء [جو وہابی تحریک اور ترک عثمانیوں کی تاریخ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور جنہوں نے بارہ جلدوں میں عثمانیوں کی تاریخ مرتب کی ہے] تحریر فرماتے ہیں:

یہودی، اسلام کے سخت قسم کے جھگڑالو دشمن ہیں، عبداللہ بن سبا یہودی پہلا وہ شخص ہے، جس نے دین اسلام کو تباہ کرنے کے لئے فتنوں کی آگ بھڑکائی، یہ ملک "یمن" کا ایک یہودی تھا، اس نے حقیقی مسلمان اہل سنت کے خلاف شیعہ فرقے کو جنم دیا، یہودیوں نے ہر دور میں شیعی علماء کا روپ اختیار کر کے اس فرقۂ شیعہ کی مدد کی اور یہودیوں نے ہی دین اسلام کو کمزور کرنے کے لئے فرنگیوں کے ساتھ مل کر "لندن" میں تو آبادیاتی وزارت کی بنیاد رکھی اور یہودیانہ مکر وفریب اور چالبازیوں سے لیس جاسوس پیدا کئے اور تمام ملکوں میں روانہ کیئے، انہیں جاسوسوں میں ہمفرے بھی ہے، جس نے ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء میں شہر "بصرۃ" میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اپنا شکار بنایا اور سالہا سال اسے مکر وفریب کی تعلیم دیتا رہا، انہیں یہودی جاسوسوں نے وہابیت کو جنم دیا۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اسلام اور مسلمانوں میں اختلاف وتفریق پیدا کرنے والی ان معلومات میں اضافہ کیا، جن کو اس نے انگریزی جاسوس ہمفرے سے ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزیہ کی کتابوں کے مطالعہ کے ذریعہ سیکھا تھا۔

محمد بن عبدالوہاب (متوفی ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء) کے ماننے والوں کو "نجدی" اور "وہابی" کہا جاتا ہے۔ [المعلومات النافعۃ قسم دوم، ص:۲۷۸، مطبوعہ حقیقت کتاب وے استنبول ترکی]

''خواجہ حسن نظامی'' دہلوی لکھتے ہیں:

''نجد کے باشندے سالہا سال سے وہابی ہیں اور ان کے مورث اعلیٰ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نام سے پوری دنیا کے وہابی منسوب ہیں۔''

[نادان وہابی، از: خواجہ حسن نظامی، ص:۳]

شیخ نجدی فرنگی جال میں:

علامہ احمد جودت پاشا محمد بن عبدالوہاب نجدی اور تحریک وہابیت کی پیدائش کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہابیت کا بانی محمد بن عبدالوہاب ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء میں نجد کے قصبہ ''ہریملہ'' میں پیدا ہوا اور ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء میں مرگیا آغاز زندگی میں سیاحت وتجارت کی غرض سے بصرہ، بغداد، ایران، ہندوستان اور شام کا سفر کیا، ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء میں انگریزی جاسوس ہمفرے کے جال میں پھنس گیا اور اسلام کو مٹانے کے لئے فرنگی کوششوں کا آلۂ کار بن گیا۔

محمد بن عبدالوہاب نے اس جاسوس کی بتائی ہوئی جھوٹی باتوں کو وہابیت کے نام سے پھیلایا، میں [احمد جودت پاشا] نے اپنی کتاب ''اعترافات الجاسوس الانکلیزی'' میں تحریک وہابیت کی تاسیس کی صورت حال اور شام میں احمد بن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء کی ان کتابوں کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے حاصل کر کے پڑھنے کا حال وضاحت سے بیان کیا ہے، جو اہل سنت کے خلاف ہیں، محمد بن عبدالوہاب نے شیخ نجدی کے نام شہرت پائی اور مکہ مکرمہ کے علماء نے ۱۲۲۱ھ میں محمد بن عبدالوہاب کی کتاب "کتاب التوحید" کا کامل جواب دیا جس کا مسودہ شیخ نجدی نے انگریزی جاسوس (ہمفرے) کے ساتھ مل کر تیار کیا تھا۔

علماء نے قوی دلائل اور ٹھوس ثبوتوں کے ساتھ کتاب التوحید کا رد فرمایا پھر شیخ نجدی کے پوتے عبدالرحمٰن نے کتاب التوحید کی شرح لکھی اور اس میں کچھ اور باتوں کا اضافہ کیا گیا، جو ''فتح المجید'' کے نام سے چھپی۔

شیخ نجدی کے یہ عقائد ونظریات پھیلے اور اہل درعیہ (جو شیخ نجدی کی سرگرمیوں کا مرکز تھا) اور درعیہ کے امیر محمد بن سعود نے قبول کئے، جن لوگوں نے وہابیت کے نظریے کو قبول کیا، انہیں وہابی یا نجدی کہا جاتا ہے۔

پھر شیخ نجدی نے [یہود ونصاریٰ کی سازش اور منصوبے کے مطابق] اپنے کو قاضی قرار دیا اور محمد بن سعود کو اور اس کے بعد وراثت کے طور پر ''محمد بن سعود'' کی اولاد کو امیر وحاکم قرار دیا۔ [المعلومات النافعۃ، ص:۴۷، ۴۸]

ہمفرے جب اپنے مشن پر بصرہ پہونچا اور اس کی ملاقات محمد بن عبدالوہاب سے ہوئی تو بہت خوش ہوا کہ کام کا آدمی مل گیا، یہ روداد ہمفرے کی زبانی اس طرح ہے:

''ان دنوں جب میں بصرہ میں ''ترکھان عبدالرضا'' کا کام کرتا تھا، میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو وہاں آتا جاتا تھا..... وہ دینی طالب علموں کا لباس پہنتا تھا اس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا، ایک جاہ طلب اور نہایت غصیلا انسان تھا، اسے عثمانی حکومت سے سخت نفرت تھی..... محمد بن عبدالوہاب ایک آزاد خیال آدمی تھا، اس کے نزدیک حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی مکاتب فکر میں سے کسی مکتب فکر کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی، وہ کہتا تھا کہ خدا نے جو کچھ قرآن میں فرما دیا ہے بس وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ محمد بن عبدالوہاب سے میل جول اور ملاقاتوں کے ایک سلسلے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ برطانوی حکومت کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ شخص بہت مناسب دکھائی دیتا ہے، اونچا اُڑنے کی خواہش، جاہ طلبی، غرور، علماء ومشائخ اسلام سے اس کی دشمنی، اس حد تک خودسری کہ خلفائے راشدین بھی اس کی تنقید کا نشانہ بنیں اور حقیقت کے سراسر خلاف قرآن وحدیث سے استفادہ اس کی کمزوریاں تھیں، جس سے بڑی آسانی سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا تھا۔''

شیخ محمد بن عبدالوہاب ابوحنیفہ کی تحقیر کرتا تھا اور اسے ناقابل اعتبار سمجھتا تھا ''محمد'' کہتا تھا ''میں ''ابوحنیفہ سے'' زیادہ جانتا ہوں'' اس کا دعویٰ تھا کہ نصف صحیح بخاری بالکل لچر اور بے

ہو دہ ہے۔

بہر صورت میں نے محمد سے بہت گہرے مراسم قائم کر لئے اور ہماری دوستی میں نا قابل جدائی استحکام پیدا ہو گیا، میں بار بار اس کے کانوں میں یہ رس گھولتا تھا کہ خدا نے تمہیں حضرت علی اور حضرت عمر سے کہیں زیادہ صاحب استعداد بنایا ہے اور تمہیں بڑی فضیلت اور بزرگی بخشی ہے اگر تم جناب رسالت مآب کے زمانے میں ہوتے تو یقیناً ان کی جانشینی کا شرف تمہیں ہی ملتا، میں ہمیشہ پُر امید لہجہ میں اس سے کہتا:

> ''میں یہی چاہتا ہوں کہ اسلام میں جس انقلاب [''وہابیت''] کو رونما ہونا ہے وہ تمہارے ہی مبارک ہاتھوں سے انجام پذیر ہو، اس لئے کہ صرف تم ہی وہ شخصیت ہو جو اسلام کو زوال سے بچا سکتے ہو اور اس سلسلے میں سب کی اُمیدیں تمہیں سے وابستہ ہیں۔''

میں نے ''محمد'' کے ساتھ طے کیا کہ ہم دونوں بیٹھ کر علماء مفسرین پیشوایان دین و مذہب سے ہٹ کر نئے افکار کی بنیاد پر قرآن مجید پر گفتگو کریں، ہم قرآن پڑھتے اور آیات کے بارے میں اظہار خیال کرتے، میرا لائحہ عمل یہ تھا کہ میں کس طرح اسے انگریز نوآبادیات علاقوں کی وزارت کے دام میں پھنسا دوں۔

میں نے آہستہ آہستہ اس اونچی اُڑان والے خود پرست انسان کو اپنی گفتگو کی لپیٹ میں لینا شروع کیا، یہاں تک کہ اس نے حقیقت سے کچھ زیادہ ہی آزاد خیال بننے کی کوشش کی۔

قصہ مختصر آہستہ آہستہ میں محمد بن عبدالوہاب کے بدن سے ایمان کا لبادہ اتارنے میں کامیاب ہو گیا.....

[آگے ہمفرے لکھتا ہے] اپنی رات دن کی کوشش سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کی خواہشات کے عین مطابق ڈھالا اور آئندہ پلاننگ کو روبہ عمل لانے کی ذمہ داری اُٹھانے پر آمادہ کیا.....

شیخ کی دعوت کا سامان فراہم کرنے میں ہمیں دو سال کا عرصہ لگا، ۱۱۴۳ھ کے اواسط میں محمد بن عبدالوہاب نے جزیرۃ العرب میں اپنے نئے دین وہابیت کے اعلان کا حتمی ارادہ

کیا اور اپنے دوستوں کو اِکٹھا کیا، جو اس کے ہم خیال تھے، اور اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر چکے تھے.....

آہستہ آہستہ ہم پیسے کے زور پر شیخ نجدی کے اطراف، اس کے افکار کی حمایت میں ایک بڑا مجمع اکٹھا کیا اور انہیں دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کی تلقین کی۔ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے برسوں بعد جب چھ نکاتی پروگرام کامیابی کی پوری منزلیں طے کر چکا تو نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت نے وعدہ کیا کہ اب سیاسی اعتبار سے جزیرۃ العرب میں کوئی کام ہونا چاہئے، یہی وجہ تھی کہ اس نو آبادیاتی وزارت نے اپنے عمّال میں سے ''محمد بن سعود'' کو ''محمد بن عبدالوہاب'' کے ساتھ اشتراک عمل پر مامور کیا، اور مُحَمَّدَیْن (محمد بن عبدالوہاب اور محمد بن سعود) کے اشتراک عمل کی ضرورت پر زور دیا اور تاکید کیا کہ دینی اُمور کے فیصلے کلی طور پر محمد بن عبدالوہاب کے ہاتھ میں ہوں گے، اور سیاسی اُمور کی نگرانی محمد بن سعود کی ذمہ داری ہوگی۔

اس طرح دینی و سیاسی شخصیتوں کے اتحاد عمل کے نتیجے میں انگریزوں کا بھلا ہو رہا تھا اور ہر آنے والا دن اس بھلائی [''تحریک وہابیت'' کی اشاعت میں] اضافہ کر رہا تھا، ان دونوں نے نجد کے قریب ''درعیہ'' شہر کو اپنا پایۂ تخت بنایا، نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت خفیہ طور پر بڑی کھول کر ان کی مالی اعانت کر رہی تھی (ہمفرے آگے لکھتا ہے) اس وقت ہم ان کے ساتھ اپنی دوستی کی معراج پر ہیں مرکزی حکومت تمام جزیرۃ العرب میں اپنا اثر و نفوذ قائم کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔

[یہ بکھری معلومات کتاب ہمفرے کے اعترافات سے تلخیص کے ساتھ ماخوذ ہیں تفصیل کے لئے کتاب کا مطالعہ کیجئے جو مکتبہ مشرق کانکر ٹولہ بریلی سے اردو میں شائع ہو چکی ہے]

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ابن تیمیہ اور انگریز جاسوس ہمفرے سے سیکھے وہ غیر اسلامی عقائد و نظریات جو ''وہابیت'' کی اساس و بنیاد ہیں اور جن کی وجہ سے اُمت میں افتراق و شقاق پیدا ہوا اور اسلامی وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور اسلام کے اندر خوارج ''معتزلہ'' اور ''شیعیت'' کے بعد ''وہابیت'' کے نام سے ایک اور نئے فرقے اور فتنے نے جنم لیا، وہ اس کی کتابوں میں آج بھی مرقوم و محفوظ ہیں۔

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے کتاب ''ابجد العلوم'' میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کی بارہ کتابوں کا ذکر کیا ہے انہیں کتابوں میں سے ایک کتاب التوحید بھی ہے، اسی کتاب میں نجدی کے نئے باطل عقائد زیادہ ہیں اور اسی کا چربہ اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان ہے۔

شیخ نجدی اور افکار تقلید:

شیخ نجدی کی ایک اور دوسری کتاب جس کا بھوپالی صاحب نے ذکر کیا ہے، وہ "رسالہ فی تحریم التقلید" ہے اس کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ شیخ نجدی کے نزدیک تقلید حرام ہے۔

شیخ نجدی کا تعاقب:

شیخ نجدی کے عقائد کے رد میں فوراً جن علماء اسلام نے قلم اُٹھایا ان میں سرفہرست اس کے بھائی شیخ سلیمان بن عبد الوہاب نجدی ہیں، جنہوں نے اپنے بھائی کے رد میں شیخ نجدی کی دعوت ''وہابیت'' کے آٹھویں سال ۱۱۶۷ھ میں بنام "الصواعق الالهيه فی الرد علی الوهابية" ایک کتاب لکھی۔

پہلے شیخ ''سلیمان'' نے اپنے بھائی شیخ نجدی کو بہت سمجھایا، لیکن جب وہ نہ مانا بلکہ اپنے مرید و مطیع امیر محمد سعود کی مدد سے ایذا رسانی اور قتل کے درپے ہوگیا تو حرمین شریفین چلے گئے اور وہیں سے یہ رسالہ لکھ کر اپنے بھائی کو بھیجا۔

علامہ ''ابو حامد بن مرزوق'' نے اپنی کتاب "التوسل بالنبی و جهلة الوهابيين" میں تقریباً چالیس ایسے علمائے اسلام کا تذکرہ اور ان کی کتابوں کا نام تحریر کیا ہے، جو محمد بن عبد الوہاب کے رد میں ہیں، تفصیل کے لئے "التوسل بالنبی" کا مطالعہ کریں۔

محمد بن عبد الوہاب نجدی کے عقائد ونظریات اور اعمال:

(۱) چھ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان کافر و مشرک ہیں۔

(۲) جو قبروں کی نذر مانے، مقبروں میں اللہ سے دعا مانگے، مزاروں کا پردہ چومے، قبروں کی مٹی لے اور اولیاء، سے مدد طلب کرے وہ بھی کافر ہے۔

(۳) اور جو شخص ایسے آدمی کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

(۴) شفاعت اور تقرب الی اللہ کی نیت سے انبیاء اولیاء کو وسیلہ بنانے والوں کی جان ومال حلال ہے، اور ایسا شخص مشرک ہے۔

(۵) یا رسول اللہ کہنے والا شخص کافر ہے۔

(۶) تقلید حرام ہے۔

(۷) بخاری شریف کا نصف حصہ بالکل لچر اور بے ہودہ ہے۔

(۸) مسلمانوں کا خون بہاتا تھا۔

(۹) مسلمانوں کا مال واسباب لوٹتا تھا۔

(۱۰) اپنی نہ کرنے والے کو مسلمان نہیں سمجھتا تھا۔

(۱۱) کہتا تھا ''لات''، ''عزیٰ'' اور ''سواع'' پہلے ہیں اور ''محمد''، ''علی''، ''عبد القادر'' پچھلے ہیں، یہ سب برابر ہیں۔

(۱۲) ''دلائل الخیرات'' اور ''روض الریاحین'' جیسی کتابوں کو جلا دینے کا حکم دیتا تھا، بلکہ دلائل الخیرات کو جلایا بھی۔

(۱۳) کہتا تھا کہ محمد کی قبر کو، ان کے مشاہد، ان کی مساجد اور ان کے آثار کا اور کسی نبی یا ولی کی قبر کو اور تمام مورتیوں (مزارات) کو سفر کرنا شرک اکبر ہے۔

وہابیت اور ہندوستان

اسماعیل دہلوی سے پہلے مسلمانوں کی مذہبی حالت:

تیرہویں صدی ہجری برصغیر ہند کے مسلمانوں کے لئے سیاسی اور مذہبی اعتبار سے ادبار وانحطاط اور افتراق وانتشار کی صدی رہی ہے، اس صدی میں ایک طرف مسلم مغل حکمرانوں کی ہزار سالہ حکمرانی کا چراغ گل ہوا اور انگریز اپنی عیارانہ اور سازشی ذہنیت کے نتیجے میں پورے غیر منقسم ہندوستان کا مالک ومختار بن بیٹھا۔

اور دوسری طرف اسی صدی میں مذہبی طور سے عام مسلمانوں میں اختلاف وانتشار کی بنیاد پڑی، ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں مشہور ومقبول علمی ودینی خانوادہ ولی اللہی کے ایک فرد مولوی اسماعیل [ولادت ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء، متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء] کے ذریعہ ایک نیا اسلامی فرقہ ''وہابیت'' وجود میں آیا۔ جب کہ اس سے پہلے ہندوستانی مسلمانوں کے اندر صرف دو فرقے تھے، (۱) اہل سنت اور (۲) شیعہ اہل سنت اکثریت میں تھے اور شیعہ دال میں نمک کے برابر شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی اس وقت کی مذہبی صورت حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت مجدد (الف ثانی شیخ احمد سرہندی) کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے، ایک اہل سنت وجماعت،

دوسرے شیعہ، اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا، وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے، ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا اور نجدی کا رسالہ ''ردالاشراک'' ان کی نظر سے گزرا اور انہوں نے اُردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی، اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا، کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا، ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا، وہ ختم ہوا، معمولی نوشت وخواند کے افراد امام بننے لگے، افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہِ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا، یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الاول ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں''۔

[ابتدائیہ کتاب اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، ص:۹/۱۰]

برصغیر ہند بلکہ بیشتر دنیا میں اہل سنت حنفی مسلمان ہی ابتداء اسلام سے بارہویں صدی ہجری (دور شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز) تک پائے جاتے رہے ہیں، علامہ علاء الدین حصکفی نے ''درمختار'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''قرآن پاک کے بعد امام ابوحنیفہ، رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ ہیں اور اس کی یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ آپ کا ہی مذہب ''فقہ حنفی'' پھیلا، دلیل یہ ہے کہ امام صاحب کے زمانے سے آج تک سلطنت اور قضا کے عہدے ان کے مقلدین کے پاس رہے ہیں''

علامہ شامی صاحب ''ردالمحتار'' اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''خلافت عباسیہ جس کی مدت حکومت تقریباً پانچ سو سال ہے، اس میں اکثر قاضی اور مشائخ (یعنی شیخ الاسلام) حنفی تھے، جیسا کہ کتب تاریخ اس کی شاہد ہیں، ان کے بعد سلاطین سلجوقی اور خوارزمی سب حنفی تھے اور خلافت عثمانیہ بھی حنفی تھی اور ان کے قاضی بھی حنفی''۔

[درمختار مع ردالمحتار ج:۱، ص:۳۸، ۳۹]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

"تمام علاقوں اور ملکوں میں بادشاہ حنفی ہیں، اور یہاں کے قاضی، مدرسین اور اکثر عوام حنفی ہیں۔" [کلمات طیبات، ص:۱۷۷]

نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد [ولادت ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء متوفی ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء] لکھتے ہیں:

"خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقے اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں، اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں"۔

[ترجمان وہابیہ، ص:۱۰]

ایک جگہ مزید لکھتے ہیں:

"ہند کے اکثر، حنفی اور بعض شیعے اور کمتر اہل حدیث ہیں" [ایضاً، ص:۵۷]

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد [ولادت ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء] لکھتے ہیں:

"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی کے مساوی ہے، اسی سال قبل تقریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔"

[شمع توحید از ثناء اللہ امرتسری، ص:۴۰]

اعلیٰ حضرت کی فکر متوارث اور حق ہے:

علامہ "دھسکفی"، علامہ "شامی"، شاہ "ولی اللہ محدث دہلوی" اور دو وہابی غیر مقلد عالموں "بھوپالی" صاحب اور "امرتسری" صاحب کی تصریحات سے مجموعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خیر القرون سے بارہویں صدی ہجری تک جو مسلمان تھے وہ سنی، حنفی ہی تھے۔ اور بقول ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد "بریلوی حنفی"، یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری

حنفی سنی بریلوی [ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء وفات ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء] کی فکر کے حامل تھے، گویا یہ اس بات کا کھلا اعتراف ہے کہ فاضل بریلوی کے افکار و نظریات ہی متوارث اور حق ہیں اور انہوں نے کوئی نئی دینی فکر نہیں پیش کی ہے، جسے احسان الٰہی ظہیر جیسے ناسمجھ اور متعصب غیر مقلد اور دیوبندی نئی فکر اور نیا مذہب قرار دینا چاہتے ہیں۔

مذکورہ تصریحات و بیانات سے اب یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ تیرہویں صدی ہجری یعنی اسماعیل دہلوی کے دور سے پہلے برصغیر میں "وہابیت" نام کا کوئی فرقہ نہیں تھا۔

ہندوستان میں وہابیت کا داخلہ اور اسماعیل دہلوی:

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ برصغیر میں تیرہویں صدی ہجری میں، کس نے؟ کس کی سازش سے؟ کس کی فکر سے متاثر ہوکر؟ کس مقصد سے؟ "وہابیت" کو درآمد کیا اور پھیلایا، یہ سب نہایت اہم سوالات ہیں۔ تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ برصغیر میں وہابیت کا بانی اسماعیل دہلوی ہے، جس نے انگریزی سازش سے اپنے آبائی سنی حنفی افکار و نظریات کو چھوڑ کر اور محمد بن عبدالوہاب نجدی سے متاثر ہوکر وہابیت کو قبول کیا اور ہندوستان میں پھیلایا اور اس کا مقصد جاہ طلبی اور وجاہت و شہرت حاصل کرنا تھا۔

جانب دار اور غیر جانب دار، اپنے اور غیر سبھی مورخین و محققین اور اہل قلم اس بات کے قائل ہیں کہ اسماعیل دہلوی "محمد بن عبدالوہاب نجدی کے وہابیانہ افکار و نظریات سے متاثر تھے۔ اور شیخ نجدی کی "کتاب التوحید" اور وہابی رسالہ "رد الاشراک" میں مندرج افکار و نظریات کو کچھ اضافوں کے ساتھ "تقویۃ الایمان" کے نام سے اُردو میں پیش کیا ہے، جسے انگریزوں نے چھپوا کر خوب تقسیم کروایا۔ اس طرح اسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" کے ذریعہ ہندوستان میں "وہابی تحریک" کا آغاز ہوا۔

غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان حیدرآبادی لکھتے ہیں:

"وہ شیخ عبدالوہاب ہیں، جنہوں نے ان اُمور (مکروہ حرام) کو شرک قرار دیا

اور مولانا اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان میں اکثر امور میں اس کی پیروی کی ہے''۔ [ہدیۃ المہدی، ج، ص:۲۶]

شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی لکھتے ہیں:

''میں نے تقویۃ الایمان کا مطالعہ بلا ادنی تعصب اور انعساف کے کیا اور افسوس ہوا کہ مولانا اسماعیل کیا لکھ گئے ہیں، چونکہ مولانا (اسماعیل) کے تذکرہ نگاران کی جلالت علم پر متفق ہیں، لہذا یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کو یہی منظور تھا، ہندوستان میں مسلمانوں کی یکجہتی اور یک مذہبی تمام (ختم) ہو، اور نو سو سالہ اسلامی مملکت کا خاتمہ ہو، چنانچہ تیس سال کی مدت میں صدہا سال کی تمام نعمت ہاتھ سے نکل گئی''۔

مجھ کو تقویۃ الایمان میں وہابیت کے اثرات نظر آئے، لہذا میں نے مختصر طور پر محمد بن عبدالوہاب کے حالات کا مطالعہ کیا اور ان کے رسالہ ''ردالاشراک'' کا دقیق نظر سے مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ مولانا اسماعیل نے جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے، نجدی رسالہ ''ردالاشراک'' سے لیا ہے''۔

[ابتدائیہ کتاب مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ص:۱۳/۱۴]

مشہور دیوبندی مورخ پروفیسر محمد ایوب قادری، ''وہابیت'' کو انگریز کا کاشتہ پودہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تقسیم ہند تک مسلمانان ہند کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ فرقہ وہابیہ، انگریز کا کاشت کردہ پودا ہے، جس کی آبیاری اس نے نہایت ہوشیاری سے کی اور اس سے پورا فائدہ اٹھایا'' [مقدمہ حیات سید احمد، ص:۲۶]

فرنگی رپورٹر میٹکاف نے گورنر جنرل کو اپنی رپورٹ میں لکھا:

''سید احمد مولوی اسماعیل اور ان کے [وہابی] پیروکار ساتھیوں نے ہماری مسلمان رعایا کے قلب وذہن پر ہمہ گیر تو نہیں، لیکن ایک وسیع اثر انگیزی ضرور مرتب کی ہے''۔ [غیر مقلدین کی انگریز نوازی، ص:۴۳]

عقیدۂ اسلاف سے اسماعیل کی بغاوت اور بزرگوں کی ناراضگی:

اسماعیل دہلوی نے سنجیدگی اور محنت سے تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی تھی، جس کی وجہ سے ان کی شخصیت دبی ہوئی تھی، اور احساس کمتری کا شکار تھے، اور اپنی بعض ناشائستہ عادتوں کی وجہ سے اہل علم اور عوام میں مقبول بھی نہیں ہو پا رہے تھے، اُجڈپن اور خاندانی بزرگوں سے فکری وعملی مخالفت مثلاً رفع یدین، انکار تقلید، بزرگوں کی گستاخی اور آزاد خیالی کی بنا پر شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اور شاہ عبدالقادر صاحب)اسماعیل کے چچا صاحبان) اسماعیل سے ناراض رہا کرتے تھے اور سمجھانے کے باوجود بھی وہ اپنی روش سے باز نہیں آتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے اسی ناراضگی سے نتیجے میں اسماعیل دہلوی کی بجائے شاہ محمد اسحاق کو اپنا جانشین بنانا پسند کیا۔

ان سب باتوں کا نفسیاتی اثر یہ ہوا کہ اسماعیل دہلوی نے مایوس ہو کر جاہ طلبی میں ''وہابیت'' کا راستہ اختیار کر لیا، وحید احمد مسعود دہلوی لکھتے ہیں:

''شاہ عبدالعزیز صاحب نے جب شاہ اسماعیل کے بجائے شاہ محمد اسحاق کو اپنا جانشین بنایا، تو کوئی وجہ نہیں کہ شاہ اسماعیل کو تحت شعور میں مایوسی نہ ہوئی ہو، ایسی حالت میں شاہ اسماعیل کو اپنی وجاہت قائم رکھنے کے لئے نیا راستہ بنانا تھا، اور وہی (وہابیت کا راستہ) بنا بھی لیا''۔

[سید احمد شہید کی صحیح تصویر از وحید احمد مسعود، ص:۳۰]

اسماعیل دہلوی نے جاہ طلبی میں اپنے خاندانی بزرگوں کے عقائد ونظریات سے بغاوت کر کے جن نئے عقائد ونظریات کو ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتابوں سے حاصل کی، اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں لکھا اور جن کی تبلیغ کی، اور جن کی وجہ سے ہندوستان میں ''وہابیت'' پھیلی اور متحدہ مسلم قوت پارہ پارہ ہوئی وہ یہ ہیں:

اسماعیل دہلوی کے عقائد و نظریات:

(۱) اللہ ایسی باؤ (ہوا) بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا، مرجاویں گے اور وہی لوگ رہ جائیں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں (یہ حدیث کا ترجمہ ہے، اسماعیل نے ترجمہ کرنے کے بعد ف لکھ کر آگے لکھا)۔ سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ یعنی بھیج چکا اللہ ایسی باؤ (ہوا) جس سے وہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان تھا، مر گئے اور اب کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔ [تقویۃ الایمان، ص:۴۵]

(۲) اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا، بلکہ جب چاہتا ہے، غیب کی بات دریافت کر لیتا ہے۔ [ص:۷۲]

(۳) اپنی اولاد کا نام عبد النبی، عبد الرسول، علی بخش، نبی بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین رکھنا شرک ہے۔ [ص:۸]

(۴) سب انبیاء و اولیاء اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ [ص:۷۳]

(۵) رسول اللہ کو (غیب کی) کیا خبر؟ [ص:۷۵]

(۶) رسول خدا مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ [ص:۷۹]

(۷) خدائے تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ [رسالہ یک روزی، ص:۱۴۵]

(۸) رسول خدا کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا [تقویۃ الایمان ص:۷۵]

(۹) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ [ص:۵۲]

(۱۰) رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ [صراط مستقیم، ص:۹۷]

(۱۱) اللہ کے سوا کسی کو نہ مان [تقویۃ الایمان ۴۳]

(۱۲) اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے

[illegible] وہ انسان ہی ہیں، اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے۔ [تقویۃ الایمان ص ۷۸]

(۱۳) ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل [تقویۃ الایمان، ص:۱۹]

(۱۴) پیغمبر خدا کے وقت میں بھی کافر اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کا مخلوق اور بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے مگر یہی پکارنا، منتیں ماننی نذر و نیاز کرنی ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا، یہی ان کا کفر و شرک تھا، سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اُس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے، سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہیں (تقویۃ الایمان)

تقویۃ الایمان کے اثرات:

اسماعیل دہلوی کے درج بالا نئے عقائد اور اس طرح اور عقائد و نظریات جو اس نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں، چونکہ جمہور امت مسلمہ کے قدیم عقائد سے متصادم تھے اس لئے ان کی کتابیں آتے ہی دہلی میں آگ لگ گئی، یہ وہی راہ تھی جس پر اس کے سابقین "ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب نجدی" چل رہے تھے، گویا "اسماعیل دہلوی" انھیں دونوں پیش رووں کے خیالات یا ان کے عقائد و افکار کا ہندوستان میں شارح و ترجمان بن گیا۔

تقویۃ الایمان لکھنے کا مقصد مسلمانوں میں شورش برپا کرنا، ان کا شیرازہ بکھیرنا، گھر گھر میں اختلاف و فساد پیدا کرنا تھا اس مقصد کی وضاحت خود اسماعیل دہلوی ہی کرتے ہیں:

"اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں، اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے (اور کہتے ہیں) گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔" (ارواح ثلاثہ، ص:۸۱)

بعد کی کہانی دیوبندی عالم مولوی ''احمد رضا بجنوری'' نے بیان کی ہے کہ تقویۃ الایمان کے مارکیٹ میں آنے پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ لکھتے ہیں:

''افسوس ہے کہ اس کتاب (تقویۃ الایمان) کی وجہ سے مسلمانان ہندوپاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصد حنفی المسلک ہیں، دوگروہ میں بٹ گئے ہیں، ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے''

(انوار الباری، ج:۱۱، ص:۱۰۷)

تقویۃ الایمان لکھ کر اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد ڈالی اور مسلمانوں میں ایسا دیرپا دینی وفکری اختلاف برپا کیا کہ جس کے اثرات آج تک سنی وہابی کے نام پر ہندوستان کی ہر آبادی میں نظر آرہے ہیں اور مسلمان ہر جگہ آپس میں لڑکر اپنی رہی سہی قوت اپنے ہاتھوں ہی تباہ کررہے ہیں اور اسماعیل دہلوی کے ذریعہ انگریزی سازش کامیاب ہورہی ہے۔

تقویۃ الایمان اور انگریز:

انگریزوں نے تقویۃ الایمان کو اس قدر اہمیت دی کہ اس کا انگریزی ترجمہ منشی شہامت علی سے کرواکر ۱۸۲۵ء میں لندن سے شائع کیا، سرسید لکھتے ہیں جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے، چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے رسالہ ج:۱۲، ۱۸۲۵ء میں چھپا تھا۔

(مقالات سرسید، ج:۹، ص ۱۷۸)

وہابیت ہی دوسرے نئے فرقوں کا سرچشمہ ہے:

اسماعیل دہلوی کے وہابی نظریات وتعلیمات کا اثر صرف یہی نہیں کہ متحد سنی حنفی مسلمان تقسیم ہوگئے بلکہ ان وہابی جراثیم نے کچھ اور بھی بیماریاں پیدا کیں، ''وہابیت'' ہی کے بطن سے مزید نئے نئے فرقے پیدا ہوئے ہفت روزہ الفقیہ امرتسر (شمارہ:۱۲، اگست ۱۹۱۲ء) لکھتا ہے:

''مولوی اسماعیل دہلوی کی تعلیمات کا جو اثر ہوا اُس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں جماعت غیر مقلدین کی تعداد اس کی شہادت میں پیش کی جاسکتی ہے، اگر اسی پر اکتفا ہوتی تو شاید مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم نہ ہوتا، لیکن افسوس یہ ہے کہ تقلید ائمہ کا جوا تو اس فرقے نے گردن سے اُتارا تو نئے نئے راستے بھی نکل آئے اس کے بعد اور متعدد فرقے پیدا ہوگئے، جن میں مرزائیہ (قادیانیت) اور چکڑالویہ (فرقہ اہل قرآن) وغیرہ پنجاب میں بکثرت اور بلاد ہندوستان میں بہ قلت پائے جاتے ہیں''۔

اس سلسلے میں شاعر مشرق علامہ اقبال کا تجزیہ وتبصرہ بہت اہمیت رکھتا ہے وہ کہتے ہیں!

''قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے، اور دونوں اس تحریک کی پیداوار، جسے عرف عام میں ''وہابیت'' کہا جاتا ہے''۔

(اقبال کے حضور از نذیر نیازی، ص:۲۶۲)

''ابوالکلام آزاد'' اپنے تجربہ کے مطابق الحاد کا سرچشمہ بھی وہابیت ہی کو قرار دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

''والد مرحوم کہا کرتے تھے کہ گمراہی موجودہ کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے وہابیت پھر نیچریت، پھر نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل، جو الحاد قطعی کی ہے، اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے اس لئے کہ وہ نیچریت ہی کو الحاد قطعی سمجھتے تھے، لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے اور ٹھیک

ٹھیک مجھے یہی پیش آیا، سر سید مرحوم کو بھی پہلی منزل وہابیت کی پیش آئی تھی۔"

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی، ص:۳۰۹)

مولوی "بشیر احمد" دیوبندی مدرس مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی پاکستان "خیر التنقید" کے حوالے سے لکھتے ہیں عدم تقلید کفر وارتداد کا سبب ہے۔

"جناب (محمد حسین) بٹالوی صاحب (غیر مقلد کے وکیل) لکھتے ہیں: پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، کفر وارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔"

(اہل حدیث اپنے اکابر کی نظر میں، ص:۱۰-۱۱)

تقویۃ الایمان اور علماء دہلی

یہ کتاب ہندوستان بھر میں مفت تقسیم کی گئی، اسماعیلی فتنہ وہابیت کے سد باب کے لئے علمائے دہلی کمربستہ ہو گئے۔ شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی جو وہابیت کی تاریخ اور اس کے عقائد سے آگاہی اور تردید وابطال میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

اس وقت کے تمام اکابر حتی کہ مولوی اسماعیل صاحب کے ابناءِ عم (چچازاد بھائی لوگ) مولانا "محمد موسیٰ" اور مولانا "مخصوص اللہ" صاحبان نے بھی اس کا شدید رد کیا، مولانا "محمد موسیٰ" صاحب نے سوال وجواب اور "حجۃ العمل فی ابطال الحیل" اور مولانا "مخصوص اللہ" صاحب نے "معید الایمان رد تقویۃ الایمان" لکھا، استاذ الحکماء والمتکلمین علامہ "فضل حق خیر آبادی" نے "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ" اور "امتناع النظیر" لکھا، اس وقت کے سارے علماء دہلی نے بالاتفاق مولوی اسماعیل صاحب کی تکفیر کی، تحقیق الفتویٰ میں مسند الوقت علامہ "فضل حق خیر آبادی" رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"اس (اسماعیل دہلوی) کا کلام بلاشبہ بارگاہ الٰہی کے مقربین کے سردار، انبیاء، ملائکہ، اصفیا، مشائخ اور اولیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کی تنقیص شان پر مشتمل ہے اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے۔"

اس بے ہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہر گز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔ (ص:۲۴۷)

اس فتویٰ کی تصدیق دہلی کے صف اوّل کے سترہ علماء کرام نے کی، جن میں حضرت شاہ "رفیع الدین" صاحب کے دونوں صاحبزادے حضرت مولانا "مخصوص اللہ" صاحب اور حضرت مولانا "محمد موسیٰ" صاحب اور خاص بات یہ ہے کہ حضرت مفتی "صدر الدین" صاحب اور حضرت مولانا شاہ "احمد سعید صاحب مجددی" صاحب کی بھی تصدیقات ہیں۔

ان میں حضرت مفتی "صدرالدین" صاحب، (رشید احمد) "گنگوہی" اور "(قاسم) نانوتوی" دونوں صاحبان کے اور حضرت مولانا شاہ "احمد سعید صاحب مجددی" (رشید احمد) گنگوہی صاحب کے استاذ ہیں اور حضرت مولانا "مخصوص اللہ" صاحب ان دونوں "(گنگوہی و نانوتوی) کے استاذ الاستاذ ہیں۔ (سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ، ص:۸-۹)

خاندانی ولی اللٰہی کے افراد کے ساتھ اس سلسلے سے وابستہ شاہ صاحبان کے تلامذہ نے بھی اسماعیل دہلوی کی سرکوبی میں بھرپور حصہ لیا، اسماعیل کے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ بھی اپنے بھتیجے اسماعیل دہلوی کے نئے افکار وعقائد اور نئے دینی فتنہ "وہابیت" سے سخت ناراض اور نالاں تھے۔ بیماری اور بڑھاپے کی وجہ سے انہیں موقع نہیں ملا ورنہ وہ بھی تقویۃ الایمان کا رد لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

"میری طرف سے کہو اس لڑکے نامراد (اسماعیل) کو کہ جو کتاب ممبئی سے آئی ہے میں نے بھی اس کو دیکھا ہے، اس کے عقائد صحیح نہیں ہیں، بلکہ بے ادبی، بے نصیبی سے بھرے ہوئے ہیں، میں آج کل بیمار ہوں، اگر صحت ہو گئی تو میں اس کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم ابھی نوجوان ہو، ناحق شوروشر برپا نہ کرو۔"

(انوارِ آفتاب صداقت، از:- قاضی فضل احمد لدھیانوی، ص:۵۱۶)

شاہ صاحب کو اسماعیل دہلوی کے فکری انحراف اور آزادروی سے ناراضگی اتنی زیادہ تھی کہ اپنی جائداد سے اسے بالکل محروم رکھا، علامہ فضل رسول بدایونی لکھتے ہیں:

"مولوی اسماعیل دہلوی کی فکر میں حد سے اور طبیعت میں مذہب سے بے قیدی کی رغبت پہلے ہی سے تھی، بزرگ ان کے اس سبب سے ناراض تھے، شاہ عبدالعزیز صاحب نے آخر عمر میں اپنا تمام مملوکہ منقولہ غیر منقولہ کہ ہر جنس کثرت سے تھی حرم اور نواسوں وغیرہ کو ہبہ کر کے قابض کرادیا، مگر مولوی اسماعیل کو کچھ نہ دیا۔ جب شاہ نے انتقال کیا، کوئی بزرگوں میں نہ رہا۔ مولوی اسماعیل نے کھلے بندوں کھیل کھیلے، تین چشمے فساد کے دین میں ان کی ذات سے ظاہر ہوئے، ایک "فتنہ ظاہریہ" کا، کہ قیاس وتقلید حرام ہیں، دوسرے فتنہ "سید احمد" کو نبی بنانے کا، تیسرا فتنہ "تقویۃ الایمان" لکھنے کا۔"

(سیف الجبار، ص:۴۹، ۷۲، ۸۵)

بقول سید محمد فاروق القادری ڈھائی سو (۲۵۰) کتابوں کی ایک لسٹ میری نظر سے گزر چکی ہے۔ جو تقویۃ الایمان کے چھپتے ہی مختلف زبانوں میں مختلف علاقوں سے اس کی تردید میں لکھی گئیں اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس وقت عام مسلمانوں، علماء اور اہل خانقاہ نے اس کتاب کو کس حیثیت سے دیکھا۔

("تاریخ محاسبہ تقویۃ الایمان" مقدمہ اطیب البیان، بقلم:- نوشاد عالم چشتی، ص:۸۹)

علماء برصغیر ہند نے اسماعیل دہلوی کا رد صرف تحریر ہی سے نہیں کیا بلکہ انہیں گھیر گھیر کر اور پکڑ پکڑ کر مناظرے بھی کیے۔ ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۵ء میں جامع مسجد دہلی میں اسماعیل اور ان کے دست راست مولوی عبدالحی اور علماء دہلی میں مشہور تاریخی مناظرہ ہوا اور دونوں کو سخت ذلت و پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسماعیل دہلوی غصہ سے مغلوب ہو کر کلام نہ کرسکے اور مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ علماء دہلی نے متفقہ طور پر ان کی تکفیر کا فیصلہ کیا۔

سواد اعظم اہل سنت سے ہٹ کر برصغیر ہندوستان میں یہی وہ پہلی آواز تھی جسے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک وہابیت کی صدائے بازگشت کہنا چاہئے جس کا تعلق فکر ولی اللہی سے جوڑنے کی ناپاک و نامراد کوشش کی جاتی رہی ہے، مگر اب یہ فریب زیادہ دنوں تک نہیں چل سکتا، اب دھیرے دھیرے اس حقیقت سے پردہ اُٹھ رہا ہے۔

مناظرہ جامع مسجد دہلی کا بڑا خوشگوار نتیجہ نکلا، اور اسماعیل دہلوی کی تحریک وہابیت بالکل ختم ہوگئی، اس ناکامی کے بعد ذلت و خفت مٹانے کے لئے اور نئی حکمت عملی پر غور وخوض کرنے کے لئے اسماعیل دہلوی اپنے جاہل پیر اور شاگرد "سید احمد رائے بریلوی" کے ساتھ حج کو چلے گئے۔ حج سے واپس آکر انگریزوں کے مشورے پر تقویۃ الایمان کی دعوت وہابیت کے بجائے سکھوں کے خلاف جہاد کی تحریک کا آغاز کیا انگریزوں نے اس میں مدد بھی دی مولوی اسماعیل دہلوی نے کھلے بندوں یہ اعلان بھی کیا کہ انگریزوں کے خلاف لڑنا جائز نہیں بلکہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ کرے تو انگریزوں کی حمایت میں اس سے لڑنا فرض ہے چنانچہ اسی مقصد سے "سرحد" جاکر سب سے پہلا جہاد "یار محمد خاں" حاکم یاغستان سے کیا۔"

(تذکرۃ الرشید، حصہ دوم، ص:۲۷۰)

اور اسی جہاد میں اسماعیل دہلوی اپنے پیر سید احمد رائے بریلوی کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

انکارِ تقلید اور اسماعیل دہلوی

محمد علی قصوری "مشاہدات کابل و یاغستان" میں لکھتے ہیں:

"سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی نے ائمہ اربعہ کے طریقے پر چلنے کو غیر ضروری قرار دیا اور کہا کہ ان چاروں مسالک سے جو کتاب وسنت کے قریب ہو اس پر عمل کرلیا جائے، اور کسی درپیش مسئلہ میں کسی بھی امام کے قول پر عمل کر لینا

چاہئے کسی ایک معین امام کی تقلید ضروری نہیں ہے اس فرقے کا نام سید صاحب
کی نسبت سے احمد رکھا گیا۔" (ص:۱۵۶)

عدم تقلید کا سبق ابن تیمیہ نے دیا، اس سے محمد بن عبد الوہاب نجدی نے لیا، پھر شیخ نجدی سے اسماعیل دہلوی نے لیا، مناظرہ دہلی کے بعد تقویۃ الایمان کے وہابی نظریات کچھ دنوں کے لئے دب گئے اور اسماعیل دہلوی کی توجہ نام نہاد جہاد کی طرف ہوگئی اور ان کے اعوان وانصار بھی اسی میں لگ گئے، مجملہ وہابی نظریات کے عدم تقلید کا نظریہ اور اس پر عمل بھی مقبول عوام نہ ہوسکا، مگر چونکہ عدم تقلید اور مذہبی آزادی "وہابیت" کا اساسی ایجنڈا تھا۔ اس لئے اسماعیل دہلوی کے خاص متبع علماء وہابیت مناسب وقت کی تاک میں رہے اور موقع پا کر کچھ دنوں بعد کچھ متبع علماءِ وہابیت نے دھیرے دھیرے عدم تقلید کے نظریے کو عام کرنا شروع کیا اور کچھ لوگ کھلے بندوں غیر مقلد ہوگئے اور اس کی تعلیم وتبلیغ بھی کرنے لگے لیکن اسماعیل کے متبعین میں سے کچھ علماء وہابیت نے عدم تقلید کو تحریک وہابیت کے لئے نقصان دہ سمجھا اور مصلحتاً حنفیت کا لبادہ اوڑھے رہے۔

گویا اسماعیل دہلوی کی موت کے بعد وہابیت دو شاخوں میں بٹ گئی اور ان کے ماننے والے وہابی علماء کا دو گروپ بن گیا (۱) غیر مقلدین (۲) دیوبندی۔

دیوبندی علماء میں قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی صاحبان بھی سید احمد رائے بریلوی اور اسماعیل دہلوی کی نام نہاد تحریک جہاد میں حصہ لے چکے تھے، یہی دونوں وہابیت کی دوسری شاخ دیوبندیت کے بانی قرار پائے ان دونوں نے کچھ اور وہابیوں کے ساتھ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء میں دیوبند میں قائم مدرسہ کو ہیڈ کوارٹر بنا کر وہابیت کی تبلیغ شروع کی اور وہابی علماء تیار کئے اور اس طرح دیوبندیت کو پنپنے کا خوب موقع ملا۔

مگر وہابیت کی پہلی شاخ غیر مقلدیت کو وہ قبول عام حاصل نہ ہوسکا جو مقلد دیوبندیوں کو ملا، کیوں کہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے غیر مقلدیت اپنے ظاہری اعمال مثلاً رفع یدین اور عدم تقلید وغیرہ کی وجہ سے زیادہ غیر مانوس تھی جب کہ دیوبندی ظاہراً رفع یدین، آمین بالجہر اور تقلید امام ابوحنیفہ کی وجہ سے عام اہل سنت سے مانوس تھے اور تقلید وحنفیت کے پردے میں

مسلمانوں کو وہابی بنانا ان کے لئے آسان تھا اور مسلمانوں کا ان سے بچنا مشکل، اسی لئے چودھویں صدی ہجری کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں تو ہر باطل فرقے کا رد فرمایا مگر سب سے زیادہ توجہ وہابیت کی دوسری شاخ دیوبندیت کے رد کی طرف مبذول فرمائی۔

دیوبندی شاخ کے علماء بظاہر حنفیت کا لبادہ اُوڑھے رہتے ہیں، مگر ان کی تحریروں میں بے شمار ایسے عناصر مل جاتے ہیں، جو فقہ حنفی سے ارتداد کے غماز ہیں، محقق عصر حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی استاذ ومفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اپنے مقالہ "دیوبندیوں کا فقہ حنفی سے ارتداد" شمولہ تحقیقات ج:۲ میں اس طرح کے دس مسائل کا ذکر فرمایا ہے۔ تفصیل کے لئے اس مقالہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

وہابیت کی دونوں ہی شاخیں محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کو مانتی ہیں اور غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے عقائد ایک ہی جیسے ہیں، دیوبندی قطب مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

"محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے ......ان (محمد بن عبد الوہاب) کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے، ان میں فساد آ گیا ہے۔ اور عقائد سب کے متفق ہیں۔" (فتاویٰ رشیدیہ: ج:۱، ص:۱۱۹)

گنگوہی صاحب ایک جگہ اور تقویۃ الایمان کی تعریف وتائید میں لکھتے ہیں:

"تقویۃ الایمان بہت اچھی کتاب ہے، اور شرک وبدعت کی تردید میں بے مثال ہے۔" (نور نار، از:- ڈاکٹر مسعود احمد مجددی، ص:۳)

غیر مقلدیت:

اسماعیل دہلوی کے تتبع بعض علماء وہابیت عدم تقلید، رفع یدین اور آمین بالجہر کے نظریئے پر قائم رہے، ان میں خاص نام عبدالحق بنارسی، میاں نذیر حسین دہلوی، نواب صدیق حسن بھوپالی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا ہے۔ پھر مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ نے تحریک غیر مقلدیت کو آگے بڑھایا۔

عبدالحق بنارسی سید احمد رائے بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے حلقہ بگوش میں تھے مگر کچھ ناشائستہ حرکتوں کی وجہ سے نکال دیئے گئے تھے۔ اور بنارس آ کر انکارِ تقلید کے فتنے کو اس علاقے میں پھیلایا۔

میاں نذیر حسین دہلوی کے استاذ اور خسر مولانا عبدالخالق صاحب لکھتے ہیں:-

''سو بانی مبانی اس طریقۂ احداث (غیر مقلدیت) کا عبدالحق ہے۔ جو چندروز سے بنارس میں رہتا ہے، بقول قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، شاگرد شاہ اسحاق دہلوی، مولوی عبدالحق صاحب بنارسی نے ہزار ہا آدمی کو عمل بالحدیث کے پردہ میں قید مذہب (تقلید حنفیت) سے نکالا، اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہ حضرت علی سے لڑکر مرتد ہوئی، اگر بے توبہ مری تو کافر مری اور صحابہ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں۔ ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں، صحابہ سے ہمارا علم بڑا ہے۔ صحابہ کو علم کم تھا۔'' (تعارف علماء اہل حدیث، از:- مولوی نعیم الدین دیوبندی، لاہور، ص:۲۶-۲۷)

میاں نذیر حسین دہلوی مونگیر بہار کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء میں سورج گڈھا گاؤں میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں دہلی میں فوت ہوئے۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل ہیں انگریز گورنمنٹ نے شمس العلماء کا خطاب دیا تھا۔ تقلید کے خلاف معیار الحق نامی کتاب لکھی، انگریزوں کے خلاف جہاد کو ناجائز قرار دیا۔

دہلی میں غیر مقلدیت کو منظم تحریک کی شکل میں چلانے والے اور انکار تقلید کو فروغ دینے والے سب سے پہلے غیر مقلد یہی ہیں۔ ''مفتی محمد شریف الحق امجدی'' تحریر فرماتے ہیں:-

''دِلّی میں مولوی نذیر حسین سورج گڈھی مونگیری نے دورۂ حدیث کے بہانے اپنے گرد طلباء کی بھیڑ اکٹھا کرلی۔ اپنے اسباق میں وہ وہابیت کے ساتھ غیر مقلدیت کا بھی زہر گھول کر پلایا کرتے تھے۔

چونکہ دلی اس عہد میں اہم علماء کا مرکز تھا، بکثرت مدارس تھے، جن میں منتخب روزگار علماء درس دیا کرتے تھے۔ اس لئے پورے ہندوستان سے تحصیل علم کا شوق رکھنے والے دلی پہنچتے تھے۔ مگر کسی مدرسہ میں صرف حدیث پڑھانے کا التزام نہ تھا۔ میاں نذیر حسین صاحب نے صرف حدیث پڑھانے کا شغل شروع کیا، احادیث کی کشش طلبہ کو ان کے یہاں پہنچادیتی تھی۔ جس سے وہ فائدہ اُٹھا کر وہابیت اور غیر مقلدیت کی خفیہ خفیہ تعلیم دیتے رہتے جس کے نتیجے میں بہت سے سنی حنفی گھرانوں کے بچے میاں نذیر حسین صاحب مذکور کی تعلیم کے اثر سے وہابی غیر مقلد ہو گئے۔

مگر یہ کام خفیہ خفیہ ہوتا تھا، اس کا اثر فوری طور پر عوام تک نہ پہنچا، جب میاں صاحب کے غیر مقلد مولوی اپنے اپنے وطن گئے یا اپنے دوسرے ٹھکانوں پر گئے تو انہوں نے وہابیت، غیر مقلدیت پھیلانی شروع کی جس کے نتیجے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں غیر مقلدیت کا زہر پھیل گیا۔ غیر مقلدین کے کئی مدرسے قائم ہو گئے۔''

(تحقیقات، ج:۲، ص:۴-۵)

فکرولی اللّٰہی اور وہابیت

فکر ولی اللّٰہی سے ہم آہنگی کی حقیقت

ہندوستان کی راجدھانی دِلّی میں دو ایسی عظیم ہستیاں آرام فرما ہیں، جن کے دم قدم سے ہندوستان میں علم حدیث پھیلا اور ان دونوں شخصیتوں نے اپنے اپنے دور میں، ملک بھر کے مذہبی ماحول پر گہرا اثر ڈالا اور یہ دونوں ہی ملک بھر کے مسلمانوں کے دینی مرجع رہے۔ ان میں سے ایک محقق علی الاطلاق شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی (ولادت ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء وفات ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) ہیں۔ اور دوسرے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ/ وفات ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) ہیں۔

ان دونوں کے عقائد ومعمولات وہی ہیں، جو خیر القرون کے عقائد ومعمولات تھے، گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری تک (جو ان دونوں بزرگوں کی صدی ہے) وہابیت کا فتنہ یہاں نہیں آیا تھا۔ تیرہویں صدی ہجری میں خاندان ولی اللّٰہی کے ایک فرد یعنی شاہ صاحب کے پوتے اسماعیل دہلوی کے ذریعہ ہندوستان میں وہابیت درآمد ہوئی۔ فرنگی آقاؤں نے مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے اس خانوادے کا انتخاب اس وجہ سے کیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں پر اس کے زبردست مذہبی وعلمی اثرات تھے، مگر اسی خاندان کے بزرگوں نے اسماعیل کے نظریات کی مخالفت شروع کردی، اس لئے خاطر خواہ وہابیت نہ

پھیل سکی، ہاں وہابیت کا بیج ضرور پڑگیا۔ اور کچھ مخصوص ایمان فروش قسم کے لوگ اسماعیل دہلوی کے جال میں ضرور پھنس گئے۔ جن کی مساعی سے وہابیت برگ وبار لائی۔ بعد میں وہابی علماء میں دو گروپ ہوگیا۔ ایک وہ جو تقلید کا منکر تھا۔ اس کی قیادت میاں نذیر حسین دہلوی وغیرہ نے کی اور دوسرا وہ جو تقلید کا قائل تھا۔ اس کی قیادت دیوبند کے قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی وغیرہ نے کی۔

یہ دونوں ہی گروپ اسماعیل دہلوی کے بعد اپنے کو فکر ولی اللّٰہی سے جوڑنے کی کوشش میں لگ گئے، اور اپنی وہابی فکر کو فکر ولی اللّٰہی سے ہم آہنگ بتا کر فائدہ اُٹھانے لگے۔

مقصد وہی تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا علماء وعوام پر جو اثر تھا، اس کو کام میں لاکر اپنی نئی وہابی فکر کو مقبول بنایا جائے۔ اور علماء وعوام آسانی سے اس نئی فکر کو اپنالیں، چنانچہ وہابیت نے ایسا کرکے خوب فائدہ اُٹھایا اور اب بھی اُٹھارہی ہے، آج بھی غیر مقلد اور دیوبندی دونوں فرقے فکر ولی اللّٰہی کا شارح وترجمان اور علمبردار ہونے کا دم بھر رہے ہیں۔

جب کہ واقعہ یہ ہے کہ یہ محض فریب اور خیانت ہے، وہابی فکر اور ولی اللّٰہی فکر میں کوئی بھی جوڑ نہیں ہے۔ شاہ صاحب سے فکری رشتہ جوڑنے کے لئے وہابیوں نے وہ سب کام کئے، جو شیطان بھی کرتے ہوئے شرماتا ہوگا۔

وہابیوں کی حرکت

شاہ صاحب کی فکر صحیح معنوں میں وہ ہے، جو ان کی کتاب ''القول الجلی''، انفاس العارفین'' اور ''فیوض الحرمین'' میں ہے۔ مگر ان ظالموں نے اوّل الذکر دو کتابوں کو ڈیڑھ سو سال تک چھپائے رکھا اور شاہ صاحب کے نام سے کئی جعلی کتابیں لکھ کر ان کے نام منسوب کردیں، اور جو کتابیں چھپ رہی تھیں ان میں حسب منشاء حذف والحاق اور تحریف وترمیم کرکے شاہ صاحب پر ایسے افکار وعقائد تھوپ دیئے جو ان کے حقیقی افکار وعقائد کے بالکل متضاد تھے۔

مولانا محمود احمد برکاتی مصنف ''شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان'' کے حوالے سے القول الجلی کے مقدمہ نگار شاہ ابوالحسن زید فاروقی لکھتے ہیں:-

''ان حضرات (علمائے خاندان ولی اللّٰہی) کی تالیفات کی کمیابی اور نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا اور بارہ کتابوں کے متعلق لکھا ہے کہ خاکسار کے علم میں ان کتابوں کا کوئی مخطوطہ نہیں ہے، اور لکھا ہے کہ شاہ صاحب کے مصنفات کو نایاب کر کے دوسرا قدم یہ اُٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی، آپ نے (۱) البلاغ المبین (۲) تحفۃ الموحد (۳) اشارہ مستمرہ (۴) قول سدید کے نام لکھے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ مکمل رسائل وکتب تصنیف کر کے شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دینے کے علاوہ ایک ہلاکت خیز حرکت یہ کی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیف میں جا و بے جا ترمیم واضافہ اور تحریف بھی کر دی گئی اور دس بارہ سطر کے بعد لکھا ہے، یہی معاملہ شاہ صاحب کے اخلاف کرام کی تالیف کے ساتھ کیا گیا۔

فاروقی صاحب آگے لکھتے ہیں:- مولانا برکاتی نے البلاغ المبین وغیرہ کا ذکر کر کے لکھا ہے مندرجہ رسائل میں اہل سنت و جماعت کے نظریات سے متضاد نظریات اور وہ متشددانہ افکار پیش کئے گئے ہیں، جن کو یہ حضرات (وہابیہ) تمسک بالکتاب والسنۃ کا نام دیتے ہیں اور جو ''کتاب التوحید'' (از محمد بن عبدالوہاب نجدی) کی بازگشت ہیں۔ اس طرح شاہ صاحب سے احناف کو، جن کی برصغیر میں اکثریت ہے بدظن کرنے کی کوشش کی گئی۔

(مقدمہ القول الجلی اُردو، ص:۵۷)

آگے مولانا سید محمد فاروق القادری مترجم کتاب ''انفاس العارفین'' کی تقدیم ص:۲۸ کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

اس امر کی طرف ''سید ظہیر الدین احمد'' (ولی اللّٰہی، حفید حضرت شاہ صاحب) نے اشارہ کیا ہے کہ صرف جعلی کتابیں ہی نہیں بلکہ الحاقات بھی ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر شاہ صاحب کی تفہیمات کی یہ الحاقی عبارت پیش کی جاسکتی ہے، جو ان کی ساری تعلیمات میں

ہمارے محققین کو سب سے پہلے نظر آتی ہے۔ حالانکہ شاہ صاحب کے دوسرے نظریات سے وہ کوئی مناسبت نہیں رکھتی (اور پھر تحریف کرنے والوں کی یہ الحاقی عبارت لکھی ہے) (ہم ترجمے پر اکتفا کرتے ہیں۔ فروغ)

الحاق کی مثال

ہر وہ شخص جو کسی حاجت کے لئے شہر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر کو (بہرائچ) جائے یا ان سے مشابہ کسی دوسرے جگہ جائے اس نے گناہ کیا، جو قتل کرنے اور زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے کیا وہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جو بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتا ہے یا جو کہ لات وعزیٰ کو پکارتا ہے۔ (ایضاً، ص:۵۸)

اس جعلی عبارت کا الحاق ثابت کرنے کے لئے ہم ''القول الجلی'' سے صرف ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں ''القول الجلی'' شاہ صاحب کے حالات اور عقائد ونظریات ومعمولات پر مبنی کتاب ہے، جو شاہ صاحب کے خصوصی مسترشد اور سکریٹری اور ان کی بیشتر تصانیف کے املا کرنے والے حضرت شاہ محمد عاشق علی پھلتی کا یہ بیان کافی ہے کہ ''کوئی بات اس کتاب میں ایسی میں نے نہیں لکھی، جس کو میں نے آنجناب (شاہ ولی اللہ صاحب) سے مکرر سہ کرر عرض نہیں کر دی اور وہ شرف اصلاح سے مشرف نہ ہوگی۔ (القول الجلی اُردو، ص:۱۱۶)

مزارات پر شاہ صاحب کی حاضری

شاہ عاشق پھلتی افادہ کے تحت فرماتے ہیں: جب حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً کے سفر مبارک کی خواہش دامن گیر ہوئی اور عزم مبارک پختہ ہو گیا، تو ۸/ربیع الآخر ۱۱۴۳ھ کو اپنے بڑے ماموں شیخ عبید اللہ سلمہم اللہ تعالیٰ کی ہمراہی میں براہ ''لاہور'' روانہ ہوئے، اس سفر ظفر میں جہاں کہیں بھی کسی ولی کا مزار ہوتا وہاں جاتے اور تھوڑی دیر ٹھہرتے اور اس کو جس قسم

کی نسبت حق سے ہوتی وہ آپ کو مکشوف ہوتی اس کو بالتفصیل بیان فرماتے، جب ''پانی پت'' پہونچے حضرت شاہ ''بوعلی قلندر'' اور شاہ ''شمس ترک پانی پتی'' وشاہ ''جلال'' قدس اللہ اسرارہم کے مزارات پر حاضری دی بعدازاں ''سرہند'' پہونچ کر حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی'' رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے، وہاں سے لاہور حضرت شیخ ''علی ہجویری'' قدس سرہ کے مزار پر حاضری دی، پھر ''ملتان'' پہنچ کر مخدوم ''بہاء الدین'' وشاہ ''رکن عالم'' قدس سرہما کے مزارات پر تشریف فرما ہوئے اور تمام اہل قبور کے احوال ایک ایک کر کے بیان فرمائے، شہر ''ملتان'' میں اکثر طالب علموں نے شرف بیعت حاصل کر کے شغلِ طریقت حاصل کئے، بعض تو آپ کی ایک ہی توجہ مبارکہ سے مرتبۂ خودی پر پہنچ گئے اور ایک مدت کے بعد ہوش میں آئے۔

(القول الجلی اُردو، ص:۱۴۸)

یہ اقتباس خائن وظالم اور فریبی وبے حیا وہابیوں کے منہ پر زناٹے دار طمانچے سے کم نہیں ہے، دونوں اقتباسوں کو ایک بار پھر پڑھئے اور غور کیجئے، ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے، اسی ایک خیانت وفریب اور جعل سازی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مظلوم شاہ صاحب پر اور کتنے ظلم ڈھائے گئے ہوں گے، بشمول عدم تقلید وہ تمام معتقدات جو شاہ صاحب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان سب کی حقیقت ظاہر کرنے کی ضرورت ہے، یاروں کی کارستانی کا ایک نمونہ ملاحظہ کر کے مولانا ''محمود احمد برکاتی'' کی یہ بات کافی اہمیت کی حامل اور توجہ کے لائق معلوم ہوتی ہے کہ کتاب (القول الجلی) جن حقائق پر مشتمل ہے وہ نہ صرف نئے بلکہ چونکا دینے والے بھی ہیں......شاہ صاحب کے کلامی وفقہی مسلک اور اندازِ فکر کے متعلق اب تک ہمارا جو تاثر رہا ہے، کتاب کے مطالعہ کے بعد ایک طبقہ کے لئے شاہ صاحب کی شخصیت میں جاذبیت بڑھ جائے گی، تو دوسرے طبقے (وہابیوں) کو شاہ صاحب سے اپنی نسبت خاطر اور وابستگی پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوگی۔

(القول الجلی کی بازیافت مشمولہ القول الجلی اُردو، ص:۳۵)

دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا انظر شاہ کشمیری نے غالباً مولانا برکاتی کے مشورے پر عمل کر کے نظر ثانی کر لی ہے، کیونکہ وہ فرماتے ہیں:-

''دیوبندیت کو ولی اللّٰہی فکر کا سرچشمہ قرار دینے میں مجھے تامل ہے۔''

(ماہنامہ البلاغ کراچی، مارچ ۱۹۶۹ء، ص:۴۸)

شاہ صاحب کے حقیقی نظریات

جو شخص شاہ صاحب کے حقیقی عقائد ونظریات دیکھنا چاہے اسے خاص طور سے ''انفاس العارفین'' اور ''القول الجلی'' کا مطالعہ کرنا چاہئے، ان دونوں کتابوں میں علم غیب، توسل، استغاثہ، نداء یارسول اللہ، شفاعت، سفر زیارت، میلاد عرس بیعت، چلہ کشی، مراقبہ، کشف وکرامت، تصرف باطنی اور تقلید کے ثبوت کثرت سے ملیں گے، جو سراسر وہابیت کے منافی ہیں، اسی لئے بعض اعیان وہابیہ شاہ صاحب سے اندر ہی اندر کڑھا بھی کرتے تھے ''سید سلیمان ندوی'' خلیفہ ''اشرف علی تھانوی'' نے مولوی ''مسعود عالم ندوی'' غیر مقلد کو ایک خط لکھا تھا:-

شاہ ولی اللہ کا مطالعہ بڑی احتیاط سے کرنا چاہئے، کیونکہ کہیں کہیں وہ کفر کی حدود تک پہنچ گئے ہیں۔

(رسالہ الرحیم، ص:۶۲۷، فروری ۱۹۸۶ء، بحوالہ مقدمہ القول الجلی، ص:۶۱-۶۲)

ندوی صاحب کے ''کہیں کہیں'' سے مراد یہی اہل سنت کے عقائد ہیں جو وہابی مذہب میں کفر وشرک گردانے جاتے ہیں۔

شاہ صاحب اور تقلید

شاہ صاحب سے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ تقلید کے قائل نہیں تھے مگر بات خلاف واقعہ معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

جب ہند اور ماوراء النہر کے شہروں میں کوئی بے علم شخص ہو اور وہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہ ہو اور ان مذاہب کی کوئی کتاب بھی نہ ہو تو اس پر امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید واجب ہے اور اس پر حرام ہے کہ امام کے مذہب کو ترک کرے، کیونکہ وہ اس وقت شریعت کا قلادہ اُتار پھینکے گا اور بے کار اور مہمل رہ جائے گا۔ (الانصاف، ص:۳۲)

ایک اور مقام پر شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

(دوران مکاشفہ) مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا کہ مذہب حنفی کا طریقہ تمام طریقوں میں سب سے زیادہ سنت معروفہ (احادیث) کے موافق ہے۔ (فیوض الحرمین ص:۴۸)

ایک اور شہادت دیکھئے، شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں!

یہ چاروں فقہی مذاہب جو اس وقت رائج ہیں، ان میں سے کسی ایک کی تقلید پر زمانہ قدیم سے لے کر آج تک امت اسلامیہ کا اتفاق رہا ہے۔ اور اس میں بڑی مصلحتیں ہیں، بالخصوص ہمارے اس دور میں تو اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ آج کل عقلوں میں کوتاہی آچکی ہے۔ اور لوگوں کے دلوں میں خواہشات نفسانیہ بھری ہوئی ہیں، اور ہر شخص اپنی عقل اور سمجھ کو سب سے بہتر سمجھتا ہے اس لئے ان مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ج:۱، ص:۱۵۴)

تقلید

تقلید کی ضرورت

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر چیز کا شرعی حکم قرآن وحدیث میں صراحۃً مذکور نہیں ہے، بعض احکام اجتہاد ہی کے ذریعہ معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اجتہاد کی ضرورت مسلم ہے اور اجتہاد کی ترغیب قرآن مجید میں دی گئی ہے:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (سورہ نحل:۴۴)

"اور ہم نے آپ کی طرف قرآن اتارا تاکہ آپ لوگوں سے وہ باتیں بیان کردیں جو ان کے پاس بھیجی گئی ہیں، اور تاکہ وہ بھی غور وفکر کریں۔"

جن باتوں میں غور وفکر کی ترغیب دی گئی ہے، وہ وہی اجتہادی مسائل ہیں، جن میں مجتہدین اجتہاد فرماتے ہیں۔

ایک بات اور بھی ہے کہ ہر ایک مسلمان عالم نہیں ہوتا۔ یا عالم ہو تو اتنا بڑا عالم نہیں ہوتا اور نہ ہر ایک عالم کے پاس اتنی زیادہ ذہانت وفقاہت ہی ہوتی ہے کہ وہ خود سے اجتہاد کر کے حکم شرعی معلوم کر سکے، اس لئے اسے دوسرے سے دریافت کر کے اس کی تقلید کرنی پڑے گی۔ قرآن میں دریافت کرنے کا حکم بھی موجود ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۂ انبیاء:۱۴)

اگر تم نہ جانتے ہو تو جان کاروں سے پوچھ لیا کرو۔

حدیث میں بھی پوچھنے کی بات کہی گئی ہے۔

اِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ السُّوَالُ

عاجز کی شفا پوچھنے میں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عام مسلمان جو قرآن وحدیث سے براہ راست شرعی احکام کا استخراج نہیں کر سکتے، انہیں کسی مجتہد سے وابستہ رہنا یعنی اس کی تقلید کرنا ضروری ہے۔

تقلید کا مطلب:

تقلید کا لغوی معنی، گلے میں پٹہ ڈالنا ہے۔

تقلید کا شرعی معنی، دلیل میں نظر کیے بغیر غیر کی بات پر عمل کرنا، [التعریفات للجرجانی، ص:۴۴] یعنی شرعی احکام جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ مسائل میں کسی مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرنا۔

تقلید کس پر واجب ہے:

مکلّف مسلمان دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) مجتہد (۲) غیر مجتہد (مقلد)

مجتہد: وہ ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت ہو کہ قرآنی اشارات و رموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے، اس سے مسائل نکال سکے، ناسخ ومنسوخ کا پورا علم رکھتا ہو، علم صرف ونحو وبلاغت وغیرہ میں اس کو پوری مہارت حاصل ہو، احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو، اس کے علاوہ ذکی اور خوش فہم ہو۔ [تفسیرات احمدیہ وغیرہ بحوالہ جاء الحق ۲]

غیر مجتہد یا مقلد: جو مسلمان مذکورہ اوصاف کا حامل نہ ہو وہ غیر مجتہد اور مقلد ہے، جس پر مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔

تقلید شخصی واجب ہے:

فقہ اسلامی کے چار اماموں امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور امام مالک میں سے کسی ایک معین کی تقلید واجب ہے، اور نجات والا گروہ اب انہیں چار مذاہب میں منحصر ہے۔

علامہ سید احمد طحطاوی مصری فرماتے ہیں:

هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالىٰ ومن كان خارجا عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار"

"اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت نازل فرمائے، اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی اور جہنمی ہے۔"

[حاشیہ الطحطاوی علی الدر ج:۴، ص:۱۵۳، بحوالہ فتاویٰ رضویہ، مترجم ج:۶، ص:۶۷۱]

امام غزالی علیہ الرحمہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

"مخالفته للمقلد متفق علی كونه منكرا بين المحصلين"

"تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شنیع اور واجب الانکار ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ج:۶، ص:۷۰۶)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

"بعد المأتين ظهر بينهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد علی مذهب مجتهد بعينه"

ترجمہ: "دو صدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔"

[الانصاف، ص:۵۹، بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم ج:۶، ص:۷۰۳، ۷۰۴]

اس دور میں چار ہی اماموں میں کسی ایک امام کے مذہب کی تقلید واجب ہونے کی وجہ غیر مقلدین کے معتمد قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں یہ بیان کی ہے:

''اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے اور فروع مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج:۶، ص:۷۰۵)

یہی بات شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بھی بیان فرماتے ہیں:

''تبع تابعین کے دور میں حوادث وواقعات اور مسائل بکثرت پیدا ہوئے، اجتہاد کی کثرت ہوئی، احادیث اور مسائل فقہیہ میں اختلاف عام ہوا، اس وقت مشہور چار اماموں کے علاوہ بہت سے مجتہدین تھے، لیکن مشرق ومغرب میں چار اماموں کے پیروکار ہی باقی رہے، مغرب کے تمام لوگ مالکی ہیں، ان میں کوئی بھی غیر مالکی نہیں، روم، ماوراء النہر (وسط ایشیائی ممالک) اور ہندوستان کے تمام باشندے حنفی ہیں، ان میں کوئی بھی غیر حنفی نہیں ہے، (الا ماشاء اللہ) دوسرے ممالک میں شافعیہ اور حنابلہ ملے جلے ہیں، البتہ شافعیہ کی اکثریت ہے۔''

(تعارف فقہ وتصوف، تصنیف: شیخ عبدالحق محدث دہلوی،
ترجمہ: علامہ عبدالحکیم شرف قادری ص:۲۰۲، ۲۰۳)

چاروں مذاہب فقہ حق ہیں:

شیخ محقق فرماتے ہیں:

''تمام مجتہدین صواب پر ہیں اور تمام مذاہب عمل کے اعتبار سے حق ہیں، جیسے کہ ہر مجتہد مصیب ہے، اور اپنے اجتہاد کے فیصلے پر عمل کرنے کا پابند ہے، یہی ہر مجتہد کے مقلدین کا حال ہے۔'' (ایضا، ص:۲۹۹)

چاروں مذاہب کی مثال:

شیخ فرماتے ہیں:

''یہ حکم، مسائل فرعیہ (نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ مسائل) میں ہے، جہاں تک اصول اعتقادیہ کا تعلق ہے، ان پر چاروں امام متفق ہیں، فللہ الحمد۔ نظر انصاف میں چاروں مذہبوں کی مثال ایک گھر کے چار دروازوں کی ہے، انسان جس دروازے سے داخل ہو، گھر تک پہنچ جائے گا۔'' (ایضا، ص:۲۹۹)

غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ:

غیر مقلدین، جو تقلید کے منکر ومخالف ہیں، وہ بھی تقلید پر مجبور ہیں، کیوں کہ تقلید ایک فطری ضرورت ہے، جس سے چاہ کر بھی چھٹکارا نہیں مل سکتا، ہر آدمی بہر حال مقلد ہے، چاہے اپنے کو غیر مقلد ہی کہتا ہو، ایک غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں حیدر آبادی (متوفی ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء) کو اپنے غیر مقلد بھائیوں سے اسی چیز کا شکوہ ہے کہ وہ غیر مقلد ہو کر بھی تقلید کرتے ہیں۔

ہمارے اہل حدیث (غیر مقلد) بھائیوں نے ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء)۔ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء)، شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء) اور شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) اور مولوی اسماعیل صاحب (متوفی ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء) کو دین کا ٹھیکیدار سمجھ رکھا ہے، جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا، بس اس کے پیچھے پڑ گئے، اور برا بھلا کہنے لگے...... بھائیو! ذرا غور تو کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابوحنیفہ، شافعی کی تقلید چھوڑی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں، ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ [حیات وحید الزماں از محمود حلیم چشتی، ص:۱۰۲]

تحریک وہابیت کی ابتداء، عروج وارتقاء اور اس کے نو پید اعقائد ونظریات سے متعلق یہ چند سطریں، جواں سال، تازہ علم، تازہ دم اور حوصلہ مند عالم دین اور مصنف حضرت مولانا مفتی محمد اختر حسین علیمی قادری کی زیر نظر کتاب کی تقدیم کے طور پر تحریر میں آگئیں۔

ان چند سطروں کی ضرورت مجھے شدت سے محسوس ہوئی، کیوں کہ مولانا کی کتاب غیر مقلد وہابیوں کی فریب کاریوں اور خیانتوں کے موضوع پر ایک جوابی کتاب ہے، اس لئے تحریک وہابیت کی تاریخ پس منظر اور پیش منظر کی جانکاری ضروری ہے، پھر موصوف کی خواہش بھی تھی، اور بزرگوں واساتذہ کا حکم اشاری بھی بحث ذرا لمبی ہوگئی ہے، لیکن دلچسپی اور فائدے سے خالی نہیں، لہٰذا اُمید ہے کہ اُکتاہٹ محسوس نہیں کی جائے گی۔

میں نے مولانا کی کتاب کو تقریباً شروع سے آخر تک دیکھا ہے، جواب الجواب، لاجواب ہے، مولانا نے بڑی محنت اور دلچسپی سے جواب لکھا ہے، اور ہر بات کا مکمل اور مدلل جواب دیا ہے، فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی نے اپنی کتاب ''غیر مقلدوں کے فریب'' میں جن چالیس فریبوں کی نشاندھی کی تھی، اس کا جواب ''آسیب'' کے غیر مقلد مصنف نہیں دے سکے ہیں، مولانا علیمی کا مطالبہ ہے کہ غیر مقلد برادری کے اوپر وہ اب بھی قرضہ ہے، اسے اُتارنا غیر مقلدین کی ذمہ داری ہے، غیر مقلدوں کو موضوع سے پہلوتہی کر کے دوسری بحثوں میں پڑنے سے بہتر اور ضروری یہ ہے کہ اگر وہ حق پرست ہیں تو سنجیدہ ہو کر جواب دینے کی کوشش کریں۔

فروغ احمد اعظمی مصباحی
ساکن کریم الدین پور، گھوسی، ضلع مئو یوپی
استاذ دار العلوم علیمیہ، جمداشاہی، ضلع بستی
۱۷؍رجب ۱۴۲۱ھ/۱۶؍اکتوبر ۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلسنّت اور غیر مقلدین:

تقلید شخصی کے مصنف نے لکھا ہے:

''اسلامی لبادے میں جتنے مذاہب ہندوپاک کی سرزمین میں وجود پزیر ہوئے ان میں رضا خانیت اپنی مضحکہ خیز حیرت انگیز اور ندرت آمیز قوانین کی بناء پر آج شہرت ومقبولیت کے بام عروج پر ہے'' (تقلید شخصی، ص:۱۷)

آج پچاس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے کہ پوری وہابی برادری بڑی شد ومد سے عقائد اہلسنّت اور علماء حق پر نہایت رکیک حملے کر کے بدنام کرنے کی ناکام کوشش میں لگی ہوئی ہے اور جو عقائد واعمال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک جملہ اہل اسلام کے نزدیک مسلم رہے ہیں اور جن کی اشاعت ہندوپاک میں علماء بریلی وغیرہ کرتے آرہے ہیں ان کو یہ وہابی قرآن وحدیث کے خلاف بتاتے ہیں اور اُمت مسلمہ کو علماء اہلسنّت سے متنفر کرنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنا کر گمراہی پھیلا رہے ہیں۔

علماء اہلسنّت نے ان حضرات کی من گڑھت اور لایعنی باتوں کا سیکڑوں مرتبہ تحریر وتقریر کے ذریعہ دندان شکن جواب دیا اور انہیں غیرت دلا کر بار بار چیلنج بھی کیا کہ ہمارے جو عقائد صحابہ کرام، ائمہ اسلام اور اولیاء عظام کے عقائد سے الگ ہوں ان کا ثبوت پیش کرو مگر ان بے ایمانوں سے آج تک اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا البتہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے بموجب بار بار انہیں بے بنیاد افتراءات کو چھاپ چھاپ کر اپنی خباثت باطنی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ تقلید شخصی کے مصنف نے بھی اپنے سرغنوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مذکورہ بالا تحریر میں یہی غلط تاثر دینا چاہا ہے کہ رضا خانیت ایک نیا فرقہ ہے جس کے بانی مولانا احمد رضا بریلوی ہیں انہیں کی طرف منسوب کر کے اس فرقے کو رضا خانیت اور بریلویت سے تعبیر کیا جاتا ہے مگر میں مصنف موصوف کو بڑے کھلے لفظوں میں سنا دینا چاہتا ہوں کہ:

ہم وہ نہیں جسے نادان تو بگاڑ سکے
کدھر خیال ہے اتنی تری مجال نہیں

حضرات! ہم دلائل وشواہد کی روشنی میں مکمل اعتماد اور یقین سے کہتے ہیں کہ مولوی صاحب کی مذکورہ تحریر دجل وفریب کی ایک ایسی پوٹلی ہے جو اسلام و مسلمین کے درمیان افتراق وانتشار پھیلانے والے زہریلے جراثیم سے بھری ہوئی ہے، آپ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تمام تحریرات وتعلیمات کو علم اور انصاف ودیانتداری کی نظر سے مطالعہ کیجئے تو یہ امر مثل آفتاب واضح ہو جائے گا کہ ان کی ہر تحریر کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی صحیح ترجمان ہے اور سلف صالحین وائمہ مجتہدین کے ارشادات اور مسلک اہلسنت کی مکمل تفسیر ہے وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک لمحے کے لئے بھی صحابۂ کرام واسلاف عظام کے طریقے سے نہیں ہٹے اور نہ ہی کوئی نیا عقیدہ ومذہب ایجاد کیا ان کے وہی عقائد ہیں جو صحابہ کرام سے متوارثاً آج تک سواد اعظم اہلسنت وجماعت کے عقائد ہیں۔

وہابیوں کا یہ کھلا ہوا فراڈ اور جھوٹ ہے کہ بریلوی ایک نیا فرقہ ہے ان کے اس افتراء اور بہتان پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھنا ہی کافی ہے مگر ہم جناب مصنف کی غیر مقلدیت کا نشہ اُتارنے کے لئے ایک غیر مقلد ہی کا بتایا نسخہ پیش کر رہے ہیں ممکن ہے اپنے ہمزاد کا تیار کردہ نسخہ آنجناب کو راس آجائے، بریلوی حضرات کے متعلق احسان الٰہی ظہیر غیر مقلد نے لکھا ہے:

یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے لیکن افکار وعقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔ (البریلویہ، ص:۷)

اسی طرح ایک اور غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے اسی سال قبل سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔''

(شمع توحید، ص:۴۰)

اور شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

انہوں (امام احمد رضا) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی (موج کوثر، ص:۷۰)

اور اب ہم ایک بہت بڑے دیوبندی اور غیر مقلد بزرگ کی تحقیق پیش کر رہے ہیں شاید دیوبندیت وغیر مقلدیت کے اس مجمع البحرین کی بات وہابی برادری مان لے، تو لیجئے موصوف سلیمان ندوی کی تحریر ملاحظہ کیجئے آپ لکھتے ہیں:

''تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنہ کہتا رہا اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔''

(حیات شبلی، ص:۴۶)

حضرات! ان تمام اقتباسات سے یہ حقیقت کھل کر اُجاگر ہو جاتی ہے کہ بریلوی حضرات کے عقائد نئے نہیں بلکہ قدیم ہیں اور وہی درحقیقت اہلسنّت وجماعت ہیں ان حقائق کی روشنی میں اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ بریلویت کا نام لے کر مخالفت کرنے والے دراصل ان ہی عقائد وافکار کو نشانہ بنا رہے ہیں جو زمانہ قدیم سے اہلسنّت کے چلے آرہے ہیں

مولوی مستقیم سنو! اہل حدیث کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ تو یہ لکھ رہے ہیں کہ اسّی (۸۰) سال قبل سب مسلمان بریلوی حنفی خیال کے تھے اور تم غیر مقلدوں کے ہی ایک قصہ گو مولوی ظہیر یہ لکھ رہے ہیں کہ ان کے عقائد وافکار قدیم ہیں اور خود تم یہ لکھ رہے ہو کہ بریلوی حضرات نے نیا عقیدہ ایجاد کیا ہے تو تم دونوں میں کون جھوٹا، کذاب، مفتری اور دھوکہ باز ہے اور کون سچا ہے اس کا فیصلہ خود کر لو:

دور کرلو تم اپنی غلط فہمیاں
دیکھ لو سامنے سب کی تصویر ہے

بریلوی عقائد مشرق سے مغرب تک:

حضرات! ماسبق کی تحریر سے یہ مسئلہ صاف ہوگیا ہے کہ کس کا عقیدہ نیا ہے اور کون پرانے طریقوں اور عقیدوں پر جما ہوا ہے مگر میری خواہش ہے کہ غیر مقلدوں کے معتمد خاص مولوی احسان الٰہی کی ایک ایسی تحریر پیش کردوں جس سے یہ معاملہ سورج کی مانند روشن ہوجائے کہ الحمدللہ ہم نے اپنی طرف سے کوئی نیا عقیدہ نہیں گڑھا ہے بلکہ دُنیا بھر کے مسلمان جس عقیدے پر ہیں اور جنہیں سوادِ اعظم اہلسنت کہا جاتا ہے وہی ہمارے بھی عقیدے ہیں لیجئے احسان الٰہی کا اعتراف حقیقت دیکھئے:

''ابتداءً میرا گمان تھا کہ یہ فرقہ پاک وہند سے باہر موجود نہیں ہوگا مگر یہ گمان زیادہ دیر تک قائم نہیں رہا...... میں نے یہی (بریلوی) عقائد مشرق کے آخری حصے سے مغرب کے آخری حصے تک اور افریقہ سے ایشیا تک اسلامی ممالک میں دیکھے۔'' (البریلویہ، ص:۱۰)

ع: مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

قارئین کرام! آپ ذرا سنجیدگی سے غور کریں کہ ایک طرف تو ان وہابیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ بریلویت ایک نیا فرقہ ہے جس کے عقائد قرآن وحدیث کے خلاف اور شرک وکفر سے بھرے ہوئے ہیں اور دوسری طرف ان کے شیخ الاسلام اور معتمد خاص اس بات کا برملا اعتراف کررہے ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے وہی عقائد ہیں جو بریلوی حضرات کے ہیں تو کیا یہ غیر مقلدین اور وہابی مُلّا بلفظ دیگر دُنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر اور مشرک نہیں قرار دے رہے ہیں اگر یہی وہابیت اور غیر مقلدیت ہے کہ دُنیا بھر کے مسلمان مشرک اور کافر وگمراہ ہیں۔ (اور میں یقین سے کہہ رہا ہوں کہ بلاشبہ وہابیوں کے نزدیک ایسا ہی ہے کہ صرف وہابی ہی مسلمان ہیں بقیہ سب گمراہ اور بددین ہیں چنانچہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی نے لکھا ہے:

''محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہلِ عالم اور تمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان (غیر مقلد نے خود اس کے ترجمہ میں دونوں باتوں کی تصریح کی ہے)۔'' (الشہاب الثاقب، ص:۴۳)

لہٰذا علماء حق نے ان وہابی ظالموں کے خلاف جو فتاویٰ صادر فرمائے تھے بالکل صحیح اور حق تھے...... تقلید شخصی کے مصنف کا بریلوی عقائد کو خلاف قرآن وحدیث اور نوزائیدہ بتانا اتنا بڑا مکروفریب ہے کہ جس کو پڑھ کر خود فریب کو بھی غیرت آجائے مگر ان غیر مقلدوں کو......

فرقۂ وہابیت کی پیدائش:

دُنیا کا عجب دستور ہے اپنے عیبوں کو چھپانے کے لئے دوسروں پر الزام لگانا ایک معمولی بات خیال کی جاتی ہے، وہابی چونکہ خود ہی عقائد باطلہ رکھتے ہیں اور پوری اُمت مسلمہ سے الگ ہٹ کر اپنا نیا طریقہ اور نظریہ پیش کرتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ یہ ساری خرافات اسلام کا لبادہ اُوڑھ کر بلکہ سچا پکا مسلمان ہونے کا دعویدار بن کر مسلم معاشرے میں پھیلا رہے ہیں اس لئے علماء حق پر اور اسلامی معتقدات ومسلمات پر اعتراضات کرکے اپنی اصلیت چھپاتے ہیں، لہٰذا میں صرف یہ بتاکر آگے بڑھ جاؤں گا کہ یہ باطل نوزائیدہ فرقہ کب پیدا ہوا لیجئے ملاحظہ کیجئے دیوبندی مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے لکھا ہے:

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہلسنت والجماعت سے قتل وقتال کیا۔'' (شہاب ثاقب، ص:۴۲)

اس بیان سے تو یہ بات واضح ہورہی ہے کہ خود وہابیت کی ہی پیدائش تیرہویں صدی میں ہوئی ہے۔ اور وہی نیا فرقہ ہے نہ کہ بریلویت اب مولوی مستقیم کو ہوش کے ناخن لینا چاہئے اور چاند پر تھوکنے کی ناپاک کوشش سے باز آجانا چاہئے۔

پہلے اپنے جنوں کی خبر لو
پھر مرے عشق کو آزمانا

(نوٹ) فتنہ وہابیت سے متعلق گفتگو تفصیل کے ساتھ آگے آرہی ہے۔

کلمۂ ترضی کا استعمال اور غیر مقلدین:

تقلید شخصی کے مصنف نے لکھا ہے:

''دیکھو مذہب اسلام میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدس خطاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے ساتھیوں کو دیا گیا ہے مگر اس دھرم میں ہر گرا پڑا اگلا سڑا لولا لنگڑا اندھا اپاہج سڑی دیوانہ مرنے کے بعد رضی اللہ عنہ ہو جاتا ہے۔
(تقلید شخصی، ص:۱۷)

ایک ہم ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کا ہر سنجیدہ طبقہ سر بگریباں ہے کہ آخر غیر مقلدین کا بازاری بھانڈوں کی طرح اپنے سوقیانہ پن کے اظہار سے کیا حاصل ہے؟ کسی کے نظریہ پر اعتراض کرنے کا یہ کونسا طریقہ ہے جسے ان وہابی شریفوں نے اپنا کر اپنی کیفیت باطنی کا پتہ دیا ہے، ویسے اس پر ہمیں کچھ تبصرہ نہیں کرنا ہے کہ ان کا انداز گفتگو اور اسلوب تحریر کیا ہے البتہ انہیں کے گروہ کے ایک بزرگ عالم اشرف علی تھانوی کا بیان ضرور نقل کر دے رہے ہیں وہ کہتے ہیں:

''اور ایک چیز کا تو ان (غیر مقلدوں) میں نام و نشان نہیں وہ ہے ادب، نہایت ہی گستاخ اور بے ادب ہوتے ہیں جو جس کو چاہتے ہیں کہہ ڈالتے ہیں۔

(افاضات یومیہ، ج:۴، ص:۲۳)

مزید کہتے ہیں: ادب اور تہذیب ان کو چھو بھی نہیں گئے۔

(افاضات یومیہ، ج:۱، ص:۲۲۲)

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا

کیا سمجھے مولوی مستقیم؟ یہ مولوی اشرف علی آپ کے ہم عقیدہ اور آپ لوگوں کی حقیقت سے بڑی اچھی طرح واقف تھے اس لئے بہت صفائی سے لکھ دیا کہ غیر مقلد نہایت بدتمیز اور بے ادب ہوتے ہیں، اگر ہمیں اس موضوع پر گفتگو کرنی ہوتی تو بتاتے کہ غیر مقلد کتنے کمینے اور بدتہذیب ہوتے ہیں۔

لیکن ہمیں تو فی الحال ان کے اس فریب کا پردہ چاک کرنا ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے کسی اور کے لئے اس کا استعمال درست نہیں۔

حضرات! اگر وہابیوں کی یہ بات درست مان لی جائے کہ صحابۂ کرام کے علاوہ کسی اور کو واقعتا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں کہا جا سکتا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عالم اسلام کی بے شمار جلیل القدر ہستیوں نے اس جملہ کو صحابہ کرام کے علاوہ دوسرے علماء کرام، اولیاء عظام کے لئے استعمال کیا ہے تو کیا سب نے ناجائز اور غلط کیا؟ کسی کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ جملہ صرف صحابہ کرام ہی کے لئے بولنا چاہئے معلوم ہوا تو صرف تیرہویں صدی کی نوزائیدہ یہودیوں کی ناجائز اولاد وہابیوں کو باقی سب غلطی پر تھے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

حقیقت یہ ہے کہ یہ جملہ جس طرح صحابہ کرام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح اجلہ علماء کرام اور اولیاء عظام کے لئے بھی اس کا بولنا بلا شبہ جائز و درست ہے چنانچہ درمختار میں ہے:

"یستحب الترضی للصحابة والترحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذا یجوز عکسه وهو الترحم للصحابة والترضی للتابعین ومن بعدهم علی الراجح"

''صحابہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد جو علماء کرام اور نیک حضرات ہیں ان کے لئے رحمہ اللہ کا استعمال مستحب ہے اور اسی طرح اس کا برعکس بھی مذہب راجح کے مطابق درست ہے یعنی صحابہ کے لئے رحمہ اللہ اور تابعین وغیرہ

کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا''۔ (درمختار مع الشامی، ج:۵،ص:۴۸۰)

اور نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں مرقوم ہے:

"ویذکر من سواھم ای من سوی الانبیاء من الائمة وغیرھم بالغفران والرضی فیقال غفراللہ تعالیٰ لھم ورضی عنھم"

اور انبیاء کرام کے علاوہ دیگر حضرات یعنی ائمہ کرام وغیرہ کو غفران اور رضا سے یاد کیا جائے تو ان کے لئے غفراللہ لہم اور رضی اللہ عنہم بولا جائے''۔

(نسیم الریاض، ج:۳،ص:۵۰۹)

ان عبارتوں سے یہ امر مکمل واضح ہو جاتا ہے کہ جملۂ رضی اللہ عنہ صرف صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ علماء کرام اور مشائخ عظام کے لئے بھی اس کا استعمال جائز و درست ہے یہی وجہ ہے کہ بے شمار غیر صحابہ کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اشعۃ اللمعات ، ج:۴،ص:۴۳۷ پر حضرت اویس قرنی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے جب کہ آپ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں اسی طرح علامہ شامی نے اپنی کتاب فتاوی شامی ج:۱،ص:۳۵ پر امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے جب کہ آپ تابعی بھی نہیں ہیں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے مقدمۂ فتح الباری ص:۱۸ پر امام بخاری کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور علامہ خفاجی نے اپنی کتاب نسیم الریاض، ج:۱،ص:۵ پر علامہ عیاض کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے اس کے علاوہ بے شمار علماء و محققین نے غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے.....اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ غیر مقلدین ان حضرات پر کیا فتویٰ چسپاں کرتے ہیں۔

مرے دل کو توڑو پر اتنا سمجھ لو
کہ برباد ہوگا یہ کاشانہ کس کا

قرآن کریم سے تائید:

قرآن مجید سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ رضی اللہ عنہ کا جملہ صحابہ کے ساتھ خاص نہیں ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"رضی الله عنهم ورضوا عنه ذلك لمن خشی ربه" (البينة ۸)

''یعنی اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہیں یہ (مقام) ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈریں''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ نسفی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"(ذلك) ای الرضا لمن خشی ربه"

''رضا یعنی رضی اللہ عنہم ان لوگوں کیلئے ہے جن کے دل میں رب کی خشیت ہو''

اور رب کی خشیت علماء حق کا ہی خاصہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"انما يخشى الله من عباده العلماء" (الفاطر ۲۸)

''صرف اللہ کے بندے علماء ہی کو خشیت رب حاصل ہے''

اب ان آیات وتفاسیر سے یہ مسئلہ طے ہوگیا کہ رضی اللہ عنہ علماء کے لئے استعمال ہوگا خواہ وہ صحابی ہوں یا نہ ہوں، غیر مقلدین کو ہمارا کھلا چیلنج ہے کہ کوئی آیت یا حدیث پیش کردیں جس میں غیر صحابہ کے لئے اس لفظ کے استعمال سے منع کیا گیا ہو تو منہ مانگا مطالبہ پورا کیا جائے گا.....مگر ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

دیکھو اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو:

مولوی مستقیم نے اہلسنت سے نفرت وعداوت کی رَو میں بہہ کر بڑے طمطراق سے یہ تو لکھ دیا کہ غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہ نہیں کہنا چاہئے اور اس بات کو بتانے کے لئے انہوں نے جو انداز اختیار کیا ہے اسے کوئی شریف آدمی پسند نہیں کرسکتا مگر میں مولوی صاحب سے کہوں گا کہ اپنے گھر کی بھی کچھ خبر رکھا کرو تا کہ دوسروں پر کیچڑ اُچھالنے میں کچھ غیرت محسوس ہو یہ لو دیکھو جماعت غرباء اہلحدیث کے امام مولوی عبدالستار اپنے مجدد ابو محمد عبدالوہاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''مولانا الحاج ابومحمد عبدالوہاب رضی اللہ عنہ''

(خطبہ امارت، ص:۱۳، بحوالہ حدیث اور اہل حدیث، ص:۱۳۰)

اور ہاں ذرا اپنے ہم خیالوں کا بھی حال دیکھ لو...... عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

''مولانا محمد قاسم صاحب مولانا رشید احمد صاحب رضی اللہ عنہما''

(تذکرۃ الرشید ج:۱، ص: ۲۸)

اور اگر زیادہ درد نہ پیدا ہوا ہو تو ابھی علی میاں ندوی وہابی کے مرنے پر البعث الاسلامی لکھنؤ کا علی میاں نمبر دیکھو اور اگر آنکھوں میں موتیابند کی شکایت ہو تو اپنے کسی دم چھلے سے پڑھوا کر سن لو، اس کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہوا ہے۔

"لسماحته رضی الله عنه" (ٹائٹل پیج مجلۃ البعث الاسلامی لکھنؤ شمارہ ماہ ذی الحجہ تا صفر ۱۴۲۱ھ)

مولوی صاحب! بقول آپ کے سنیوں کے دھرم میں تو ہر گرا پڑا مرنے کے بعد رضی اللہ عنہ ہو جاتا ہے یہ خود آپ کے گھر میں کب سے اندھے، اپاہج، لولے لنگڑے، گلے سڑے اور کوڑھی مرنے کے بعد رضی اللہ عنہ ہونے لگے۔

شرم وحیا کا تم میں تو کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض غیروں پر اپنی خبر نہیں

اجمیر شریف غیر مقلدوں کی نظر میں:

تقلید شخصی کے مصنف نے لکھا ہے:

''اسی طرح لفظ شریف جو مقدس کتب اور متبرک مقامات کے لئے استعمال ہوتا ہے ان (سنیوں) کے یہاں وہی لفظ حقہ، پان، تمباکو، پان اور ان بستیوں کے نام کے ساتھ لکھا پڑھا اور بولا جاتا ہے جہاں اوباشوں، لفنگوں، اُچکوں اور آبرو باختہ عورتوں کا اڈہ ہوتا ہے جیسے اجمیر شریف، دیوہ شریف، بریلی شریف۔

(تقلید شخصی، ص:۱۸)

مذکورہ عبارت کے حرف حرف سے وہابی غلاظت اور غیر مقلدیت کی بدبودار نالی بہہ رہی ہے اور اولیاء اسلام سے وہابیوں کی قلبی عداوت ودشمنی کا صاف پتہ چل رہا ہے۔

ذرا سینے پہ ہاتھ رکھ کر سوچئے تو سہی کہ وہ اجمیر معلیٰ جہاں سے سلطان الہند خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ نے اسلامی تعلیمات وعقائد کی نشر واشاعت کی اور ہندوستان میں جسے ایک عظیم اسلامی یادگار مانا جاتا ہے ایسی محترم جگہ ان ظالموں کی نظر میں اوباشوں کا اڈہ ہے۔

نہ رسم مہر سے واقف نہ آئین ادب جانے
بتا اے بے شرم! رہنے والا تو کہاں کا ہے

وہابیو! امام احمد رضا کے انداز تحریر پر تو بہت اُچھل کود مچاتے ہو مگر اپنے پھکڑ باز مولوی کی اس ناپاک جرأت پر سونٹھ کی ناس کیوں لے رکھی ہے، سلفی بنتے ہو اور اسلاف کے دامن وقار کو تار تار کرنے میں ذرا بھی شرم نہیں محسوس ہوتی ہے تف صد ہزار تف ایسی سلفیت پر...... مجھے حیرت اس پر ہوتی ہے کہ کمال بے حیائی سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے انداز تحریر پر آنجناب نے بھی قلم تنقید چلایا ہے۔ سچ ہے، دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھنے والوں کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا ہے۔

تبصرہ غیر کے کردار پہ کرنے والے
کیا تری خود سے ملاقات نہیں ہوتی ہے

لفظ ''شریف'' کا استعمال:

قارئین محترم! آپ حضرات کی تسلی کے لئے پہلے لفظ ''شریف'' کا معنی لکھ دیا جارہا ہے پھر قرآن وحدیث کی روشنی میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کے استعمال کا محل واضح کیا جائے گا۔ ''شریف'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی لغت کی کتابوں میں بلند رُتبہ والا، بزرگ، عالی خاندان اور مہذب وغیرہ لکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس میں بزرگی، برتری، اور بلندی پائی جائے تو اس کو شریف کہا جائے گا، اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے آرام فرما ہوتے ہیں ان نفوس قدسیہ کی برکت ونسبت سے وہ جگہ بھی بلند وبالا اور شرف وفضل والی ہوجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جن مقامات پر اُمت کے مشائخ کرام اور اولیاء اسلام آرام فرما ہوتے ہیں مسلمان ان کو شریف وغیرہ کہتے آئے ہیں اور بلا نکیر ان کے درمیان یہ استعمال جاری ہے۔

وہابیوں کی علمی بے مائیگی، فکری افلاس اور عقل وخرد کی کمی کا اس سے زبردست ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ ان بیچاروں کو ابھی یہی نہیں معلوم کہ شریف اور ذلیل کا استعمال کب اور کہاں کیا جاتا ہے جب کہ خود قرآن پاک میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ بزرگوں کی برکت سے مقام اور جگہ بھی عزت وشرف والی ہوجاتی ہے اس لئے ان جگہوں کو بھی شریف اور مقدس جیسے کلمات سے یاد کیا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید سے تائید:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"ادخلوا الارض المقدسة التی کتب اللہ لکم" (المائدہ ۲۱)

''اس مقدس سرزمین میں داخل ہوجاؤ جو اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے''۔

اب آیئے دیکھیں وہ کون سا مقام ہے جسے قرآن مجید نے مقدس اور پاکیزہ کہا ہے اور مذہبی اعتبار سے اس جگہ کی کیا حالت تھی، تو تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں مختلف اقوال ہیں بعض حضرات نے ملک شام کہا ہے اور بعض نے فلسطین اور کچھ حضرات نے دمشق بتایا ہے ان میں سے جس جگہ کو بھی آپ مراد لیں مگر یہ بات طے ہے کہ وہ زمین کفر وشرک اور ظالم وجابر بادشاہوں کے وجود سے بالکلیہ پاک نہیں تھی چنانچہ تفسیر بحر محیط میں ہے۔

"قال الطبری تظاهر الروایات ان دمشق هی قاعدة الجبارین انتهی"

''طبری نے کہا ہے کہ روایتوں سے ظاہر ہے کہ دمشق ظالموں کا مرکز تھا''

(البحر المحیط، ج:۳، ص:۴۵۴)

علامہ فخر الدین رازی تحریر فرماتے ہیں:

"تلك الارض قال موسى علیه السلام (ادخلوا الارض المقدسة) ماکانت مقدسة عن الشرك"

''وہ جگہ (جہاں حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے جانے کو کہا تھا) شرک سے پاک نہیں تھی۔'' (تفسیر کبیر، ج:۱۱، ص:۱۹۷)

اور مولوی امین احسن اصلاحی کہتے ہیں:

''یہ علاقہ اگرچہ بعد میں کافروں اور بت پرستوں کے قبضے میں آگیا تھا لیکن توحید اور خدا پرستی کی اذان چونکہ سب سے پہلے اسی علاقے میں گونجی تھی اس وجہ سے اس کو ارض مقدس سے تعبیر فرمایا۔'' (تدبر قرآن، ج:۲، ص:۴۸۷)

ان اقوال کی روشنی میں یہ مسئلہ مثل آفتاب اُجاگر ہوجاتا ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ کو مقدس اور پاکیزہ کہا گیا ہے وہاں پر بھی کفر وشرک اور ظلم وستم کا وجود تھا لیکن چونکہ وہ زمین اللہ کے برگزیدہ بندوں کی آرام گاہ تھی اور وہاں سے توحید ورسالت کا پیغام پھیلایا گیا تھا اس لئے ان عظیم ہستیوں کی نفاست وپاکیزگی نے اس مقام کو بھی پاکیزہ بنا دیا اور ان کی نظافت وشرافت کے آگے کفر وشرک اور طغیان وعصیان کا وجود عدم کی منزل میں ہوگیا اور غلبۂ خیر کے

جھونکوں نے ظلمتوں اور برائیوں کے گھروندوں کو تہس نہس کر دیا تھا اس لئے اس سرزمین کی طہارت اپنی جگہ برقرار رہی اور قیامت تک برقرار رہے گی میری اس تحریر کی صداقت علامہ صاوی مالکی قدس سرہٗ کی درج ذیل عبارت سے بخوبی عیاں ہو جاتی ہے آپ لکھتے ہیں:

"انما سميت مطـــهرة لِسُكنى الانبياء المطهرين فيها فشرفت وطهرت بهم فالظرف طاب بالمظروف"

"اس زمین کو پاک اور مطہر اس لئے کہا گیا کہ وہ انبیاء کرام کا مسکن تھی تو وہ جگہ ان پاکیزہ لوگوں کی وجہ سے شریف اور پاک وصاف ہو گئی۔"

(تفسیر صاوی، ج:۱،ص:۲۶۰)

ان تفصیلات سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ دُنیا کے وہ خطے جہاں اللہ کے نیک بندے، اولیاء کرام وغیرہ آرام فرما ہوں ان جگہوں کو ان بزرگان دین کی نسبت وتعلق کی بناء پر شریف اور مقدس کہنا خود سنت الہیہ ہے اس کا انکار دوپہر کی سخت دھوپ میں سورج کے انکار کے مترادف ہوگا جو لوگ اپنی جہالت اور بزرگان دین سے عداوت کی بنا پر اس سے منع کریں انہیں اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہئے۔

مولوی مستقیم نے جس انداز سے اجمیر کو مقدس اور دیوہ کو شریف کہنے پر واویلا مچایا ہے اس سے ان کی شرافت کا خوب پتہ چلتا ہے بزرگان دین کے آستانہ اور ان مقدس شخصیتوں کے آرام کی جگہیں اگر غیر مقلدوں کی نگاہ میں آبرو باختہ عورتوں کے اڈے ہیں تو مجھے یہ لکھنے سے کوئی نہ روکے کہ ان وہابیوں کے گھر اور سعودی ریال سے بنی ہوئی ان کی بلڈنگیں بھی طوائفوں کے مرکز اور ان کے بنے ہوئے مدرسے لواطت واغلام بازی کے اڈے ہیں جن میں یہ غیر مقلدین دن رات عیاشی وفحاشی کے اجتہادات کیا کرتے ہیں کیوں مولوی صاحب صحیح ہے نا؟

بدنہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

ایک شبہ کا ازالہ:

ہم نے قرآن شریف کی آیت کریمہ اور اس کی تفسیر وتشریح کے ذریعہ لفظ شریف کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے متانت وسنجیدگی اور شرافت وپاکیزگی کے طبقوں کے لئے انشاءاللہ کافی ہوگا...... البتہ بعض ذہنوں میں ممکن ہے یہ شبہ پیدا ہو کہ بہت سے ایسے مقامات ہوتے ہیں جہاں کافروں مشرکوں اور غیر مہذب لوگوں کی کثرت ہوتی ہے اب اگر ایسی جگہوں پر بزرگان دین کے مزارات اور ان کی آرام گاہیں ہوں تو کیا ان جگہوں کو بھی شریف اور مقدس جیسے الفاظ سے یاد کیا جا سکتا ہے۔

اس کے متعلق آیئے تفاسیر کا مطالعہ کریں مسئلہ خود صاف ہو جائے گا ابھی آپ ارض مقدس کے بارے میں پڑھ چکے ہیں کہ وہ جگہ ظالموں اور مشرکوں کے قبضے میں تھی پھر بھی اسے بزرگوں کی نسبت کی وجہ سے مقدس کہا گیا ہے کیوں؟ اس کا جواب سنئے علامہ صاوی فرماتے ہیں۔

"ان قلت ان الجبارين كانوا فيها وهم غير مطهرين"
"اجيب بان الخير يغلب الشر والنور يغلب الظلمة"

اگر کوئی سوال کرے کہ اس بستی میں ظالم وجابر بھی رہتے تھے اور وہ پاک وصاف نہیں تھے پھر کیسے اسے پاک کہا گیا۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ خیر شر پر اور روشنی تاریکی پر غالب ہوا کرتی ہے۔

(تفسیر صاوی، ج:۱،ص:۲۶۰)

علامہ آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"وغلبة الجبارين عليها لا يخرجها عن ان تكونَ مقدسة"

اس آبادی پر ظالموں کا قبضہ اسے مقدس ہونے سے خارج نہیں کرسکتا

ہے۔روح المعانی ج:۵،ص:۱۰۶)

علامہ ابوحیان اندلسی فرماتے ہیں:

”وغلبة الجبارين لا يخرجها عن ان تكون مقدسة“

اورظالموں کے تسلط کی بنا پر وہ زمین مقدس ہونے سے نہیں نکلے گی۔

(البحر المحیط، جلد:۳،ص:۴۵۴)

ان عبارات کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ کسی بستی میں کافر ومشرک اور آوارہ لوگ رہتے ہوں لیکن جب وہاں کوئی اللہ کا نیک بندہ جلوہ فرما ہوگیا تو اس کی برکت سے اس بستی کو بھی شرافت وفضیلت مل جایا کرتی ہے اور کفر وشرک وغیرہ کی گندگی اس کی شرافت پر اثر انداز نہیں ہوسکتی ہے۔

اب اگر وہابیوں میں ذرا بھی غیرت وحیا ہو تو کوئی حدیث پیش کریں جس میں اجمیر دیوہ اور بریلی یا بہرائچ کو شریف کہنے سے روکا گیا ہو۔ میرا ان کو چیلنج ہے کہ مرتے مرتے مرجائیں گے گل اور سڑ جائیں گے مگر کوئی حدیث نہیں پیش کرسکتے ہاں طوفان بے تمیزی ضرور برپا کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے شریف اور نیک عقیدہ سنیوں کو محفوظ رکھے۔(آمین)

تصوف اور غیر مقلدین:

تصوف کیا ہے؟ صوفیاء کرام کن حضرات کو کہا جاتا ہے؟ ان کے شرعی احکام کیا ہیں؟ یہ سب مستقل موضوعات ہیں جن پر بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں، فی الحال ہم غیر مقلدوں کی اس گندی ذہنیت کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں کہ تصوف بدعت وخرافات اور غیر اسلامی افکار ونظریات کا مجموعہ ہے، جیسا کہ مولوی مستقیم نے تصوف اور صوفیا کے متعلق یوں زہر افشانی کی ہے کہ:

> ”اہل طریقت نے شریعت کی پاکیزہ تعلیم کو علوم ظاہر اور طریقت کی مصنوعی نظریات کو علوم باطنی کا نام دیا ہے اس بدعت سے جو خرابیاں پیدا ہوئیں ان

> سے انسان کی اعتقادی زندگی کا ہر ”پہلو بے حد متاثر ہوا اور شریعت کے بہت سے احکام معطل ہوکر رہ گئے۔
>
> اہل طریقت وصوفیا کی مصنوعی ریاضتیں ومجاہدے وہ رنگ لائے کہ توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد عوام ان شعبدوں سے متاثر ہوکر ان کے گرویدہ ہوگئے۔
>
> یہ مکار طریقت کے پوائزن پر شریعت کی شیرینی لگاکر کس صفائی کے ساتھ عوام کے حلق میں میٹھا زہر اتار رہے ہیں۔“ (تقلید شخصی، ص:۱۸تا۲۱)

حضرات! تصوف اور صوفیاء کرام کے متعلق مولوی مستقیم کی مہربانیوں کو آپ نے ملاحظہ کرلیا ہے، جناب نے جس شریفانہ انداز میں تصوف وطریقت کو مکر، شعبدہ بدعت اور نہ جانے کن کن الفاظ والقاب سے نوازا ہے آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ غیر مقلدوں کے نزدیک تصوف کتنی گھناؤنی چیز ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ:

آئینہ سامنے کردوں تو پسینہ آجائے

آج غیر مقلدین تصوف کو ہدف تنقید بنارہے ہیں اور اولیاء اللہ پر زبان طعن دراز کرتے پھر رہے ہیں مگر حقیقت میں تصوف اور اس کے تمام اشغال ورسوم ان کے اکابر میں مکمل طور پر رائج تھے اور تصوف کی وہ تمام باتیں ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں جن سے موجودہ غیر مقلد ٹولہ انکار کرتا ہے ایک دیوبندی مکتب فکر کے پرجوش مبلغ کا یہ بیان بھی ہماری تحریر کی تائید کرتا ہے انہوں نے لکھا ہے:

> ”ہمیں اس بات پر بڑا تعجب ہے اور ہم اس تعجب میں حق بجانب ہیں کہ اس فرقے کی نئی نسل تصوف اور صوفیاء سے آج کس طرح بے زاری کا اظہار کررہی ہے صوفیاء کو سخت سست کیسے کہتی ہے جب کہ صوفیا ہی کے مسلک پر اس کے وہ اکابر واسلاف تھے جن کے دامن کو آج اس نئی نسل نے بڑی مضبوطی سے تھام رکھا ہے اس نفاق کی کوئی وجہ کسی بھی طرح ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔“

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، ص:۹۳)

مزید ایک جگہ اور لکھا ہے:

''آج کے غیر مقلدین جو عربوں کے ساتھ حد درجہ موانست کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں اور عربوں کے سر میں سر ملاتے رہتے ہیں بلکہ عربوں سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر تصوف کو علی الاطلاق ہدف تنقید بناتے رہتے ہیں اور اولیاء اللہ پر زبان طعن دراز کرتے رہتے ہیں۔ کیا انہیں اپنے گھر کی خبر نہیں؟ اگر ہے۔ اور یقیناً ہے تو پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔'' (آئینہ غیر مقلدیت، ص: ۹۰)

قارئین محترم! معاملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ دیوبندی عالم نے بیان کیا ہے ہم نے بھی جب غیر مقلدوں کی خانہ تلاشی لی تو صوفیا کے بے شمار رسوم واشغال ان کے اندرون خانہ سے برآمد ہوئے بطور نمائش چند رسوم کا تذکرہ کیا جارہا ہے اسی سے اندازہ ہو جائے گا کہ غیر مقلدوں کا معاملہ یہ ہے کہ:

شیشۂ مے بغل میں پنہاں ہے
پھر بھی دعوی ہے پارسائی کا

سلسلۂ بیعت اور غیر مقلد عالم میاں نذیر حسین دہلوی:

میاں نذیر حسین دہلوی اپنی جماعت میں شیخ الکل فی الکل کے عجیب منصب پر فائز ہیں اور کشتی غیر مقلدیت کے ناخدا مانے جاتے ہیں، صوفیاء کرام کے یہاں بیعت اور پیری مریدی کا سلسلہ چلتا ہے آج کے غیر مقلدین کے نزدیک یہ سب شرک وبدعت ہے مگر میاں صاحب کے یہاں اس رسم ورواج کا کیا حال تھا اسے ایک غیر مقلد مولوی کی زبانی سنئے لکھتے ہیں:

''آپ کے یہاں بیعت کی تمام قسمیں رائج تھیں سوائے بیعت خلافت، بیعت جہاد، بیعت ثبات فی القتال اور بیعت ہجرت کے، نیز مریدین کو ان کے حسب حال بیعت فرماتے تھے۔'' (الحیاۃ بعد المماۃ، ص: ۱۴۵)

نیز لکھتے ہیں:

''سفر بنگال میں آپ کی خدمت میں بے شمار لوگ آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔'' (حوالہ: سابق، ص: ۱۴۶)

اب مولوی مستقیم بتائیں کہ جب تصوف خرافات، شعبدہ، مکر اور شرک وبدعت ہے تو آپ کے میاں صاحب کا کیا حال ہوگا۔ اگر آپ میں ذرا بھی شرم وحیا ہو تو جو فتوی بریلویوں پر چسپاں کرتے ہیں میاں صاحب پر بھی لگائیے تاکہ آپ کی غیر مقلدیت کا بھرم باقی رہے۔

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

بیعت اور نواب صدیق حسن بھوپالی:

نواب صاحب کی بھاری بھرکم ذات پر پوری غیر مقلد برادری کو ضرورت سے زیادہ ہی ناز ہے آپ اس ٹولے کے عظیم مجدد مانے جاتے ہیں آنجناب کا تصوف کے متعلق کیا خیال تھا؟ اگر آپ اس کا جائزہ لیں گے تو حیران وششدر رہ جائیں گے اور دانتوں تلے انگلی دبالیں گے کہ ان کا پورا گھرانہ ہی تصوف کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور بیعت وارادت تو ان کے گھر کی پرانی ریت تھی، آپ کے والد سید احمد رائے بریلوی کے ہاتھ پر اور آپؒ کے بیٹے شیخ فضل الرحمن گنج مرادآبادی کے دست مقدس پر بیعت تھے اور والد صاحب تو باقاعدہ صوفیاء کے طریقہ پر لوگوں کو مرید بھی کیا کرتے تھے۔ اگر مولوی مستقیم اپنی بینائی صحیح رکھتے ہوں تو پڑھیں نواب صاحب نے بیان کیا ہے۔

والد صاحب عارف باللہ سید احمد رائے بریلوی کے ہاتھ پر بیعت تھے۔

(التاج المکلل، ص ۲۹۲)

نیز لکھتے ہیں۔

آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا چنانچہ تقریباً دس ہزار لوگ آپ

کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ (ایضا)

حضرات! تصوف کے متعلق غیر مقلد مجددین کا رویہ آپ کے سامنے ہے اب خود فیصلہ کیجئے کہ جس جماعت کے اکابرین کی زندگی تصوف میں ڈوبی رہی آج اسی جماعت کے نوخیز اس کی مخالفت کرتے پھر رہے ہیں آخر یہ عظیم فکری انقلاب اور اپنے اسلاف سے بغاوت کا جذبہ کیسے پیدا ہوا...... راقم کے نزدیک اس کا صرف ایک سبب ہے اور وہ ہے عرب کی نجدی حکومت کی چاپلوسی کر کے ان سے ریال حاصل کرنا اور آخرت برباد کر کے دنیا آباد کرنا، یہی وہ فن ہے جو غیر مقلد اداروں میں سکھایا جاتا ہے اور قوم کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنا اُلو سیدھا کیا جاتا ہے مگر تا بہ کے

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

بیعت اور شاہ ولی اللہ صاحب کے والد محترم:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو غیر مقلدین بزعم خویش جماعت غیر مقلدین کا بانی تصور کرتے ہیں اور ان کے قول وفعل کو براہین قاطعہ مانتے ہیں آیئے تھوڑی دیر کے لئے حضرت شاہ صاحب سے تصوف کے متعلق گفتگو کریں وہ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے والد ماجد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ تعالیٰ صلی علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے بیعت کیا اور میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لیا اسی لئے میں بھی بیعت کے وقت مصافحہ کرتا ہوں۔''

(القول الجمیل، ص:۲۹)

اب مولوی مستقیم صاحب یہ بتایئے کہ بریلوی حضرات اگر تصوف میں کلام کریں تو آپ حضرات آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور مارے غیظ وغضب کے گالی گلوچ تک کر ڈالتے ہیں شاہ صاحب کا یہ خالص صوفیانہ رنگ میں رنگا ہوا کلام سن کر آپ لوگوں کو سانپ کیوں سونگھ جاتا

ہے اگر غیرت ہو تو کہو کہ شاہ صاحب بھی شعبدہ باز مکار، بدعتی اور خرافاتی تھے، تب ہم جانیں کہ ہاں واقعی آپ لوگ دین وایمان اور شرم وحیا والے ہو:

زلف خمدار کو اے شوخ دل آزار نہ چھیڑ
جی نکل جائیں گے عالم کے خبردار نہ چھیڑ

سلاسل اولیا وصوفیا اور شاہ ولی اللہ صاحب:

صوفیاء کرام میں جو سلاسل جاری ہیں وہ بے اصل اور بدعت ہیں یا صحیح اور برحق ہیں اس کے متعلق حضرت شاہ صاحب کا ارشاد ملاحظہ کیجئے آپ فرماتے ہیں:

''میں نے ایک روز اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ان مزارات کی طرف توجہ کی جو نور کے سرچشمے ہیں، تو میں نے دیکھا کہ ان کا سلسلہ اصل اور سلاسل اولیاء اس کی فرع ہیں۔'' (القول الجلی فی ذکر آثار الولی، ص:۱۶۹)

سلسلہ سلوک اور شاہ ولی اللہ صاحب:

سلوک، سالک یہ سب خالص تصوف کی بولیاں ہیں جن کی غیر مقلدین زمانہ کے یہاں کوئی گنجائش نہیں مگر غالباً ان بے وقوفوں کو اپنے گھر کی صحیح پوزیشن نہیں معلوم ہے ورنہ ہرگز اس کے انکار کی جسارت نہ کرتے ہم ایک بار پھر ان کو اپنے گھر تک پہونچانا چاہتے ہیں تا کہ ضد اور ہٹ دھرمی سے باز آ کر کم از کم ہماری نہیں اپنے ہی اسلاف کی صحیح پیروی کریں تو بھی غنیمت ہے، حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سلوک میں ایک طریقہ بواسطہ آنحضرت عطا فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح کریمہ نے مجھے بشارت دیتے ہوئے اس کی حقیقت پر اطلاع بخشی۔

(القول الجلی، ص:۱۶۷)

توحید وجودی و توحید شہودی اور شاہ ولی اللہ صاحب

آج غیر مقلدین مذکورہ الفاظ کو سنتے ہی آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور بدمست شرابی کی طرح جو چاہتے ہیں بکتے ہیں مگر ان کے معتمد خاص شاہ صاحب نہ یہ کہ اس نظریہ کے حامل تھے بلکہ اس کو وہ اسرار الٰہیہ میں شمار کرتے تھے اور اس کی معرفت پر شکر ادا کرتے تھے تفصیل القول الجلی میں ملاحظہ کریں بطور اختصار ان کا ارشاد پیش ہے آپ فرماتے ہیں:

"میں نے اولیاء اللہ کی ایک جماعت کو دو فرقوں میں دیکھا ان میں ایک فرقہ اصحاب اذکار و یادداشت (نقشبندی) کا تھا اور توحید وجودی کا قائل نہ تھا ان کے دلوں پر ایک نور تھا اور چہروں پر مسرت و سرور تھا اور دوسرا گروہ توحید وجودی کا قائل تھا اور ایک قسم کے تفکر میں غرق تھا ان کے دلوں پر ایک حیا غالب ہے حق کے پہلو میں قائم ہیں تدبیر عالم کے ساتھ ان کے چہروں پر غیرت تھی دونوں فریق باہم مناظرہ کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے حَکم بنایا اور میں نے فیصلہ کیا جس پر دونوں راضی ہو گئے پھر میں نے کہا کہ یہ اسرار الٰہی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس سے مخصوص فرمایا ہے کہ میں اس کے ذریعہ تمہارے درمیان فیصلہ کروں۔" (ایضاً، ص:۱۶۰)

ان اقتباسات کو بار بار پڑھئے اور غور کیجئے کہ تصوف کی جن باتوں کو غیر مقلد ٹولہ گمراہی بدعت مشرک اور یہودی سازش کا نتیجہ کہتا پھر رہا ہے اور اس کو رضاخانیت و بریلویت کا نام دے رہا ہے وہ سارے رسوم صوفیانہ اور اقوال تصوف شاہ صاحب کے معتقدات میں شامل ہیں اور شاہ صاحب کی پوری زندگی اسی طرح کے عارفانہ و صوفیانہ کلام سے بھری پڑی ہے اب یا تو غیر مقلدین ان کو بھی بریلوی، رضاخانی اور مشرک و بدعتی مانیں اور اپنی جماعت سے نکال دیں یا پھر یہ بتائیں کہ ایسے معتقدات و اعمال کو اپنانے کے باوجود شاہ صاحب تو کٹر موحد اور عارف حق ولی کامل اور سچے پکے مسلمان رہیں اور بریلوی بیچارے شرک و بدعت کے غار

میں ڈھکیل دیے جائیں ایسا کیوں؟

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

(نوٹ) مولوی مستقیم نے حلول وغیرہ کی جو تعریف نقل کر کے یا تصوف کے متعلق جو زہر اُگل کر یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ اہلسنّت کے یہی سب عقائد و نظریات ہیں تو یہ سب غلط اور جھوٹ ہے کسی بھی عالم اہلسنّت کا ایسا عقیدہ نہیں ہے اور نہ ہی کسی عالم حق کی کسی بھی کتاب سے اس طرح کا نظریہ دکھایا جا سکتا ہے جس طرح کی تشریحات مولوی صاحب نے پیش کی ہے الحمد للہ ہم اہلسنت ان عقائد سے بری ہیں اور ایسے عقائد کو گمراہی مانتے ہیں۔

امام احمد رضا کے استاذ اور غیر مقلدین کا افتراء:

["تقلید شخصی کے مصنف نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے متعلق لکھا ہے: استاذ! مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی مرزا غلام قادر بیگ اعلیٰ حضرت کے مربی اور مشفق استاذ ہیں۔" (کتاب مذکور، ص:۲۲)]

ہٹلر کے دست راست گوئبلز کا قول ہے کہ جھوٹ اتنا بولو کہ اس پر سچ کا گمان ہونے لگے، امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں ان کے مخالفین وہابی دیوبندی نجدی حضرات نے اس مقولے پر بہت سختی سے عمل کیا ہے اور کر رہے ہیں پوری وہابی لابی کا پرزور پروپیگنڈہ ہے کہ امام احمد رضا کے ایک استاذ مرزا غلام قادر بیگ ہیں جو مدعی نبوت دجال زمانہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے۔ جب کہ میں نہیں ہند و پاک کا عظیم دانشور شاعر مشرق علامہ اقبال جیسا محقق بھی تحقیق کے بعد اسی نتیجے پر پہونچا کہ

قادیانی :اس تحریک کی پیداوار ہے...... جسے عرف عام میں **وہابیت** کہا جاتا ہے۔ (دار العلوم دیوبند کا بانی کون، ص:۴)

ع یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

وہابیو! تمہاری افتراء پردازی اور بہتان تراشی پر تو ولید بن مغیرہ جیسے مفتری اور کذاب کی یاد آتی ہے تم لوگ یہ بھی نہیں سوچتے ہو کہ شکوک وشبہات کی تاریکی چھٹتے کتنی دیر لگے گی اور جب مکر ودغا کا پردہ چاک ہوگا تو لعنت وپھٹ کار کے کتنے جوتے پڑیں گے؟ علامہ اقبال کی تحریر نے تو مسئلہ ہی صاف کردیا کہ قادیانی کے بھائی درحقیقت غیر مقلد ہیں کیونکہ جس طرح قادیانی وہابیت کی پیداوار ہے۔ یونہی غیر مقلدیت کو بھی وہابیت ہی نے جنم دیا ہے۔

خطا ہم ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

حقیقت حال:

حضرات! اب آیئے ہم آپ کو وہابیوں کے فریب کا اصل حال بتائیں یہ لوگ اعلیٰ حضرت کے استاذ مرزا غلام قادر علیہ الرحمہ کو مرزا قادیانی کا بھائی بتاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ہرگز ہرگز غلام احمد قادیانی کے بھائی تو درکنار کسی طرح اس کے رشتہ دار اور عزیز بھی نہیں تھے ذیل میں اس کی چند قوی شہادتیں پیش کی جارہی ہیں:

شواھد: مرزا قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر بیگ دنیا نگر کا معزول تھانیدار تھا جو پچپن برس کی عمر میں ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا۔

(رئیس قادیان، بحوالہ اندھیرے سے اُجالے تک، ص:۹۹)

اور امام احمد رضا کے بچپن کے چند کتابوں کے استاذ مرزا غلام قادر بیگ پہلے بریلی میں رہے پھر کلکتہ چلے گئے عمر تقریباً اسّی سال تھی، چنانچہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں:

"میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم ومغفور کو دیکھا تھا گورا چٹا رنگ عمر تقریباً اسّی سال، داڑھی سر کے بال ایک ایک کر کے سفید عمامہ باندھے رہتے تھے۔"

(حیات اعلیٰ حضرت ج:۱، ص:۳۲)

فتاویٰ رضویہ ج:۳، ص:۸، پر ایک استفتاء ہے جو مرزا غلام قادر بیگ نے کلکتہ سے ۲۱ر جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ کو ارسال کیا تھا۔ ان تمام تفصیلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کو یہ یقین کرنے میں ذرہ بھر تردد نہیں ہوگا کہ مرزا قادیانی کا بھائی اور امام احمد رضا کے استاذ دو الگ الگ آدمی ہیں۔

(۱) وہ قادیان کا معزول تھانیدار	یہ مدرس اور مولوی ٹائپ ایک بزرگ صوفی منش
وہ پچپن سال کی عمر میں مرگیا	یہ اسّی سال کی عمر میں حیات تھے۔
وہ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء میں فوت ہوا	یہ ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷ء میں زندہ تھے

ان حقائق وشواہد کے باوجود یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت کے استاذ مرزا قادیانی کے بھائی تھے کتنا بڑا فریب اور افتراء ہے آپ خود فیصلہ کرسکتے ہیں۔ مولوی مستقیم ذرا یہ بتاؤ:

جب سر محشر وہ پوچھیں گے بلا کے سامنے
کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے ساتھ

قارئین! آپ سنجیدگی سے غور کریں کہ امام احمد رضا کی عداوت ودشمنی میں ان نجدیوں نے ایک صحیح العقیدہ مسلمان کو مرزائی اور کافر بنادیا اور اس سے ان کے دل پر کوئی ملال نہ آیا کہ کسی دلیل اور ثبوت کے بغیر ہم نے ایک مسلمان کو کافر کیوں قرار دے دیا۔ اور انہیں ملال آئے بھی تو کیوں؟ جب کہ یہ لوگ پوری دنیا کے مسلمانوں کو بھی کافر قرار دے کر اپنے ضمیر پر کوئی بوجھ محسوس نہیں کرتے یہ دیکھئے مولوی حسین احمد نے لکھا ہے:

"محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں۔" (الشہاب الثاقب، ص:۴۳)

اب آخر میں مولوی مستقیم اینڈ کمپنی سے گزارش کروں گا

دور کرلو خود اپنی غلط فہمیاں
دیکھ لو سامنے سب کی تصویر ہے
مکر سے باز آئے نہ نجدی اگر
میں سمجھ لوں گا یہ تیری تقدیر ہے

غیر مقلدیت و مرزائیت کا رشتہ

حضرات! بات نکل آئی ہے مرزائیت کی تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیت وغیر مقلدیت کے باہمی اٹوٹ رشتے کی بھی ایک جھلک پیش کردی جائے تاکہ مولوی مستقیم اور ان کی برادری پھر کبھی تبرا کرنے کی جسارت نہ کرے اور اگر کرنا چاہے تو پہلے آئینے میں اپنا منہ دیکھ لے اب مزید کچھ نہ کہہ کر ان کے اندرون خانہ کا حال ذکر کرتے ہیں ملاحظہ کریں۔

مرزا قادیانی کا نکاح......میاں نذیر حسین دہلوی نے پڑھایا

مؤلف تاریخ احمدیت رقم طراز ہیں:

''شادی کی تاریخ طے پاگئی تو آسمانی دولہا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) دو خدام کی مختصر سی بارات لے کر دِلّی پہونچے خواجہ میر درد کی مسجد میں عصر و مغرب کے درمیان مولوی نذیر حسین دہلوی نے گیارہ سو روپے پر نکاح پڑھا جو ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے تھے اور ڈولی میں بیٹھ کر آئے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موقع پر مولوی صاحب کو ایک مصلی اور پانچ روپے بطور ہدیہ دیئے۔''

(تاریخ احمدیت ج:۲، ص:۵۶، بحوالہ تعارف اہلحدیث ص:۱۲۹)

قارئین محترم! اگر آپ کے دل میں رائی کے برابر بھی انصاف ہے تو بتایئے مرزا قادیانی سے گہرے ربط کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ چلنے پھرنے سے معذور ہونے کے باوجود نکاح پڑھانے کے لئے ڈولی سے آرہے ہیں اور ہدیہ وتحفہ قبول کررہے ہیں، یہ میاں صاحب وہی ہیں جو غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل ہیں اور ان کی مدح وثنا میں پوری برادری رطب اللسان رہتی ہے۔ اب مولوی مستقیم یہ فیصلہ کریں کہ مرزائی نواز کون ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی یا میاں نذیر دہلوی؟

مرزائی کی اقتداء میں نماز درست، ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ

مشہور غیر مقلد امام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

''میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے (نماز میں) اقتدا جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔'' (اخبار اہلحدیث ۱۲؍اپریل ۱۹۱۵ء بحوالہ تعارف اہلحدیث)

غیر مقلد عالم عنایت اللہ اثری کا استاذ قادیانی تھا

جناب ایک مشہور غیر مقلد عالم اور اپنی جماعت کے بہت مخلص و سرگرم رکن تھے، انہوں نے خود آپ بیتی لکھی ہے اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''درزی کا کام کچھ عرصہ حافظ غلام محمد صاحب وزیر آبادی سے بھی سیکھا ہے اس کے حاشیہ میں خود ہی لکھا ہے۔

یہ حافظ صاحب مرزائی خیال تھے (الجسر البلیغ، ص:۲، بحوالہ تعارف اہلحدیث)

مرزا قادیانی اور اکثر مرزائی پہلے غیر مقلد تھے

عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں:

''ایک صاحب نے فرمایا کہ میں ربوہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں انہوں نے باتوں باتوں میں یوں بھی فرمایا تھا کہ اکثر اہلحدیث احمدی ہوئے ہیں میں نے کہا کہ مرزا صاحب تو حنفی تھے فرمایا نہیں وہ بھی اہلحدیث ہی تھے۔''

(العطر البلیغ، ص:۵۶، بحوالہ سابق)

اب مولوی صاحب سے صرف اتنا کہنا چاہوں گا

تبصرہ غیر کے کردار پہ کرنے والے
کیا تری خود سے ملاقات نہیں ہوتی ہے

امام احمد رضا کا سراپا غیر مقلدین کی نظر میں

تقلید شخصی کے مصنف نے امام احمد رضا کا حلیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"رنگ سیاہ، انتہائی نحیف وزار، دائیں آنکھ بے نور اور نسیاں میں مبتلا تھے ان کی یادداشت بہت کمزور تھی بہت تیز مزاج تھے۔" (ص:۲۲)

خدا جانے ان وہابیوں کی آنکھوں پر بغض وعناد کا کتنا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے کہ مثل آفتاب روشن چیزیں بھی ان کو نہیں دکھائی پڑتیں، امام احمد رضا کے متعلق لکھ مارا۔ رنگ سیاہ، میں کہتا ہوں کہ امام احمد رضا کیا، آج بھی ان کے خانوادہ میں شاید ہی کوئی سانولے رنگ کا ہو پروردگار عالم نے ان حضرات کو جمال ایمانی کے ساتھ ساتھ جو جسمانی حسن وجمال عطا فرمایا ہے اگر مستقیم کی آنکھ میں کچھ بینائی ہو تو جا کر دیکھ لیں اور اگر ابوجہل کی تقلید میں خوبصورت کو بدصورت بتانا ہی آپ کو محبوب ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔ ع

اپنی اپنی روش اپنا اپنا چلن

اعلیٰ حضرت کا رنگ

اب آیئے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے رنگ کے بارے میں ایک ایسا بیان پڑھ لیجئے جو عینی شاہد نے خود دیا ہے، ڈاکٹر عابد احمد علی سابق مہتمم بیت القرآن پنجاب پبلک لائبریری لاہور کہتے ہیں:

"منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے حضرت والا بلند قامت خوبرو اور سرخ وسفید رنگ کے مالک تھے۔" (مقالات یوم رضا بحوالہ اندھیرے سے اُجالے تک، ص:۶۹)

مشہور نقاد اور ادیب نیاز فتح پوری نے آپ کو دیکھا تھا، وہ لکھتے ہیں:

"ان کا نور علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا، فروتنی، خاکساری کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رُعب ظاہر ہوتا تھا۔"

(بحوالہ سابق)

ان شواہد کی روشنی میں مولوی مستقیم کے لئے اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

آگے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی داہنی آنکھ بے نور تھی۔ شاید ان شریفوں نے سچ بولنے سے قسم کھالی ہے اور کذب وافترا کا ہی بیڑا اُٹھالیا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو مجھے بتایا جائے کہ اس طرح کی بہتان تراشی اور عیاری سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں کیا اسی کے لئے ان کو ریالوں کی تھیلیاں ملتی ہیں؟ حضرات مصنف کی یہ تحریر حقیقتاً کذب وجھوٹ کی پوٹ ہے۔ اصل واقعہ کی تفصیل بغور ملاحظ فرمائے تا کہ غیر مقلدوں کا کالا دھندہ آپ کی سمجھ میں اچھی طرح آجائے۔

ہوا یہ کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ۱۳۰۰ھ میں مسلسل ایک ماہ تک باریک خط کی کتابیں دیکھتے رہے گرمی کی شدت کے پیش نظر ایک دن غسل فرمایا۔ پھر کیا ہوا وہ خود انہیں سے سنئے:

"سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے داہنی آنکھ میں اُتر آئی، بائیں آنکھ بند کر کے داہنی سے دیکھا تو وسط شی مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔" (الملفوظ ج:۱، ص:۲۲)

اس کیفیت سے لوگوں کو تشویش ہوئی طبیبوں سے جانچ کرائی گئی طبیبوں نے کہا بیس سال بعد پانی اُتر آئے گا اس کے بعد کیا ہوا خود اعلیٰ حضرت سے سنئے:

"میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہوگیا، مجھے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل

ہوتا......الحمدللہ کہ بیس در کنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہ بڑھا نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی نہ انشاءاللہ تعالیٰ کمی کروں۔" (حوالہ مذکور، ص:۲۳)

اصل حقیقت تو یہ ہے لیکن برا ہو تعصب اور افتراء پردازی کا کس جرأت وسینہ زوری سے لکھ مارا داہنی آنکھ بے نور تھی۔

اُلٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

خدانخواستہ اگر کسی کو واقعی ایسا عارضہ لاحق ہو جائے تو کیا اس بناء پر اس کے علم وفضل اور حکمت ودانائی پر طعن کیا جاسکتا ہے؟

مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر سعودیہ عربیہ کے مفتی اعظم نجدیوں کے آقا عبدالعزیز بن باز کی دونوں آنکھیں بے نور تھیں، ریاضی ہائی کورٹ کے چیف جج محمد ابراہیم بھی نابینا تھے۔ خود ہندوستان میں غیر مقلدوں کے سرغنہ عبدالروف جھنڈا نگری بھی کالے کلوٹے اور علی میاں کانے تھے۔ اب مولوی مستقیم بتائیں کہ ان لوگوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا:

اگلی پچھلی باتیں سب کہلائیں گے چپکے رہو
بس ہمارا منھ نہ کھلواؤ خدا کے واسطے

قوت حافظہ:

امام احمد رضا کی زیارت کرنے والے جانتے ہیں کہ ان کا حافظہ بہت حیرت انگیز تھا ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والا ان کی یادداشت اور قوت استحضار پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے بڑے صاف لفظوں میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے:

"ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع وذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا میں نے

ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے، اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت فطانت، جودت طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں۔" (دبستانِ رضا، ص:۷۹)

ڈاکٹر سر ضیاء الدین سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے کسی مسئلہ میں اعلیٰ حضرت سے استفسار کیا تو اعلیٰ حضرت کی گفتگو سننے کے بعد یہ تاثر پیش کیا:

"اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی کوئی ہو اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر ومقابلہ توقیت وغیرہا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل ریاضی کے جس مسئلے کو ہفتوں غور وفکر کے بعد بھی نہ حل کر سکی، حضرت نے چند منٹ میں حل کر کے رکھ دیا، صحیح معنی میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔"

(اکرام امام احمد رضا، ص:۵۹، ۶۰)

اسی طرح کا ایک اور تاثر جسٹس قدیر الدین احمد صاحب سابق گورنر صوبہ سندھ کا بھی ملاحظہ کرلیں وہ کہتے ہیں:

"جس قسم کی ذہانت، طباعی، حافظہ، علم اور تبحر اعلیٰ حضرت کو حاصل تھا وہ کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ ایک نایاب چیز تھی۔" (دبستان رضا، ص:۱۰۳)

یہ تاثرات ایسے ارباب علم ودانش کے ہیں جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نہ تو حلقۂ معتقدین ومریدین میں تھے نہ ہی ان کے خلفاء وتلامذہ میں تھے کہ ان کے بیانات کو مبنی بر عقیدت ومحبت قرار دے دیا جائے بلکہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کو جیسا دیکھا اور جیسا پایا اس کا اظہار کھلے لفظوں میں کر دیا۔

اب اس کے باوجود اگر کوئی عقل کا مارا خبط الحواس یہ لکھے کہ ان کی یادداشت بہت کمزور تھی وہ نسیان میں مبتلا تھے، تو اسے مکر وفریب اور جھوٹ نہیں کہا جائے گا تو پھر کیا کہا جائے گا؟

یا للعجب! کیسا دردناک سانحہ ہے کہ نجدی سکوں اور چند ذلیل ریالوں کی خاطر تہذیب وادب اور انصاف ودیانت کی محفل میں ہٹ دھرمی وکٹ حجتی اور تعصب وتنگ نظری کا ننگا ناچ

ہو رہا ہے۔ مگر شرم وحیا والا کوئی غیر مقلد اُف تک کرنے کو تیار نہیں ہے چہ جائے کہ اپنی دریدہ دہنی اور افتراء پردازی سے توبہ کرنے والا کوئی نظر آئے۔ ع

قیامت کیوں نہیں آتی الٰہی ماجرا کیا ہے

امام احمد رضا اور الزام شیعیت

امام احمد رضا کے عقیدے کے متعلق لکھا ہے:

> ”اعلیٰ حضرت بریلوی کو شیعیت سے بڑا گہرا لگاؤ تھا اس لئے صحابہ کرام کی شان میں اہانت آمیز الفاظ بڑی بے باکی سے استعمال فرماتے تھے۔“
> (تقلید شخصی، ص:۲۴)

مولوی صاحب نے پندرہویں صدی کا یہ عظیم ترین جھوٹ بولتے ہوئے یہ بھی نہیں سوچا کہ کیا ساری دنیا اندھی ہوگئی ہے، جسے امام احمد رضا کی تصانیف کو مطالعہ کرنے کا موقع ملے گا اور فتاویٰ رضویہ اور رد شیعیت پر مشتمل دیگر رسائل وکتب کو پڑھے گا وہ ان دجالوں کذابوں کے متعلق کیا رائے قائم کرے گا، کیا قیامت کے دن خدائے واحد وقہار کی بارگاہ میں جواب دہی کا بالکل یقین نہیں ہے یا قیامت آنے کا ہی یقین نہیں ہے کتنی حیرت کا مقام ہے کہ جس ذات نے شیعوں کے رد میں سیکڑوں فتاویٰ لکھے ان سے مناظرے کئے ان کے شکوک وشبہات دور کئے اہلسنّت کی حقانیت کو مثل آفتاب واضح کر کے قوم کو گمراہی سے بچایا قدم قدم پر شیعوں کا علمی جنازہ نکالا ایسی عظیم الشان شخصیت کو شیعہ قرار دیا جارہا ہے۔ ع

انصاف کو آواز دو انصاف کہاں ہے

امام احمد رضا اور ردِ شیعہ:

پاسبان مسلک اہلسنّت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے دیگر باطل فرقوں کی طرح شیعوں کا بھی سخت رد فرمایا ہے اور متعدد رسائے ان کی تردید میں تصنیف فرمائے ہیں، اس وقت راقم

الحروف کے سامنے بیس ایسے رسالوں کی فہرست ہے جو سب کے سب شیعوں کے ہی رد میں لکھے گئے ہیں ان میں سے چند کا نام تحریر کیا جارہا ہے:

(۱) ردالرفضہ ۱۳۲۰ھ (روافض زمانہ کا رد کہ نہ سنی ان کا وارث نہ ان سے نکاح درست ہے)

(۲) الادلة الطاعنة فی اذان الملاعنة ۱۳۰۶ھ (روافض کی اذان میں کلمہ، خلیفہ بلافصل کا رد بلیغ)

(۳) غاية التحقيق فی امامة العلی والصديق (پہلے خلیفہ برحق کی اعلیٰ تحقیق)

(۴) مطلع القمرين فی ابانة سبقة العمرين ۱۲۹۷ھ (شیخین کریمین کی افضلیت پر ضخیم کتاب)

(۵) الاحاديث الراوية لمدح الامير معاويه ۱۳۱۳ھ (امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کی احادیث مبارکہ)

شیعہ کا حکم:

روافض کا شرعاً کیا حکم ہے امام احمد رضا اس کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”رافضی اگر امیر المومنین علی مرتضیٰ کو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت دے، تو مبتدع ہے جیسے فتاویٰ خلاصہ عالمگیری وغیرہ میں ہے اور اگر شیخین یا ان میں سے ایک کی امامت کا انکار کرے تو فقہاء نے اسے کافر قرار دیا اور متکلمین نے بدعتی اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لئے بداء کا قائل ہو یا کہے کہ موجودہ قرآن ناقص ہے صحابہ یا کسی دوسرے نے اس میں تحریف کی ہے یا یہ کہ امیر المومنین (علی مرتضیٰ) یا اہل بیت میں سے کوئی امام اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء سابقین صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سے افضل ہے جیسے کہ ہمارے شہر

کے رافضی کہتے ہیں اوران کے اس دور کے مجتہد نے تصریح کی ہے، تو وہ قطعاً کافر ہے اور اس کا حکم مرتدوں والا ہے جیسے کہ فتاویٰ ظہیریہ کے حوالے سے عالمگیری میں ہے۔''

(فتاویٰ الحرمین ص:١٠، مطبوعہ ترکی)

اس کے علاوہ احکام شریعت فتاویٰ رضویہ وغیرہ کا مطالعہ کیجیے خود معلوم ہوجائے گا کہ امام احمد رضا نے شیعہ اور روافض کے بارے میں کیا کیا احکام صادر فرمائے ہیں۔

مشہور زمانہ سلام کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے جو صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین کی بارگاہ میں بطور نذرانۂ عقیدت امام اہلسنّت نے پیش کیے ہیں:

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل — ثانیٔ اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا سقر — اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
در منثور قرآن کی سلک بہی — زوجِ دو نور عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ — حلّہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام
مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین — ساقی شیر وشربت پہ لاکھوں سلام
اولیں دافع اہل رفض و خروج — چارمی رکن ملت پہ لاکھوں سلام
ماحی رفض و تفضیل ونصب وخروج — حامی دین وسنت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش، ج:٢، ص:٥٠/٥١/٥٢)

ماشاء اللہ کس نفیس اسلوب اور والہانہ انداز میں مسلک اہلسنّت کی ترجمانی فرمائی ہے کہ روح مومن جھوم جھوم اُٹھے اور دل ودماغ ذکر صحابہ کے اس انوکھے انداز پر مچل جائیں، بدمذہب رافضیوں خارجیوں، ناصبیوں اور تفضیلیوں کے کلیجے دہل جائیں اور شیعوں کے قلعے ڈھ جائیں۔ مگر غیر مقلد ہٹ دھرموں کی نگاہ میں شیعہ ہی نظر آئیں اس پر گزارش ہے کہ شیعوں کے متعلق امام احمد رضا نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کو غیر مقلدین آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پڑھ لیں پھر اپنی بوکھلاہٹ اور بدحواسی پر ماتم کریں، انسان کی عقل کا جب دیوالیہ ہوجاتا ہے تو کچھ ایسے ہی ہانکا کرتا ہے۔ آخرش کب تک انصاف ودیانت کا خون ہوتا رہے گا۔

ہٹ چھوڑیئے بس اب سر انصاف آیئے
انکار ہی رہے گا مری جان کب تک

توہین عائشہ صدیقہ کا الزام اور اس کی حقیقت:

مولوی مستقیم نے امام احمد رضا قدس سرہ پر یہ ناپاک الزام لگایا ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کی ہے اور بطور دلیل چند اشعار نقل کر کے لکھا ہے کہ

''اس قصیدے میں صرف ام المؤمنین ہی نہیں بلکہ امہات المؤمنین، خلفاء راشدین اور سید المرسلین سب کی توہین ہے۔ اہل تشیع کا جوعین مذہب ہے۔''
(تقلید شخصی ص:٢٤)

سبحنك هذا بهتان عظيم

امام احمد رضا قدس سرہ پر بہتان تراشی کا یہ وہ نمونہ ہے جو نجد ودیوبند دونوں کارخانوں میں تیار کیا گیا ہے ان اشعار سے متعلق بار بار تحریر وتقریر کی صورت میں مکمل صفائی اور تسلی بخش جواب دیا جاچکا ہے مگر بدباطنی بہت بری بلا ہے آدمی کو اندھا اور بہرہ بنادیتی ہے۔

ہم انصاف پسند قارئین کی طمانیت اور تسکین کے لئے ان جوابات کا خلاصہ پیش کررہے ہیں تفصیل کے لئے ''فیصلہ مقدسہ'' اور ''قرآنی فیصلہ'' کا مطالعہ کریں۔

شارح بخاری حضرت فقیہ الہند مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات وصحابہ کرام وعلماء ملت واولیاء امت کے ساتھ جو عشق ہے اور ان حضرات کی جو عظمت وعقیدت اور ادب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے دل میں ہے اس سے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ورع واحتیاط سے جو لوگ واقف ہیں وہ اس پر متفق ہیں کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت کے نہیں۔'' (تحقیقات، ج:١، ص:٢٢٣)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

''حد تو یہ ہے کہ جب بمبئی میں یہ فتنہ اٹھا تو فتنہ پروروں کا ایک وفد مسٹر ابوالکلام آزاد کے پاس گیا اور یہ قصہ پیش کیا۔ انہوں نے برجستہ یہ کہا مولانا احمد رضا خاں ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان سے توہین نبوت ہو۔'' (کتاب مذکور ص: ۴۲۴)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی رقمطراز ہیں:

''مقام غور ہے کہ جو کتاب امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد مرتب ہو کر چھپی ہو، اس میں پائی جانے والی غلطی کی ذمہ داری ان پر کیسے ڈالی جاسکتی ہے، ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں جب یہ ہنگامہ کھڑا کیا گیا تو تمام تر ذمہ داری مولانا محمد محبوب علی خاں مرتب کتاب پر ڈال دی گئی تھی کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ امام احمد رضا بریلوی نے حضرت ام المؤمنین کی شان میں گستاخی کی ہے لیکن آج حقائق سے منہ موڑ کر گستاخی کا الزام انہیں دیا جا رہا ہے۔

آج تک امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء پر یہی الزام عائد کیا جاتا تھا۔

کہ یہ لوگ انبیاء و اولیاء کی محبت و تعظیم میں غلو سے کام لیتے ہیں پھر یکا یک یہ کایا پلٹ کیسے ہوگئی کہ انہیں گستاخی کا مرتکب قرار دیا جا رہا ہے۔ دراصل امام احمد رضا بریلوی نے بارگاہ خداوندی اور حضرات انبیاء و اولیاء کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سخت علمی و قلمی محاسبہ کیا تھا جس کا نہ تو جواب دیا جاسکا اور نہ ہی توبہ کی توفیق ہوئی الٹا انہیں بے بنیاد الزام دیا جانے لگا کہ یہ گستاخی کے مرتکب ہیں''

(اندھیرے سے اُجالے تک، ص: ۱۱۸)

حضرت العلام فقیہ اسلام مفتی مظہر اللہ خطیب و امام شاہی مسجد فتحپوری مفتی اعظم دہلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

''مجھ کو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ اشعار ہی نہیں معلوم ہوتے خدا جانے اس

میں کس کی اور کیا سازش ہے۔ میرے ساتھ بھی کئی مرتبہ ایسی چالیں چلی گئی ہیں" (فیصلہ قرآنیہ، ص:۹، بحوالہ تحقیقات، ج:۱، ص:۱۲۴)

شارح بخاری علیہ الرحمہ تفصیلی جواب لکھنے کے بعد بطور حاصل کلام تحریر فرماتے ہیں:

''قاری (طیب) صاحب اور ان کی برادری کا یہ الزام کہ یہ اشعار حضرت اُم المؤمنین کے بارے میں ہیں۔ سراسر فریب ودجل ہے۔''

قطع نظر اس کے کہ یہ غلط ترتیب سے چھپے ہیں جس ترتیب سے چھپے ہیں وہی اس پر نص قاطع ہے کہ یہ اُم المؤمنین کے بارے میں نہیں ہیں۔

ان تینوں اشعار کے اوپر جلی قلم سے لکھا ہوا ہے ''علیحدہ'' یہ اسی لئے لکھا گیا تھا کہ ہر آنکھ والا اسے دیکھ کر یہ سمجھ لے کہ اس کے بعد والے اشعار کا تعلق اوپر والے اشعار سے نہیں ہے اوپر والے اشعار حضرت اُم المؤمنین کی مدح میں ہیں اور یہ اس سے علیحدہ تو ثابت ہو گیا کہ یہ اشعار ام المؤمنین کی مدح میں نہیں۔ مگر نابینائی خواہ ظاہری خواہ باطنی انسان کو ٹھوکر لگا ہی دیتی ہے۔'' (تحقیقات، ج ۱، ص:۱۲۸)

ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ جن اشعار کو نقل کر کے مولوی مستقیم نے اپنی گندی ذہنیت کا ثبوت دیا ہے وہ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ کی شان میں نہیں کہے گئے ہیں یہ ان نجدیوں کی مکاری اور فریب دہی ہے کہ امام احمد رضا نے ام المؤمنین کی شان میں گستاخی کی ہے۔

اس بحث کے آخر میں امام احمد رضا قدس سرہ کے چند اشعار پیش کر دیتا ہوں جو انہوں نے ام المؤمنین کی شان پاک میں کہے ہیں پھر فیصلہ مسلمانوں کے ایمان اور ضمیر پر چھوڑ دیتا ہوں کہ امام احمد رضا پر شیعیت کا الزام لگانے والے جبہ ودستار میں لپٹے ہوئے ان اژدھوں کی کیا حقیقت ہے اشعار ملاحظہ ہوں:

اہل اسلام کی مادران شفیق — بانوان طہارت پہ لاکھوں سلام
بنت صدیق آرام جان نبی — اس حریم برائت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ — ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش، ج:۲، ص:۴۹، ۵۰)

اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ غیر مقلدین کی نظر میں:

گزشتہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے کہ غیر مقلدین نے امام احمد رضا پر شیعیت کی تہمت لگاتے ہوئے توہین عائشہ صدیقہ کا جو بدترین جرم عائد کیا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے مگر اب آیئے میں آپ کو غیر مقلدین کے گھر کی کچھ خبر سناؤں، جب غیر مقلدین کی خانہ تلاشی لی گئی تو اس میں ایسے ایسے بھیانک اسلحے نظر آئے جن کے ذریعہ ان ظالموں نے بے شمار جلیل القدر ہستیوں کے دامن عزت کی دھجیاں بکھیری ہیں اور ان گنت صحابہ کرام کی ارواح طیبہ کو جانکاہ صدمہ پہونچایا ہے اگر ان سب کو اکٹھا کر کے بطور نمائش پیش کیا جائے تو عالم اسلام انگشت بدنداں ہو جائے، اس وقت آپ کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ان وہابیوں کا کیا نظریہ ہے اور کس دلسوز اور لرزہ خیز اسلوب میں انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات مقدس پر رکیک گستاخانہ حملہ کر کے اپنی دریدہ ذہنی کا ثبوت دیا ہے۔ کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر غیر مقلد مولوی عبدالحق بناری کی یہ گندی اور شرانگیز عبارت ملاحظہ کیجئے لکھتا ہے:

''حضرت علی سے جنگ کر کے عائشہ مرتد ہو چکی تھی اگر بلا توبہ مری تو کفر پر مری۔''

(کشف الحجاب، ص:۲۱، بحوالہ آئینہ غیر مقلدیت، ص:۲۳۹)

(نیز دار العلوم دیوبند کا بانی کون، ص:۴)

یا اللہ! اب اس سے بڑھ کر قیامت کی اور کیا نشانی ہوگی کہ تیری خدائی میں ایسے سرکش وباغی اور ظالم وجفا کار بھی ہیں جو تیرا کھاتے ہیں اور تیرے ہی محبوب کی محبوبہ کو گالیاں دیتے ہیں۔

اے رب قدیر زمین کیوں نہیں پھٹتی کہ ایسے سیہ کار اس میں سما جائیں اور آسمان کیوں نہیں آگ کے شعلے برساتا ہے کہ ایسے کمینے جل بھن کر راکھ ہو جائیں۔

مولوی مستقیم! کیا تجھے اب بھی کسی تازیانہ عبرت کی ضرورت ہے اعلیٰ حضرت کو تو بڑی

دلیری سے گستاخ اُم المؤمنین کہتا ہے اور اپنے گھر کی خبر پر پردہ میں گھس گئے ہو۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہو پھینکتے — دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

توہین حضرت معاویہ ودیگر صحابہ کرام:

بات آگئی ہے غیر مقلدوں کے تشیع زدہ عقیدے کی تو تھوڑی تفصیل سے اور یہ بات سن لیجئے کہ شیعوں کی طرح یہ فرقہ بھی صحابہ کرام کی ایک باوقار جماعت کو طعن وتشنیع اور اپنی خباثتوں کا نشانہ بنانے میں ذرہ برابر خوف محسوس نہیں کرتا ہے اور صحابہ کی شان میں گستاخانہ لب ولہجہ استعمال کر کے اپنی شقاوت قلبی کا ثبوت دیا کرتا ہے۔ چنانچہ شیعوں کی طرح حضرت امیر معاویہ وغیرہ پر تبرا کرتے ہوئے ایک مشہور غیر مقلد مولوی وحید الزماں حیدرآبادی نے لکھا ہے:

''بعض صحابہ فاسق ہیں مثلاً ولید اور ایسی ہی بات معاویہ، عمرو، مغیرہ اور سمرہ کے بارے میں بھی کہی جائے گی۔''

(نزل الابرار، ج:۳، ص:۹۴، بحوالہ آئینہ غیر مقلدیت، ص:۲۴۰)

پھر لکھا ہے:

''معاویہ ان بادشاہوں میں سے تھے جنہوں نے مسلمانوں کا خون بہایا، ان کے اموال لوٹے اور بزور قوت اقتدار پر قبضہ کیا۔''

(ہدیۃ المہدی، ص:۱۰۳، بحوالہ کتاب مذکور)

معاذ اللہ رب العالمین! یہ کس قدر بیہودہ بکواس ہے کہ اصحاب فضل وکمال اور آشنائے رموز نبوت بھی ان نجدیوں کے نزدیک فاسق وفاجر ہیں اس پر طرہ یہ ہے کہ ہمیں سچے پکے مومن ہیں وہابیو! بقول تمہارے حضرت امیر معاویہ نے اگر بزور شمشیر اقتدار پہ قبضہ کیا مسلمانوں کا خون بہایا اس لئے وہ فاسق وفاجر ہیں اور وہی سب کچھ ابن عبدالوہاب نجدی نے کیا کہ طائف کے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا حرمین شریفین کو تاخت وتاراج کیا اقتدار کے لئے اپنی

لڑکی آل سعود کو پیش کی ہزاروں علماء اسلام کو قتل کیا تو یہ حامی سنت ماحی شرک وبدعت شیخ الاسلام والمسلمین اور نہ جانے کیا کیا ہو گئے:

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ — جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

مسلمانوں اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اپنے ایمان سے فیصلہ کرو کہ غیر مقلدوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی شان میں جس بے حیائی سے تبرا بازی کی ہے یہ کوئی سنی کر سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ ایسے ہی شخص کا قول ہو سکتا ہے جس کے ہیولے میں رفض وتشیع گھس چکا ہو اور بلاشبہ وہ غیر مقلدین ہیں۔

بہت برمحل ہوگا اگر گستاخ صحابہ کے متعلق غیر مقلدوں کے آقا ابن تیمیہ کا فتوی ملاحظہ کرتے چلیں انہوں نے لکھا ہے:

"جو صحابہ کو طعن دے وہ بدترین زندیق ہے۔" (فتاوی ابن تیمیہ، ج:۴، ص:۱۶۳)

اب مسئلہ بالکل واضح ہے کہ غیر مقلد حیدر آبادی اور اس کے دم چھلے بلاشبہ بدترین زندیق اور کمترین خلائق ہیں...... یہ ہے دوسروں پر الزام تراشی کا بھیانک انجام کم از کم اب تو مولوی مستقیم کو ہوش میں آکر بدترین زندیقوں کی صف سے نکل کر اہل سنت کے خیمے میں آجانا چاہئے...... مگر

ع — اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

قارئین! بات بہت دُور چلی گئی اگر وقت ساتھ دیتا تو ان مکاروں کے تشیع زدہ عقیدوں کو اور بھی بیان کرتا مگر زندگی نے وفا کی تو پھر ان دجالوں کو ان کے گھر تک پہونچایا جائے گا۔

بہرحال اتنی تفصیلات سے یہ بات تو طے ہی ہو چکی ہے کہ امام احمد رضا پر توہین حضرت عائشہ صدیقہ اور توہین صحابہ کرام کا ناحق الزام لگانے والے غیر مقلدین خود اسی دلدل میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں اور مکر وفریب دجل ودغا جھوٹ اور بہتان تراشی کی بدولت مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

دعائے سیفی کا وظیفہ اور امام احمد رضا:

مولوی مستقیم نے امام احمد رضا پر شیعہ ہونے کا الزام لگا کر بطور دلیل درج ذیل عبارت لکھی ہے:

"شیعوں کی طرح اعلیٰ حضرت بریلوی بھی حضرت علی کو مشکل کشا اور حاجت روا کہتے ہیں فرماتے ہیں جو شخص مشہور دعائے سیفی پڑھے اس کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔" (تقلید شخصی، ص:۲۴)

مولوی صاحب!

یوں چلاؤ تم نہ برچھی تان کر — اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

بقول آپ کے مشہور دعائے سیفی پڑھنا اور پڑھانا اگر شیعیت کی دلیل ہے تو امام احمد رضا ہی نہیں لاکھوں اجلۂ علماء اسلام شیعہ قرار پائیں گے اور سب سے بڑے شیعہ غیر مقلدوں کے معتمد خاص حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ٹھہریں گے اگر چشم بینا رکھتے ہو تو دیکھو شاہ صاحب کا کیا حال تھا حضرت مولانا عاشق علی پھلتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حضرت قبلہ دعائے حرز یمانی موسوم بہ دعائے سیفی کو روزانہ تین وقت یعنی اشراق، ظہر اور عشاء پڑھا کرتے تھے اور بندہ کاتب حروف کو اجازت عطا فرمائی۔" (القول الجلی، ص:۴۸۹)

خود امام احمد رضا نے یہ دعا ایک ایسی کتاب سے نقل کی ہے جس کی اجازتیں حضرت شاہ صاحب اپنے اساتذہ حدیث سے لیتے اور اپنے شاگردوں کو دیتے رہے ہیں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"طرفہ تر سنئے شاہ ولی اللہ صاحب کے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے روشن کہ شاہ صاحب والا مناقب اور ان کے بارہ اساتذہ علم حدیث مشائخ طریقت جن میں مولانا طاہر مدنی وغیرہ اکابر داخل ہیں کہ شاہ صاحب کے اکثر سلاسل حدیث انہیں علماء سے ہیں، جواہر خمسہ حضرت شاہ محمد گوالیاری علیہ رحمۃ الباری،

وخاص دعائے سیفی کی اجازتیں لیتے اور اپنے مریدین معتقدین کو اجازت دیتے۔" (الامن العلی، ص:۱۲)

ان تفصیلات سے یہ امر مثل آفتاب واضح ہوجاتا ہے کہ دعائے سیفی کا وظیفہ امام احمد رضا کی اختراع اور ان کی اپنی ایجاد کردہ بدعت نہیں ہے بلکہ یہ امت مسلمہ کا سلفا وخلفا معمول رہا ہے اب اگر دعائے سیفی کو ماننے کی وجہ سے امام احمد رضا شیعہ قرار پائیں تو تمام علماء اہلسنت وعوام اہلسنت حتی کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے اساتذہ اور مریدین ومعتقدین سب بدعتی اور شیعہ ٹھہریں گے...... یہ ہے نجدی کور چشموں کا وہ عظیم فتنہ جس کو مولوی مستقیم پھیلا کر اپنی عاقبت برباد کررہے ہیں۔

ایسا نہ ہو یہ درد بنے درد لادوا
ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوانہ کرسکو

مسلمانو! ذرا سوچو تو سہی وہی وظیفہ اگر شاہ ولی اللہ صاحب کریں ان کے مریدین ومعتقدین کریں تو وہ پکے مسلمان اور کٹر موحد سمجھے جائیں اور اگر وہی وظیفہ امام احمد رضا پڑھیں تو بس زمین آسمان سر پر اُٹھالیا جائے اور ان کو بدعتی، مشرک، شیعہ اور نہ معلوم کیا کیا کہہ کر شقاوت وبدبختی کا ثبوت دیا جائے، آخر کیوں؟

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

اصل معاملہ یہ ہے کہ امام احمد رضا نے ان بدمذہبوں کے گندے اور گھناؤنے عقیدوں پر جو کاری ضرب لگائی ہے اسی سے بلبلا بلبلا کر ہائے ہائے اور آہ آہ کرکے اور گالی گلوج دے کر اپنی تسلی کیا کرتے ہیں اور یہی مولوی مستقیم نے بھی کیا ورنہ اعلیٰ حضرت نے نہ تو اپنا کوئی نیا عقیدہ ایجاد کیا اور نہ کوئی بدعت پھیلائی، یہ سب غیر مقلدوں کا افتراء ہے۔

انبیاء وصلحاء سے استغاثہ اور غیر مقلدین:

مولوی مستقیم نے رضا خانی مذہب کا عنوان قائم کرکے لکھا ہے:

"رضا خانیوں کے عقائد بعینہ ان خرافات وتوہمات پر مشتمل ہیں جو مختلف اوقات میں مختلف زمانوں کے ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست لوگوں کے تھے، اولیاء سے مدد مانگنا، انہیں پکارنا ان کے ساتھ توسل کرنا اہل قبور سے نفع حاصل کرنا اولیاء کرام کا دور سے دیکھنا اور سننا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر ماننا وغیرہ وغیرہ۔" (تقلید شخصی، ص:۲۵)

الحمدللہ گنے چنے چند وہابیوں کو چھوڑ کر باقی تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے چنانچہ گزشتہ صفحات میں مولوی احسان الٰہی ظہیر کی شہادت پیش کی جاچکی ہے انہوں نے صاف لکھا ہے کہ:

"میں نے یہی عقائد مشرق کے آخری حصے سے مغرب کے آخری حصے تک اور افریقہ سے ایشیا تک اسلامی ممالک میں دیکھے۔" (البریلویۃ، ص:۱۰)

اگر مولوی صاحب کے زعم فاسد کے مطابق یہ عقائد شرک وتوہم پرستی پر مبنی ہیں اور ان عقائد کے موجد مولانا احمد رضا بریلوی ہیں تو آپ کو پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے وہ تمام عقائد جن کو آپ نے مشرکانہ عقائد لکھا ہے سب کے سب آپ کے آقاؤں میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ حق وصداقت کی عینک لگا کر ٹھنڈے دل سے پڑھئے پھر کسی دوسرے کے آہنی قلعہ پر شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر پھینکیے گا۔

نواب وحید الزماں حیدرآبادی اور استغاثہ:

ندا، توجہ یا غیر اللہ سے ان امور میں استغاثہ کرنا جن پر مخلوق قادر ہے یا غیر اللہ کے حق میں یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ اللہ کے حکم وارادے سے نفع وضرر پہونچا سکتے ہیں شرک اکبر نہیں۔

(ہدیۃ المہدی، ص:۲۰)

اور حاشئے پر نواب صاحب یہ نوٹ تحریر کرتے ہیں:

یہ شرک کیونکر ہوسکتا ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "وماھم بضارین به من احد الا باذن الله" دیکھئے صاحب جامع البیان نے آغاز تفسیر میں نبی سے استغاثہ کیا ہے اگر غیر اللہ سے مطلق استغاثہ شرک ہوتا تو جامع البیان کے مصنف مشرک قرار پاتے اور ان کی تفسیر پر اعتماد نہ کیا جاتا حالانکہ تمام اہل حدیث نے ان کی تفسیر کو قبول کیا ہے۔"

ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

یا غلبۂ محبت واستغراق سے پکارے اور ندا دے اور غائب کو حاضر مان کر یوں کہے یا رسول اللہ، یا علی، یا حیدر، یا مدار، یا سالار، یا محبوب، یا غوث یا ایسے امور میں مدد چاہے جن پر انبیاء اولیاء اور مردوں میں اللہ کے نیک بندے قدرت رکھتے ہیں، یہ اور اس قسم کے تمام امور بندے کو اسلام سے خارج نہیں کرتے۔" (ہدیۃ المہدی، ص:١٦)

راس الطائفہ نواب صدیق حسن بھوپالی اور استغاثہ:

آنجناب غیر مقلدین کے معتمد خاص اور کشتیٔ غیر مقلدیت کے ناخدا ہیں استغاثہ اور توسل کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اولیاء اللہ انبیاء کرام بلکہ جمادات سے بھی مدد مانگنا اور ان کو وسیلہ بنانا درست ہے۔ انہوں نے رنج وغم اور مصائب وآلام میں بزرگوں کو پکارنے ان سے مدد مانگنے کو نہ صرف یہ کہ جائز لکھا ہے بلکہ خود بھی ان کو مدد کے لئے پکارا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

یا سیدی یا عروتی یا وسیلتی — ویا عدتی فی شدة ورخاء

اے میرے آقا! اے میرے سہارا! اے میرے وسیلہ اور اے تنگی وفراخی میں میرے کام آنے والے۔

قد جئت بابك ضارعا متضرعا — متاوها بتنفس الصعداء

میں آپ کے در پر روتا بلکتا اور لمبی لمبی آہیں بھرتا ہوا آیا ہوں

مالی وراك متغاث فارحمنی — یا رحمة للعالمین بکائی

آپ کے علاوہ میرا کوئی فریاد رس نہیں ہے اے سارے جہاں پر رحم کرنے والے میری آہ وبکا پر رحم کیجئے۔ (سیرت والا جاہی، ج:١، ص:٣٠)

اور غیر مقلد وحید الزماں حیدر آبادی نے لکھا ہے کہ نواب صدیق حسن صاحب نے اپنی بعض کتابوں میں ابن قیم وغیرہ کو بھی مدد کے لئے پکارا ہے اور یوں کہا ہے:

قبلۂ دین مددے — کعبۂ ایمان مددے

ابن قیم مددے — قاضی شوکانی مددے

(ہدیۃ المہدی، ص:٢٣)

اسی طرح اپنے اکابر کے متعلق بھوپالی صاحب نے لکھا ہے:

"اگرچہ یہ لوگ کمیت میں کم ہیں مگر کیفیت میں بہت زیادہ ہیں اس لئے کہ یہی لوگ مدد اور کامل مدد کا ذریعہ ہیں۔" (التاج المکلل، ص:٢٠)

مسلمانو! دیکھا آپ لوگوں نے ان غیر مقلدوں کا حال کیا ہے بریلویوں کے عقائد کو مشرکانہ عقائد کہا جاتا ہے مگر وہی سارے عقیدے گھر کے مولویوں میں ہیں تو وہ پکے مسلمان اور توحید کے سچے علمبردار ہیں اس دوغلی پالیسی اور دھاندھلی پر ان ظالموں کو کونسا ایوارڈ ملنا چاہئے اس کا فیصلہ آپ کریں......

آپ یہ خیال نہ کریں کہ اہلسنّت ہی اس بدمذہب ٹولی سے پریشان ہیں بلکہ اس کے ہم عقیدہ دیوبندی فرقے کے لوگ بھی اس کی دھاندھلے بازی کا شکوہ کرتے ہیں چنانچہ ایک دیوبندی مولوی نے ان دغابازوں کے متعلق جل بھن کر جو تبصرہ کیا ہے اسے ملاحظہ کیجئے لکھا ہے:

"یہ ہے ان غیر مقلدوں کا عقیدہ اور ان کی سچی تصویر جو عرب علماء کے سامنے اپنے موحد اور سلفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور جنہوں نے دن کے اجالے میں اپنی روحانی آلائشوں پر جھوٹے پروپگنڈوں کے ذریعہ پردہ ڈال کر اہل عرب امراء کے مالی استحصال پر کمر کس لی ہے، بھلا ان سے بڑا زر پرست، دنیا

پرست اور ہوس پرست کوئی فرقہ دنیا نے کب دیکھا ہوگا؟ جو ایسے زبردست
اجتماعی تقیہ پر متحد ہے الامان والحفیظ۔'' (آئینۂ غیر مقلدیت، ص:۱۸۱/۱۸۲)

اب مولوی مستقیم اور ان کا غیر مقلد ٹولہ بتائے کہ اگر بزرگوں سے مدد مانگنا رضا خانی
عقیدہ ہے اور اس سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے تو نواب صاحبان شرک کر کے جہنم کے کس طبقے
میں پہونچے، مولوی صاحب اگر آپ کو سنیوں کے متعلق گل افشانی ہی کرنے کا بڑا شوق تھا تو
جستہ جستہ ہی سہی اپنے بزرگوں کے عقائد کا مطالعہ کر لیا ہوتا تو آج سر راہ ذلت ورسوائی نہ اُٹھانی
پڑتی، اب آخر میں میری تمنا ہے کہ آپ کو اپنے گھر تک پہونچا دیا جائے تاکہ پھر کبھی ادھر ادھر
پاگلوں کی طرح بھٹکتے نہ پھریں تو لیجئے سنئے:

غیر اللہ سے توسل اور غیر مقلدین:

حضرات! آج غیر مقلدین بڑی شد و مد سے بزرگوں کو وسیلہ بنانے پر واویلا مچاتے
ہیں اور نہایت بیہودگی کے ساتھ اس عمل کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن شاید ان بیچاروں کو اس کی خبر
نہیں ہے کہ خود ہمارے گھر میں کیسے کیسے گل کھلے ہوئے ہیں، اور ہماری ہی کفری مشین سے
کتنے غیر مقلدین چوٹ کھا کر تڑپ رہے ہیں۔

آیئے ذرا ان کے مذہب کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور انہیں ایک بار پھر ان کے گھر تک
پہنچا دیا جائے تاکہ اُمت مسلمہ پر یہ واضح ہو جائے کہ یہ جماعت کس کس طرح سے جھوٹ
اور دغابازی کر کے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر سچے عقیدہ سے بہکا رہی ہے۔

توسل اور مولوی وحید الزماں حیدر آبادی:

مولوی صاحب نے توسل کے متعلق بہت تفصیلی کلام کیا ہے اور منکرین توسل کا خوب
خوب رد فرمایا ہے ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''کسی نبی، ولی یا کسی عالم کو وسیلہ بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں، ایک شخص قبر کے

پاس آئے صرف ایک اللہ سے دعا مانگے اور میت کو وسیلہ بنائے مثلاً یوں کہے
اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ کو فلاں مرض سے شفا عطا فرما اور اس
عبد صالح کو تیری جناب میں وسیلہ بناتا ہوں تو اس کے جواز میں کیا تردد ہے؟

(ہدیۃ المہدی، ص:۴۷)

جی نہیں ہم اہل سنت کو اس میں کوئی تردد نہیں ہے تردد تو آپ کے کفش برداروں اور دُم
چھلوں کو ہے جو ہمیشہ شرک وبدعت کا بم داغ کر مسلمانوں کے عقیدے کو مجروح کیا کرتے ہیں۔

یہی نواب صاحب ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

''ہمارے شیخ المشائخ مولانا محمد اسحٰق نے مأتہ مسائل میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ
سے اس طرح دعا کرنا جائز ہے یا اللہ بحرمت فلاں میری ضرورت پوری فرما۔''

(حوالہ سابق)

چونکہ وہ اپنے ہیں اس لئے شیخ المشائخ ہیں، بھلے ہی وہابی عقیدے کے مطابق شرک
کریں یہ فتویٰ تو صرف بریلی کے مولانا صاحب پر چسپاں کیا جاتا ہے کہ ایسا کرنا حرام اور
شرک ہے...... اور ذرا دلیل دیکھئے نہ قرآن نہ حدیث بلکہ اپنے شیخ المشائخ کا قول، اس پر طرہ
یہ کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو ہی اپنا مآخذ مانتے ہیں عقل حیران ہے کہ اس شخصیت پرستی پر ان
شریفوں کے لئے کیا لقب استعمال کیا جائے:

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

ایک اور مقام پر نواب صاحب نے لکھا ہے:

''انبیاء اور صالحین سے توسل جائز ہے اور اس میں زندے مردے سب برابر
ہیں۔'' (نزل الابرار، ص:۵)

حضرات ابھی آپ نے غیر مقلدوں کے ایک سرغنہ کا حال ملاحظہ کیا ہے اب آیئے ذرا
اس جماعت کے بانی مبانی اور ہندوستان میں اس کے رئیس الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا بھی
حال دیکھتے چلئے۔

توسل اور شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی:

اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب ''منصب امامت'' میں صراحت سے توسل کے متعلق لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا ایسا راستہ ہے جس کا طے کرنا اہل سلوک وعرفان کے لئے آسان ہے اور بغیر وسیلہ انسان بصارت سے محروم اونٹنی کی طرح سرگرداں رہتا ہے۔''

(منصب امامت،ص:۴۰)

نیز فرماتے ہیں:

''واقعی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رفع درجات کا سبب اور آپ کا وسیلہ نجات کا ذریعہ ہے۔'' (کتاب مذکور،ص:۷۳)

مزید ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان حضرات اولیاء سے ترک توسل خیال فاسد اور گمان باطل ہے اگر کسی انسان کا فرشتہ بن جانا ممکن ہے تو حق تعالیٰ کی عنایت اور اولیاء مقربین کی توجہ سے ہی ممکن ہے، اس کے بغیر وہ سوائے سیاہ نامے کے کچھ حاصل نہیں کرسکتا۔'' (حوالہ سابق)

توسل اور ابوالمکارم محمد علی مئوی

محمد علی مئوی ہندوستان کے سربرآوردہ غیر مقلد علماء میں شمار کیے جاتے ہیں اور نذیر حسین دہلوی کے شاگردوں میں ہیں، یارسول اللہ کہہ کر حضور علیہ السلام کو ندا کرنے سے متعلق لکھتے ہیں:

''لفظ یا رسول اللہ سے مراد یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات صرف وسیلہ کی حیثیت رکھتی ہے اور مصیبت اللہ تعالیٰ ہی دور فرماتا ہے۔ یا یہ کہے کہ یارسول اللہ میں فلاں مشکل سے چھٹکارے میں آپ کو وسیلہ بناتا ہوں تو یہ جائز ہے۔'' (الجوابات الفاخرہ،ص:۶۵)

یونہی ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

''حدیث یا محمد انی قد توجهت بك الى ربى سے مشکل اوقات میں توسل بالنبی کا جواز ثابت ہوتا ہے'' (کتاب مذکور،ص:۷۱)

حضرات مندرجہ بالا عبارات میں غیر مقلدوں کے چند سرغنوں کے عقائد انہیں کی کتابوں سے پیش کردئے ہیں ان میں صاف صاف لکھا ہے کہ اولیاء انبیاء اور صلحاء کرام سے استغاثہ اور توسل بلاشبہ جائز ہے ان تمام شواہد وحقائق کے باوجود ان عقائد کو رضا خانی عقائد بتانا گمراہ گری، جھوٹ منافقت، بے حیائی اور بے غیرتی نہیں تو اور کیا ہے۔

اب اگر مولوی مستقیم ان عقائد کی بنا پر امام احمد رضا قدس سرہ کو بدعتی اور مشرک قرار دیتے ہیں تو پہلے اپنے گرو گھنٹالوں کو کفر وشرک کی کھائی میں ڈھکیل آئیں پھر بات کریں۔

مولوی صاحب آپ ان پرانے کھلاڑیوں کے ابھی نئے ساتھی ہیں آپ کو خود بھی اندرون خانہ کی خبر نہیں ہے۔ حضور فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی جیسی عظیم شخصیت سے ٹکرا کر جھوٹی شہرت کی تمنا نے آپ کو بکواس کرنے پر مجبور کردیا آپ ہم اہل سنت کو تو مشرک بدعتی اور قبر پجوا کہتے ہیں فرمائیے نواب حیدرآبادی، بھوپالی صاحب، اسمٰعیل دہلوی اور ابوالمکارم کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے:

متاع دین ودانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافرادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

اہل قبور سے نفع اور غیر مقلدین:

اس وقت غیر مقلدین مزارات اولیاء سے برکت حاصل کرنے اور وہاں جا کر دعا کرنے کی بڑی شدید تردید کرتے ہیں اوران سب افعال کو رضا خانی عقائد کہہ کر اُمت مسلمہ کو دھوکہ دیتے پھرتے ہیں مگر ہم نے ان کے مکر وفریب اور جھوٹ کے پردے چاک کرنے کا عزم مستحکم کر رکھا ہے اوران کی قلعی کھولنے پر کمر کس لی ہے چنانچہ اس مسئلے کے بارے میں جب ہم نے غیر مقلدوں کی خانہ تلاشی لی تو بہت سے مجاور اور قبر پرست مل گئے ان میں سے چند ایک کو سامنے کر رہے ہیں چور پکڑ لئے جانے کے بعد اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جانا چاہئے یہ ناظرین کے حوالے ہے۔

قبروں سے حصول برکت اور نواب حیدرآبادی:

قبروں سے برکت حاصل کرنے اوران کی دربانی کرنے کے متعلق نواب صاحب لکھتے ہیں:

"حصول برکت کے لئے اولیاء کی قبروں کی دربانی اور مجاوری کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ امت کے بہت سے صلحاء اور فضلاء سے یہ منقول ہے۔"

(نزل الابرار ج:۱، ص ۲۴۱)

اسی طرح ایک جگہ اور لکھتے ہیں،

"کوئی اس کا قائل نہیں ہے کہ نبی یا غیر نبی کی قبر کی مجاوری اور خدمت شرک ہے۔" (ہدیۃ المہدی، ص:۳۴)

اور سنئے!

"سلف وخلف کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ وہ لوگ صلحاء کے تبرکات، مزارات، کنوؤں اور چشموں سے برکت حاصل کرتے تھے۔" (حوالہ سابق)

نواب صدیق حسن بھوپالی کا بیان:

آنجناب نے التاج المکلل میں اکابر کے حالات قلم بند کئے ہیں اپنے والد صاحب کی قبر کے احوال میں لکھتے ہیں:

"آپ کی قبر شریف پر ہر وقت نور برستا رہتا ہے اور لوگ اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔" (التاج المکلل، ص:۲۹۴)

اسی طرح شیخ ابن عربی قدس سرہ کے فضائل وکمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ مقری کی ان کے مزار انور پر حاضری کے واقعہ کو یوں ذکر کیا ہے۔

"میں نے شیخ ابن عربی کی قبر کی زیارت کی ہے اور کئی بار اس سے تبرک حاصل کیا ہے آپ کی قبر پر انوار وبرکات کے آثار نمایاں نظر آئے اور وہاں مشاہدہ کئے جانے والے عظیم احوال سے کوئی منصف مزاج آدمی انکار نہیں کر سکتا۔"

(کتاب مذکور، ص:۱۷۸)

حضرات! اس مقام پر پہونچ کر ہمیں غیر مقلدین کے فکری افلاس پر رونا آتا ہے کہ ان نادانوں کو اپنے ہی بزرگوں کے عقائد واعمال کی خبر نہیں ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ وہی سب عقائد اہلسنت اپنائیں تو ان پر شرک وکفر کا فتویٰ لگایا جائے اور مولوی اسمٰعیل اور نواب صدیق اسی عقیدے کی تشہیر کریں تو پکے موحد اور مؤمن بلکہ موحدین کے علمبردار کہے جائیں۔

کیا یہ صورت حال اس حقیقت کو واضح نہیں کرتی کہ ان شریفوں کے یہاں کفر وشرک کی تمام بحثیں صرف اس لئے ہیں کہ انبیاء واولیاء کی حرمتوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے انہیں ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے ورنہ خالص عقیدہ توحید کا جذبہ اس کے پس منظر میں کارفرما ہوتا تو شرک کے سوال پر اپنے اور بیگانے کے درمیان قطعاً کوئی تفریق روا نہ رکھی جاتی۔

مولوی مستقیم برخوردار! پہلے اپنے گھر کی خبر لے لیا کیجئے پھر اہلسنت پر آنکھیں لال پیلی کرکے آئیں بائیں شائیں کرنے کی جرأت کیجئے:

ہے ایک تو تمہارا تلون بھرا مزاج
پھر اس پہ بھی کرتے ہو رعونت کی گفتگو

سماع موتیٰ اور غیر مقلدین:

مولوی مستقیم نے عقائد اہلسنت پر کفر وشرک کی یلغار جس انداز میں کی ہے اس پر جی تو چاہتا ہے کہ مکمل تفصیل کے ساتھ ان نفس پرستوں کے عقائد لکھے جائیں مگر ورق کی تنگی حائل ہے اس لئے بس ایک سرسری جائزہ لینے پر ہی اکتفا کیا جارہا ہے، گزشتہ صفحات میں ان کے معتمد اور مستند علماء کے حوالے سے استغاثہ توسل اور قبور سے حصول برکت کے متعلق بیان گزر چکا ہے اب آیئے اس مسئلہ پر بھی کچھ روشنی ڈال دی جائے کہ اولیاء کرام اور انبیاء عظام علیہم السلام کے متعلق دور سے سننے کا عقیدہ صرف اہلسنت ہی رکھتے ہیں یا ان غیر مقلدین کے مجتہدین مجددین اور اکابرین بھی اسی عقیدے کے حمایتی تھے تو لیجئے سرخیل جماعت نواب حیدر آبادی کا بیان ملاحظہ کیجئے:

سماع موتیٰ اور نواب حیدر آبادی:

اولیاء کرام انبیاء عظام دور سے سنتے ہیں یا نہیں؟ نواب صاحب لکھتے ہیں:

"اگر کسی شخص کا یہ گمان ہو کہ نبی، علی، یا کسی ولی کا سماع عامۃ الناس کے سماع سے کہیں زیادہ وسیع ہے اور یہ حضرات کسی ملک یا پوری دنیا کے تمام علاقوں کی پکار سن سکتے ہیں تو یہ گمان شرک نہیں ہوسکتا۔" (ہدیۃ المہدی، ص:۲۵)

اب مولوی مستقیم بولیں کہ اگر یہ رضا خانی عقیدہ ہے تو نواب صاحب کب سے امام احمد رضا کے مرید بن گئے اور اگر یہ عقیدہ شرکیہ ہے تو صاف صاف کہہ دیجئے کہ نواب صاحب بھی مشرک تھے کافر تھے بدعتی تھے پھر ہم جانیں کہ ہاں آپ لوگ قول وفعل کے پکے اور سچے ہیں۔

حاضر وناظر کا عقیدہ اور غیر مقلدین:

آج کل دولت کے بٹوارے کو لے کر دونوں بھائیوں (دیوبندیوں اور غیر مقلدوں) میں بڑی دھینگا مشتی مچی ہوئی ہے جب سے سعودی عرب میں پٹرول کی شکل میں سونا نکلنے لگا ہے اس کی چمک دمک سے دونوں بھائیوں کے منہ میں پانی اُتر آیا ہے اور دونوں اپنے اپنے اور پر کاسہ گدائی لے کر وہابیت کی ڈفلی بجاتے پھر رہے ہیں غیر مقلدین عرب علماء کو یہ باور کرانے میں لگے ہیں کہ پکے موحد ہم ہیں دیوبندی تو وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو بریلوی حضرات کا ہے اور ادھر دیوبندی الگ بلک بلک کر آہ آہ کر کے نجدی آقاؤں کی بارگاہ میں استغاثہ دائر کرتے ہیں کہ اصل وہابی اور سچے موحد ہم ہیں لہذا انگاہ لطف وعنایت کے حقدار ہم ہیں نہ کی غیر مقلدین...... کس قدر مقام افسوس ہے کہ انبیاء کو مدد کے لئے پکارنا ان سے دین ودنیا کی بھلائی کی دعا کرنا تو شرک اور بدعت ٹھہرے اور چند نجدی سکوں کی خاطر اپنا دین وایمان غارت کرنا کوئی بڑی بات ہی نہیں ہے زندگی ناپائدار کی عارضی خوشی کے لئے نہ جانے انسان کیا سے کیا کر گزرتا ہے اور انبیاء کے دربار سے منہ موڑ کر نہ معلوم کس کس در کی ٹھوکریں کھاتا ہے:

وہ عشرت موت ہے یارب جو دل پر ڈال دے پردے
وہ دولت قہر ہے جو دل کو تجھ سے بے خبر کر دے

ہاں تو بات یہ چل رہی تھی کہ دیوبندی غیر مقلدوں کو بریلویوں کا ہم خیال بتاتے ہیں اور غیر مقلد دیوبندیوں کو ان میں کون کیا ہے وہ سمجھیں ہم تو فی الحال عقیدۂ حاضر وناظر کے تعلق سے غیر مقلدوں کا بیان پیش کرنا چاہتے ہیں اور خود اپنے قلم سے نہیں بلکہ دیوبندی مکتبہ فکر کے ایک بزرگ مبلغ کی زبان سے تو لیجئے۔ مولوی ابوبکر غازی پوری کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے وہ لکھتے ہیں:

"بریلویوں کا مشہور عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ موجود ہیں اور اُمت کا ہر وقت عینی مشاہدہ کرنے کی وجہ سے ان کے احوال سے باخبر ہیں ان کا یہ عقیدہ نہ یہ کہ صرف جہلا میں مشہور ہے بلکہ اس جماعت کے اہل علم طبقوں میں بھی معروف ومقبول ہے۔ اس کے باوجود ہمارے علم کے مطابق ان لوگوں کے یہاں ایسا کوئی عقیدہ نہیں ہے جس کی رو سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بندوں کے نفوس بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں جاری وساری سمجھی جائے یہ تو بعینہٖ عقیدہ تناسخ ہے جو ہندی کفار ومشرکین کا مذہب اور ان کا امتیازی شعار ہے۔

حیرت ہے کہ غیر مقلدین جو خود کو سلفیت اور کتاب وسنت کا علمبردار کہتے نہیں تھکتے، بریلویوں سے کہیں زیادہ ضلالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے نظر آتے ہیں کیونکہ غیر مقلدین کا عقیدہ صرف یہی نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آن ہر مکان میں حاضر وناظر ہیں بلکہ ایک قدم آگے ان کا ایمان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بندوں کی ذات میں منضم ومدغم ہے جی ہاں سنئے اور اپنی سماعت پر یقین کیجئے۔"

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی مسک الختام فی شرح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آن اور ہر حال میں مؤمنین کے مرکز نگاہ اور عابدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک رہتے ہیں خصوصاً بحالت عبادت، اس لئے کہ نبی کی ذات میں نورانیت اور انکشاف بہت اقوی وارفع ہوا کرتا ہے بعض عارفین کا قول ہے کہ (تشہد میں ایھا النبی کا) یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوۃ والسلام ذوات موجودات میں اور افراد ممکنات میں سرایت کئے ہوئے ہے کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازیوں کی ذوات میں حاضر اور موجود ہیں۔" (آئینہ غیر مقلدیت، ص: ۱۹۷/۱۹۸)

لاؤ تو قتل نامہ ذرا میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

حضرات! جن مسائل کو ہم نے ذکر کیا ہے الحمد للہ علماء اہل سنت کی کتابوں میں مفصل مدلل ان کا تذکرہ موجود ہے یہاں اتنی طویل گفتگو صرف اس لئے کردی گئی تاکہ آپ غیر مقلدوں کے رازہائے سربستہ سے واقف ہوجائیں اور ان کے اصلی چہروں کو پہچان سکیں اور پھر کبھی مستقیم جیسے کودک نادان کو بڑوں کے منہ لگنے کی ناپاک جسارت نہ ہوسکے...... آپ یہ نہ سمجھئے کہ ہم نے جن غیر مقلدوں کے اقوال نقل کئے ہیں یہ کوئی ایرے غیرے اور معمولی لوگ ہیں نہیں بلکہ یہ سب ان کے اکابرین ہیں ان میں کوئی شیخ الزمین والآسمان اور امام وقت ہے تو کوئی منصب مجددیت کو سنبھالے ہے اور کوئی مسند اجتہاد کو رونق بخشے ہوئے ہے ان کے اقوال ناقابل تردید حجت وبرہان تسلیم کئے جاتے ہیں۔

اب مولوی مستقیم کے سامنے دو راستہ ہے یا تو اپنے ان مولویوں کے عقائد کو تسلیم کرتے ہوئے یہ اعلان کردیں کہ ہمارے بھی وہی عقیدے ہیں اور یا تو پھر ان عقائد کی بنا پر اگر سینوں کو کفر کی مشین گن سے بھون رہے ہیں تو اپنے ان مولویوں کے بارے میں بھی مشرک، بدعتی، جہنمی ہونے کا اعلان کردیں تب تو آپ کی توحید خالص کا بھرم رہے گا...... آگے ہم ان کے فتوئ اور فیصلے کا انتظار کریں گے۔

یہ قصہ لطیف ابھی نا تمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا ہے وہ آغاز باب تھا

شاہ ولی اللہ دہلوی، تقلید اور غیر مقلدین:

تقلید کے متعلق کچھ تحریر کرنے سے قبل مولوی مستقیم کی خیانت اور بددیانتی ہی نہیں بلکہ کذب وافترا پردازی کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ حضرات پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ تقویٰ وتقدس کی مالا جپنے والے ان یہودی صفت شریفوں کو شرم وحیا کی ہوا تک نہیں لگی ہے اور سچ، امانت، دیانت خوف خدا شرم نبی اور آخرت کی جواب دہی جیسے الفاظ اور ان کے مفہوم کا ان زر پرستوں کے یہاں، کوئی وجود ہی نہیں ہے تقلید کے متعلق گوہر افشانی کرتے ہوئے آنجناب ارشاد فرماتے ہیں۔

> ’’ائمہ اربعہ کے دور میں بھی تقلید کا رواج نہ تھا چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ابوطالب مکی کا قول نقل کیا ہے۔فرماتے ہیں۔‘‘
>
> "انما حدثت هذه البدعة فى القرن الرابع المذمرمة على لسانه صلى الله عليه وسلم" یہ تقلیدی بدعت چوتھی صدی ہجری میں رائج ہوئی جس کی مذمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکی ہے۔‘‘
>
> (حجۃ اللہ البالغۃ باب حکایۃ الناس قبل مأۃ الرابعۃ) تقلید شخصی، ص:۲۹)

قارئین محترم! آپ حضرات نے گزشتہ صفحات میں یہ ملاحظہ کرلیا ہے کہ مولوی صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر کس کس طرح کا الزام لگا کر اپنی دریدہ دہنی اور عیاری کا ثبوت دیا ہے، ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ ان لوگوں کو چونکہ اعلیٰ حضرت سے ذاتی عداوت وعناد ہے اور کسی کو بدنام کرنے کے لئے دشمنی میں کوئی بھی طریقہ اپنایا جا سکتا ہے تو ان مہربانوں نے جناب ابلیس کی تقلید میں اعلیٰ حضرت کو بدنام کرنے کے لئے یہ سب کالے کرتوت کر ڈالے ہیں، مگر ہماری

حیرانی خود انگشت بدنداں رہ گئی جب ہم نے یہ دیکھا کہ غیر مقلدین بزعم خویش جن کو اپنا سمجھتے ہیں اور جن سے رشتہ جوڑ کر قوم کو گمراہ کرنے کی سعی لاحاصل کرتے رہتے ہیں ان کو بھی جناب عالی نے اپنی افترا پردازی کی بھٹی میں جھونک دیا اور مکروفریب کر کے ان کی طرف ایک جعلی عبارت منسوب کر دی اور یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مصداق بن بیٹھے، غالباً یہ ناپاک سلسلہ اس فرقہ میں ابتداء ہی سے چلا آرہا ہے اسی لئے ایک غیر مقلد بہادر نے اپنے بھائیوں کی ان حرکتوں کا رونا بھی رویا ہے اور کھلم کھلا ان کی ان مذموم حرکتوں پر تبصرہ بھی کر دیا ہے۔ملاحظہ کیجئے نواب وحید الزماں نے لکھا ہے:

> ’’بعض عوام اہل حدیث کا حال یہ ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا ہے باقی اور آداب وسنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں غیبت، جھوٹ، افتراء سے باک نہیں کرتے۔
>
> (لغات الحدیث، ج:۲، ص:۹۱)

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اسی طرح ان کے سگے بھائی دیوبندیوں نے بھی ان کے جھوٹ اور مکر ودجل سے پریشان اور عاجز ہو کر ان کے رازہائے سربستہ کی نقاب کشائی کر ہی دی ہے چنانچہ ایک دیوبندی مولوی نے لکھا ہے:

> ’’برصغیر کے غیر مقلدین کا سب سے خطرناک رویہ اسلاف اُمت کی شان میں گستاخی ہے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تاریخ اسلام کے دوسرے جلیل القدر علماء اور ائمہ کے بارے میں دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی ان (غیر مقلدین) کے یہاں کوئی عیب اور کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔‘‘ (کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، ص:۷۶)

دیکھئے بات ذرا دور نکل گئی میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ مولوی مستقیم نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مایۂ ناز تصنیف کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ ابوطالب مکی نے تقلید کو بدعت مذمومہ قرار دیا ہے میں نے حجۃ اللہ البالغہ کی بحث تقلید کی سطر سطر دیکھ ڈالی مگر اس میں کہیں بھی ابوطالب مکی کا یہ قول نہیں مل سکا۔آپ یہ جان کر ورطۂ حیرت میں غرق ہو جائیں گے کہ جناب

شیخ نے شاہ صاحب کے متعلق کیا کیا گل کھلائے ہیں مذکورہ عبارت کو آپ ذرا پھر غور سے پڑھ لیں اور حجۃ اللہ البالغہ میں اس بحث کو ڈھونڈھ ڈالیں اگر مل جائے تو منہ مانگا انعام دیا جائے گا ورنہ اس جھوٹے مکار، مفتری، کذاب پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کر پھونک دیں۔

شرافت ودیانت داری کا لبادہ اوڑھ کر مکر وفریب کا کالا دھندہ کور چشم غیر مقلدین میں تو چل سکتا ہے مگر ایک مومن کی نگاہ سے بچ کر نہیں جاسکتا ہے۔

ہم وہ نہیں جسے تو اے فلک بگاڑ سکے
کدھر خیال ہے اتنی تیری مجال نہیں

حضرات! اب آیئے حجۃ اللہ البالغہ کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے اور مولوی مستقیم کی چابکدستی دیکھئے:

"اعلم ان الناس كانوا قبل المآته الرابعة غير مجمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه قال ابوطالب فى قوت القلوب ان الكتب والمجموعات محدثة والقول بمقالات الناس والفتيا بمذهب الواحد من الناس واتخاذ قوله والحكاية له من كل شئ والتفقه على مذهبه لم يكن الناس قديما على ذالك فى القرنين الاول والثانى انتهى."

''معلوم ہونا چاہئے کہ چوتھی صدی سے قبل کے لوگوں نے کسی ایک متعین (فقہی) مذہب کی مکمل تقلید پر اجماع نہیں کیا تھا ابوطالب مکی (اپنی مشہور کتاب) قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ تصنیفی انداز کی کتابیں اور مجموعے بعد کی باتیں ہیں لوگوں کی کہی ہوئی باتوں کو ہی بیان کرنا کسی ایک مذہب پر فتویٰ دینا اس کے قول کو دستور العمل بنالینا اور اسی کو نقل کرنا اور اسی کے اصولوں پر فقہ حاصل کرنا ان سب کا پہلی اور دوسری صدی میں وجود نہیں تھا۔

(حجۃ اللہ البالغۃ حکایۃ حال الناس قبل المآتہ الرابعہ،
جلد: ۱ ص: ۱۵۲ سطر ۱۵ مطبوعہ شرکہ امین دہلی ۱۳۷۳)

آپ اس عبارت کو بار بار پڑھ لیجئے اور بتایئے اس میں مولوی مستقیم کی پیش کردہ عبارت کہاں ہے ابوطالب مکی نے کہاں لکھا ہے کہ یہ تقلیدی بدعت چوتھی صدی ہجری میں رائج ہوئی جس کی مذمت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ مستقیم! یہ تمہاری شاطرانہ چال کہیں تمہیں جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں نہ ڈھکیل دے درحقیقت اس قسم کے مذموم اور قبیح حرکات تم جیسے سیاہ باطن ہی کر سکتے ہیں، گندم نما جوفروش ساہوکاروں کا کاروبار کچھ ایسا ہی رہا کرتا ہے۔

مسلمانو! آپ سنجیدگی سے غور کریں تو پتہ چلے گا کہ مصنف نے بیک قلم تین عظیم الشان شخصیتوں پر افترا پردازی کی ہے۔

(۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر افترا کیا کہ آپ نے تقلید کی مذمت کی ہے۔

(۲) ابوطالب مکی پر الزام لگایا کہ انہوں نے تقلید کی ابتداء، چوتھی صدی کے بعد بتائی ہے اور بدعت کہہ کر اس کو ناجائز ٹھہرایا ہے۔

(۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر تہمت باندھی کہ آپ نے مکی کا یہ قول اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

مولوی صاحب! کچھ تو غیرت وحیا سے کام لیا ہوتا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کرنے کی کتنی خطرناک سزا ہے آپ کو ضرور معلوم ہوگی پھر بھی آپ نے اپنی شقاوت قلبی اور بدبختی کی بناء پر اتنی گندی اور گھناونی حرکت کر ڈالی۔

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے
راستی پر آ خدا کو مان کر

آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب پر تہمت لگا کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ شاہ صاحب جیسی بھاری بھرکم شخصیت بھی تقلید کو غلط سمجھتی ہے مگر آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ کی یہ ساری کوششیں رائیگاں اور بیکار ہیں شاہ صاحب نے تقلید کو کہیں بھی آپ لوگوں کی طرح ناجائز وحرام اور شرک نہیں لکھا ہے بلکہ انہوں نے تو تقلید کرنے کو ضروری قرار دیا ہے اگر آنکھ پر ضد وہٹ دھرمی کی پٹی نہیں بندھی ہے تو لو پڑھو۔

شاہ ولی اللہ صاحب اور نظریہ تقلید:

آپ نے لکھا ہے:

"ان هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمت الامة او من يعتد به منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا وفى ذالك من المصالح مالا يخفى لا سيما فى هذه الايام التى قصرت فيها الهمم جدا واشربت النفوس الهوى واعجب كل ذى راى برائه۔"

"یہ چاروں فقہی مذاہب جو اس وقت رائج ہیں ان میں سے کسی ایک کی تقلید پر زمانہ قدیم سے لے کر آج تک اُمت اسلامیہ کا اتفاق رہا ہے اور اس میں بڑی مصلحتیں ہیں بالخصوص ہمارے اس دور میں تو اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ آج کل عقلوں میں کوتاہی آچکی ہے اور لوگوں کے دلوں میں خواہشات نفسانیہ بھری ہوئی ہیں اور ہر شخص اپنی عقل اور سمجھ کو سب سے بہتر سمجھتا ہے اس لئے ان مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے۔"

(حجۃ اللہ البالغہ، ج:۱،ص:۱۵۴)

اس سے شاہ صاحب کا نظریہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ آپ تقلید شخصی کو نہ صرف یہ کہ جائز مانتے ہیں بلکہ چاروں مسلک میں سے کسی ایک کی تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں اور نفس پرستوں کی قلعی کھولتے ہوئے مزید یہ بھی فرما رہے ہیں کہ تقلید نہ کرنا ہوس پرستی اور خواہش نفس کی پیروی ہے...... اب مولوی مستقیم میں اگر کچھ غیرت ہو تو جس طرح امام احمد رضا کو مقلد ہونے کی بناء پر صلواتیں سنا رہے ہیں شاہ صاحب کو بھی کوس ڈالیں اور ان کی رُوح کو بھی اپنی غلاظتوں کا تحفہ پیش کر دیں پھر ہم جانیں!

ہو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

شاہ صاحب اور فقہ حنفی:

غیر مقلدین کو ائمہ مجتہدین سے جو کدورت ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے بالخصوص امام اعظم حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ان کی دریدہ دہنی اور ان کی ذات پاک پر تبرا بازی تو ان لوگوں کی گھٹی میں رچی بسی ہے، جب کہ ان کے معتمد خاص اور مستند و معتبر محدث حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے معیار سے تمام فقہی مسالک میں سب سے زیادہ ہم آہنگ بتایا ہے اور یہ بات انہوں نے خود اپنی تحقیق کی بنیاد پر نہیں بلکہ رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتانے سے لکھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"عرفنى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فى المذهب الحنفى طريقة انيقة هى اوفق الطرق بالسنة المعروفة التى جمعت ونقحت فى زمان البخارى رحمه الله۔"

"مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (بحالت کشف) یہ حقیقت بتائی ہے کہ فقہ حنفی ایک عمدہ طریقہ ہے اور امام بخاری کے زمانے میں جن احادیث کو جمع کیا گیا اور پھر ان کی تنقیح کی گئی ان حدیثوں سے بہت موافق اور ہم آہنگ ہے۔"

(فیوض الحرمین، ص:۴۸)

شاہ صاحب کے اس ارشاد کا ماحصل یہ ہے کہ فقہ حنفی کے جو مسائل کتب فقہ میں مذکور ہیں وہ مکمل قرآن و حدیث کے معیار پر صحیح اور درست ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب شاہ صاحب کے نزدیک فقہ حنفی ہی قرآنی معیار پر پوری طرح اُترتا ہے تو انہوں نے اسی کی پیروی کی اور اسی کے مطابق زندگی گزاری ورنہ بصورت دیگر شاہ صاحب کا قرآنی معیار پر جو بات پوری اُترتی تھی اس سے ہٹنا لازم آئے گا اور اس طرح کی جسارت کوئی غیر مقلد ہی کر سکتا ہے شاہ صاحب کی طرف اس طرح کی بات کو منسوب کرنا سراسر ظلم و ستم اور ان کی عظیم

الشان شخصیت سے کھیلنا ہوگا اس لئے بات یہ ثابت ہوئی کہ شاہ صاحب بھی فقہ حنفی کو برحق تسلیم کرتے تھے اور اس کی تقلید بھی کرتے تھے...... مولوی مستقیم کا یہ بہت بڑا فراڈ ہے کہ شاہ صاحب نے تقلید کی مذمت کی ہے......

مزید ایک اور شہادت:

ہم نے شاہ صاحب کے حنفی مقلد ہونے کی جو بات ماسبق میں ذکر کی ہے اس میں کسی طرح کا کوئی تردد نہیں ہے مگر مزید اطمینان قلب کے پیش نظر ایک دیوبندی مولوی کا بیان مزید تحریر کیئے دے رہے ہیں وہ لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ اور ان کا پورا گھرانہ حنفی تھا ان حضرات کو غیر مقلدیت سے کوئی واسطہ نہیں تھا غیر مقلدوں کی یہ دھاندلی ہے کہ شاہ صاحب کو سلفیت یعنی غیر مقلدیت کا بانی قرار دیتے ہیں، الفرقان لکھنؤ کے شاہ ولی اللہ نمبر میں حضرت علامہ مولانا یوسف بنوری کا مضمون اس موضوع پر بہت مدلل اور کافی وشافی ہے۔ (حاشیہ آئینہ غیر مقلدیت، ص:۹۶)

کتب شاہ ولی اللہ میں تحریفات:

مولوی مستقیم نے حجۃ اللہ البالغہ کی جو عبارت پیش کی ہے ماسبق میں اس کی پوری قلعی کھول دی گئی ہے البتہ اچانک ایک بات اور ذہن میں یہ آئی کہ جب ان غیر مقلدوں نے حضور غوث پاک کی کتاب میں تحریف والحاق کر ڈالا ہے تو ممکن ہے کہ شاہ صاحب کی کتابوں کے ساتھ بھی ان یہودی خصلت لوگوں کا وہی رویہ رہا ہو چنانچہ میرا اندیشہ یقین میں بدل گیا اور مجھے یقینی طور پر یہ بات شواہد وحقائق کی روشنی میں معلوم ہوگئی کہ ان حضرات نے بلا شبہ شاہ صاحب کی کتابوں میں ردو بدل کر ڈالا ہے اور من گڑھت عبارتیں ان کی کتابوں میں شامل کر دی ہیں چنانچہ ڈاکٹر مولانا تقی انور علوی کاکوروی رقمطراز ہیں:

''بعض محققین کی تحقیق ہے کہ حضرت اقدس کی وفات یا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد سے ہی حضرت کی بعض تصانیف کو اہل حدیث وفرقہ وہابیہ نے اپنے قبضہ وتصرف میں لے کر تحریف والحاق کا کام بہت زور وشور اور بڑے منظم طریقہ سے کیا بلکہ بعض کتابیں اس تنظیم کے اراکین نے خود لکھ کر حضرت اقدس سے منسوب کر کے شائع کر دیں۔

(عرض مترجم بر القول الجلی، ص:۱۰۲)

اس عبارت کی روشنی میں میں یہ لکھ رہا ہوں کہ اگر بالفرض مولوی مستقیم کی پیش کردہ عبارت شاہ صاحب کی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ کے کسی نسخہ میں لکھی ملے تو وہ یقیناً ان ظالموں کی کارستانی اور انھیں لوگوں کی گڑھی ہوئی عبارت ہوگی جو کتاب میں شامل کر دی گئی...... بلکہ شاہ صاحب کی کتاب سے میں نے جو عبارت پیش کی ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے کے لوگ کسی خاص مذہب کی تقلید پر نہیں تھے۔ یہ عبارت بھی قدیم نسخوں میں نہیں ہے چنانچہ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے شہر آرہ بہار کے ایک جج نے غیر مقلدوں کی طرف سے اسی عبارت کو پیش کر کے پوچھا کہ حجۃ اللہ البالغہ میں یہ عبارت ہے کہ نہیں؟ تو اعلیٰ حضرت نے جواب دیا:

''یہ عبارت حجۃ اللہ البالغۃ کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے صرف ایک نسخے میں ہے جو کہ تتمہ بنا کر الحاق کی گئی ہے، چھاپنے والے نے اسے حاشیہ پر ظاہر کر دیا ہے اور یہ عبارت خود انہیں مصنف کی کتاب مسمی بہ انصاف کے خلاف ہے دو صدی کے بعد ایک امام معین کا مذہب لینا مسلمانوں میں شائع ہوا کم کوئی ایسا نہ کرتا اور اس وقت وہی واجب تھا اور اتنا تو حجۃ اللہ البالغہ کی اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ تیسری صدی تک بھی تقلید شخصی خالص موجود تھی گو اس پر اجماع نہ تھا پھر تو اس پر سب کا اجتماع ہوگیا۔ (اظہار الحق الجلی، ص:۲۶)

حجۃ اللہ البالغۃ میں تحریف کے متعلق ایک اور شہادت ملاحظہ کیجئے، ڈاکٹر مولانا تقی انور علوی کاکوروی لکھتے ہیں:

''حضرت کی تصانیف تفہیمات الٰہیہ وحجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں جو تحریفات

والحاقات (متعلق بہ عقائد) کئے گئے اس کی نشاندہی تقریباً ایک صدی قبل ہی حضرت کے حفید سعید مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللٰہی نے کی تھی اور لوگوں کو اس فریب مسلسل سے آگاہ و متنبہ کر دیا تھا، تصریح کے لئے انفاس العارفین مطبوعہ مطبع احمدی کا التماس ضرور پڑھے سید محمد فاروق القادری ایم اے، نے انفاس العارفین کا ترجمہ چند سال قبل شائع کیا اس کے مقدمہ میں تفصیل وتشریح سے مبلغین عقائد نجدیہ کے ان الحاقات وتحریفات کی وضاحت کی ہے۔''

(عرض مترجم بر القول الجلی، ص:۱۰۵)

مولوی مستقیم نے شاہ صاحب کی عبارت سے اپنا فاسد نظریہ ثابت کرنا چاہا تھا مگر جناب کو منھ کی کھانی پڑی اب بھی اگر کچھ شرم وحیا ہو تو شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہو جائیں ممکن ہے اصلاح قلب ہو جائے کیونکہ انہوں نے شاہ صاحب کے ساتھ بددیانتی کر کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے۔ قارئین محترم اگر بار خاطر نہ ہو تو ذرا فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب قبلہ پر مولوی صاحب کے برسنے کا یہ تیور بھی ملاحظہ کرتے چلیں، لکھتے ہیں:

''مفتی جلال الدین صاحب کی خیانت اور فریب کاری کی ہانڈی چوراہے پر پھوڑنے سے قبل مناسب سمجھتا ہوں کہ خیانت کی تھوڑی سی وضاحت بھی کر دی جائے تا کہ ان کو اپنا حشر بھی نظر آ جائے۔'' (تقلید شخصی، ص:۹۸)

آگے پھر لکھتے ہیں:-

''اسی طرح آپس میں ایک دوسرے کے جان ومال عزت وآبرو اور تحریر وتقریر میں بھی ردوبدل اور خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔۔'' (حوالہ سابق)

اور خیانت وبددیانتی سے متعلق کچھ آیات ذکر کر کے لکھا ہے:

''لیکن فریب کاری ہی جن کا پیشہ ہو خیانت ہی جن کی روزی روٹی کا ذریعہ ہو تحریف وتاویل ہی جن کی شہرت اور ناموری کا سرچشمہ ہو انہیں ان وعیدوں سے کیا ڈر؟'' (حوالہ سابق، ص:۹۹)

''جماعت بریلویہ کو نصوص شرعیہ کی تحریف وتاویل اور غیروں کی تحریروں میں خیانت کرنے کا فن خوب آتا ہے۔'' (حوالہ سابق)

شاباش برخوردار! وقت کا عظیم مصنف تقویٰ وطہارت میں مظہر اسلاف علوم اسلامی کا سچا امین نائب رسول کریم فقہ وفتاویٰ کا رمز شناس آپ کو بددیانت اور فریب کار نظر آ رہا ہے۔ اور خود اپنی جماعت کے فرعونوں کا مکر وفریب سراسر امانت ودیانت دکھائی پڑتا ہے۔ سچ ہے:

خدا جب دین لیتا ہے
تو عقلیں چھین لیتا ہے

عرب اور اہلسنّت وجماعت

مولوی مستقیم صاحب نے اہلسنت پر یہ بھی ایک الزام لگایا ہے کہ ان حضرات کو عرب سے عداوت اور دشمنی ہے کیونکہ یہ لوگ سعودیہ کا نام سن کر چین بہ جبیں ہو جاتے ہیں، ایک ورق سیاہ کرنے کے بعد شتر بے مہار کی طرح وادی عداوت میں بھٹکتے ہوئے یوں نغمہ سنجی کرتے ہیں:

کعبہ سے بیران کو بطحا سے دشمنی ہے
قبلہ وہی جو سب سے اونچی قبر بنی ہے

(تقلید شخصی، ص:۳۲)

ہم اہلسنّت کو کعبہ وبطحا سے دشمنی ہے یا محبت! اس کے لئے غیر مقلدوں سے کوئی سند حاصل کرنے کی ہمیں چنداں ضرورت نہیں ہے، کوچہ جاناں کے ذرے ذرے کا احترام جس طرح ایک مومن کے دل میں ہونا چاہئے اس کو جاننے کے لئے صرف امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ اور آپ کے برادر محترم حضرت حسن بریلوی علیہ الرحمہ کے نعتیہ اشعار پڑھ لیجئے تو کچھ اندازہ ہو جائے گا کہ سنیوں کو عرب مقدس سے کس حد تک محبت ووارفتگی ہے بطور نمونہ چند ایسے اشعار پیش کئے جا رہے ہیں جن میں عرب مقدس کا ذکر جمیل کیا گیا ہے ۔امام احمد رضا فرماتے ہیں:

تاب مرآت سحر گرد بیابان عرب
غازۂ روئے قمر دود چراغان عرب
اللہ اللہ بہار چمنستان عرب
پاک ہیں لوث خزاں سے گل وریحان عرب
باغ فردوس کو جاتے ہیں ہزاران عرب
ہائے صحرائے عرب ہائے بیابان عرب
دل وہی دل ہے جو آنکھوں سے ہو حیران عرب
آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو دل سے ہوں قربان عرب
صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار
کچھ عجب رنگ سے پھولا ہے گلستان عرب
چرچے ہوتے ہیں یہ کمھلائے ہوئے پھولوں میں
کیوں یہ دن دیکھتے پاتے جو بیابان عرب
ہشت خلد آئیں وہاں کسب لطافت کو رضا
چار دن برسے جہاں ابر بہاران عرب

(حدائق بخشش، ج:۱،ص:۲۸، ۳۱)

اور حضرت حسن بریلوی فرماتے ہیں:

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ
کہ سب جنتیں ہیں نثار مدینہ
رہیں ان کے جلوے بسیں ان کے جلوے
مرا دل بنے یادگار مدینہ
میری خاک یارب نہ برباد جائے
پس مرگ کردے غبار مدینہ

(ذوق نعت، ص:۸۲)

اور لکھتے ہیں:

مر کے جیتے ہیں جو جاتے ہیں مدینہ اے حسن
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

اور اعلیٰ حضرت کے شاہزادے مفتی اعظم عرض کرتے ہیں:

خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوری
مدینے کی گلیاں بہارا کروں میں

اگر مولوی صاحب میں شعر فہمی کا کچھ مادہ ہو تو ان اشعار کو پڑھیں اور غور کر کے بتائیں کہ امام احمد رضا بریلوی نے جس والہانہ اسلوب میں عرب مقدس کا تذکرہ چھیڑا ہے کیا کسی غیر مقلد میں بھی اس طرح کا شعور ہے اور کیا کسی نے اس جذبۂ محبت کے ساتھ عرب کی مقدس سرزمین کا ذکر کبھی نظم میں یا نثر میں کیا ہے اگر نہیں کیا اور یقیناً کسی بھی غیر مقلد نے اس اخلاص ومحبت کے ساتھ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کا ذکر نہیں کیا ہے تو انہیں پہلے اپنے گریبان میں منھ ڈال کر سوچنا چاہئے سنیوں کی فکر میں نہ رہیں۔

کیا غیر مقلدوں کو عرب سے محبت ہے؟

حضرات! اس وقت بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدوں کے اس دعویٰ کی قلعی کھول دی جائے کہ ان کو عرب سے بہت محبت ہے! تا کہ آپ حضرت پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ ان ہوس پرستوں کو صرف اور صرف اپنی مطلب برآری سے محبت ہے نہ تو انہیں ایمان پیارا ہے اور نہ ہی کعبہ اور بطحا عزیز ہے، چنانچہ انہیں کے ہم خیال ایک دیوبندی عالم کے مندرجہ ذیل انکشافات سے بات بڑی حد تک صاف ہو جا رہی ہے وہ لکھتے ہیں:

''یہ جذبہ محبت ان خودغرض زر پرستوں کے دلوں میں اس وقت سے پیدا ہوا جب سے عرب کی زمین ''کالا سونا'' اُگلنے لگی اور اس کے بڑے بڑے ذخائر دریافت ہونے لگے اور عربوں کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ دولت وثروت سے مالا

مال کر دیا۔ ہر لا مذہبی غیر مقلد عربوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وہابیت اور سلفیت کو اپنے لئے کلاہ افتخار تصور کرنے لگا تاکہ سیال سونے کے جو چشمے عرب کی سرزمین پر اُبل رہے ہیں ان کی کوئی نہر ان کی وادیٔ غیر ذی زرع کی طرف بھی نکال دی جائے جس کے ذریعہ انڈو پاک میں جاری تخریبی سرگرمیوں کو برق رفتاری عطا کی جا سکے۔''

(آئینہ غیر مقلدیت، ص:۴۸)

مزید ایک جگہ اور لکھا ہے:

''اللہ اکبر، خدا کی شان بھی کیسی عظیم ہے؟ کیسے کیسے لوگوں کو اس دنیا میں پیدا کرتا ہے وہ لیل ونہار میں کس طرح اُلٹ پھیر کرتا ہے؟ درہم ودینار میں بھی عجیب تاثیر رکھی ہے، جو لوگوں کے دلوں کے مالک بن جاتے ہیں کوئی ایک فرد کیا معنی؟ پوری قوم کو پل بھر میں پلٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ (ایضاً ص:۱۱۶)

اسی طرح یہ اقتباس بھی دعوت فکر دے رہا ہے:

''ان (غیر مقلدین) کی اس محبت کا اس جنس محبت سے کوئی تعلق نہیں جو ایمان کی علامت ہے یعنی اللہ کے لئے یہ محبت ہرگز نہیں بلکہ اس محبت اور اس دوستی کی اساس اور بنیاد خالص ذاتی اور مادی منافع پر رکھی گئی ہے، دنیا اور دولت کے پجاری ان خود غرض لوگوں کے دل میں یہ محبت اور دوستی اس وقت سے شروع ہوئی جب سے عرب کی سرزمین سیاہ سونا (پٹرول) اُگلنے لگی وہاں کے باشندوں میں مالداری کے آثار ظاہر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر مال ودولت اور نعمتوں کی بارش اور فراوانی کردی۔'' (کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، ص:۱۰۵)

ان ساری عبارتوں کو نقل کر کے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج غیر مقلدین بڑے زور وشور سے جو سعودیہ عربیہ کی سُر میں سُر ملا کر گلا پھاڑ رہے ہیں اور عرب کی محبت کا جو دم بھر رہے ہیں وہ اس لئے نہیں کہ وہاں سے مذہب اسلام پھیلا اور وہ ہمارا مرکز عقیدت ومحبت ہے بلکہ ان کی محبت صرف اور صرف حصول مال وزر کے لئے ہے جیسا کہ انہیں کے ہم عقیدہ عالم دین

کے اقتباسات سے ظاہر ہے، اور اب آخر میں ہم ماہنامہ اہلحدیث دہلی کے غیر مقلد ایڈیٹر کا وہ تبصرہ نقل کر دے رہے ہیں جو انہوں نے اپنی جماعت کے کرتوتوں کو دیکھ کر حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑے واضح لفظوں میں کیا ہے اور جس سے اصل حقیقت پر ضرور کچھ نہ کچھ روشنی پڑتی ہے وہ لکھتے ہیں:

''ہماری جمعیت مسلک کی دعوت وتبلیغ کے لئے نہیں بلکہ روپیہ، اقتدار کی ہوس کو پورا کرنے کا ذریعہ بن گئی ہے عوام کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے اور مسلک وجماعت کے نام اور منصب کا بلیک میل کیا جا رہا ہے۔ جس شخص کے پاس جمعیت کا عہدہ اور منصب ہو وہ پہلے اس کے ذریعہ عرب دنیا میں چمکتا ہے پھر اپنے کاروبار کو وسیع کرتا ہے کیونکہ اس منصب کے ذریعہ ویزا اور عرب شیوخ تک رسائی بہر حال آسان ہو جاتی ہے۔'' (مجلہ اہلحدیث، ص:۲، مارچ ۱۹۹۰ء)

مولوی صاحب! یہ ہے آپ کی اصلیت جس کا برملا اظہار کرنے والے بریلوی نہیں خود آپ ہی کے اپنے ہیں اب اگر کچھ بھی غیرت وحمیت ہو تو اپنے کردار پر نظر ثانی کیجئے اور دوسروں کو کوسنے کے بجائے اپنی خبر لیجئے کسی پر ناحق بہتان لگانا ذلت ورسوائی کو دعوت دینا ہے۔

بھلا سوچئے تو صحیح کیا غضب ہے کہ اگر سنی حضرات عرب میں رہنے والے ظالموں، یہودیوں، سعودی درندوں اور گمراہوں کی مخالفت کریں تو اس کو کعبہ اور بطحا کی دشمنی بتایا جا رہا ہے گویا غیر مقلدوں کے یہاں عرب کے رہنے والے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، ابوجہل، ابولہب، وغیرہ کافروں، مرتدوں کی مذمت کی جائے تو یہ مکہ اور مدینہ کی مخالفت ہے، اسی کو کہتے ہیں، ضد، ہٹ دھرمی، حماقت، گمراہی، اور عقل وخرد کا دیوالیہ پن۔

اتنی تفصیل کے بعد اب مزید یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ عرب کی محبت کا دم بھرنے والے غیر مقلدین عرب کے تئیں کتنے مخلص اور باوفا ہیں۔

عاقل کے لئے کافی ہے اک حرف اشارہ
کافی نہیں نادان کو دفتر نہ رسالہ

اہلسنّت کو آل سعود سے نفرت کیوں؟

حضرات! اہلسنّت کو آل سعود اور شیخ نجدی سے بلاشبہ عداوت ہے اور رہے گی کیونکہ ان لوگوں نے اسلام و مسلمین کی شان و شوکت کو پامال کیا ہے اور کر رہے ہیں علماء حق کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا اور بنا رہے ہیں اسلامی آثار اور مذہبی اقدار و شعار کو نیست و نابود کیا اور کر رہے ہیں صحابہ کرام اولیاء عظام اور علماء اسلام کی تحقیر و تذلیل منصوبہ بند طریقے سے کر رہے ہیں اور ایک ایک کر کے اسلامی نشانی مٹا رہے ہیں، جس کی تفصیل آرہی ہے، اب ایسے کربناک مظالم ڈھانے والے درندوں کے ساتھ مسلمان عداوت نہیں رکھیں گے تو کیا محبت کریں گے؟ ان سے محبت وہی لوگ کر سکتے ہیں جو درحقیقت اسلام دشمن اور مسلمانوں کے بدخواہ ہوں گے کوئی مسلمان ان سے محبت نہیں کرے گا اور اگر اہلسنّت ان نجدیوں سے نفرت کرتے ہیں تو یہ عین محبت عرب کی علامت ہے کیونکہ اہل حرمین بھی ان ظالموں سے نفرت کرتے ہیں جیسا کہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی عرف مدنی نے لکھا ہے:

''الحاصل وہ (شیخ نجدی) ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس سے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا نہ یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود، غرضیکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے۔

اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے، وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے، جتنی وہابیہ سے رکھتے ہیں۔'' (الشہاب الثاقب، ص:۴۲)

اب مولوی صاحب بتائیں کہ اہلسنّت کا نجدی ظالموں سے دشمنی رکھنا عرب کی محبت ہے یا عداوت ہے اور خود اپنے بارے میں سوچیں کہ پورا عرب جن خونخواروں کو یہود و نصاریٰ سے برا

جانتا ہے ان سے دوستی کی پینگیں بڑھا کر آخر عرب سے کس محبت کا ثبوت دے رہے ہیں:

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پوچھئے اپنی جبیں سے

طبقات ابن رجب اور غیر مقلدین

مولوی صاحب نے لکھا ہے:

''شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا، کیا مسلک حنبلی کے علاوہ کسی اور جماعت میں ولی ہوئے ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ماکان ولا یکون نہ ہوئے ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ (طبقات ابن رجب، ج:۱، ص:۱۰۲)
اس سے ثابت ہوا کہ اولیاء اگر مقلد تھے تو حنفی نہیں تھے
(تقلید شخصی، ص:۳۳،۳۴)

جھوٹے موتی کی طرف کب دیکھتے ہیں جوہری
بے صداقت آبرو اے بدگہر ملتی نہیں

خدارا انصاف کرو کیا غیر مقلدیت صرف جھوٹ اور بہتان ہی کا نام ہے یا کچھ صداقت و دیانت کا بھی عنصر اس میں شامل ہے جو چاہا لکھ دیا جس کی طرف چاہا عبارت بنا کر منسوب کر دیا اور جیسا چاہا مطلب نکال لیا اگر صرف امام احمد رضا تک بات ہوتی تو کوئی حیرت نہ ہوتی مگر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ابو طالب مکی اور اب دیکھئے ابن رجب حنبلی اور حضور غوث پاک تک کو ان سیاہ باطن دیوثوں نے اپنی افترا پردازی کا نشانہ بنا ڈالا ہے اور آگے سلسلہ کہاں تک دراز ہے اللہ بہتر جانے۔

شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

قارئین محترم! ذرا آپ غور کریں کہ غیر مقلدین کو یہ بھی گوارا نہیں کہ حنفیوں میں کوئی ولی ہو بغض وعناد اور دلی کدورت کا یہ تماشہ شاید چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہوگا، آنجناب نے تو یہودیوں کے بھی کان کاٹ ڈالے ہیں، انصاف و دیانت کی یہ کتنی دردناک پامالی ہے کہ امام

احمد رضا سے جذبہ عداوت کی بناء پر بے شمار اولیاء کاملین کو بیک جنبش قلم دفتر اولیاء سے ہی خارج کر دیا گیا۔

آواز دو غیرت حق کو! آخر وہ کہاں چلی گئی؟

مولوی صاحب! آپ نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ کوئی حنفی ولی نہیں ہو سکتا ہے حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول بڑی محنت وعرق ریزی کر کے ڈھونڈھا ہے اور بزعم خویش بہت بڑا تیر مار لیا ہے مگر شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ خدائے بزرگ و برتر کو جب کسی انسان کی پردہ دری منظور ہوتی ہے تو وہ انسان اسی طرح کی حرکتیں کرتا ہے اور پھر ذلت و رسوائی کے گڑھے میں ڈھکیل دیا جاتا ہے آپ کی ساری کوششیں بس سعی رائگاں کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اگر عقل و دماغ کا زاویہ ادھر ادھر نہ ہو گیا ہو تو سنو!

پہلی بات: آپ اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں اور اہلحدیثوں کے نزدیک صرف صحیح حدیثیں ہی حجت و دلیل کا درجہ رکھتی ہیں کسی صحابی کا قول وفعل بھی آپ کے یہاں حجت نہیں ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے:

وفعل الصحابی لا یصلح حجة (التاج المکلل ص:۲۹۲)

یعنی صحابی کا فعل قابل حجت نہیں ہے۔

اور آپ کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

"زیرا کہ قول صحابی حجت نیست یعنی صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔" (فتاویٰ نذیریہ، ج:۱، ص:۳۴۰)

اور جب صحابی کا بھی قول آپ کے نزدیک قابل حجت و استدلال نہیں ہے تو پھر کسی دوسری شخصیت کا قول کیسے آپ کے نزدیک حجت کے قابل بن گیا جب کہ وہ مقلد بھی ہو اس لئے حضور غوث پاک کا یہ ارشاد پیش کرنا اہلحدیث کے نام پر بدنما داغ لگاتا ہے بلکہ بقول آپ کے شرک ہے۔ کیونکہ آپ لوگ تقلید کو شرک مانتے ہیں اور حضور غوث پاک کے اس قول کو آپ نے بلا کسی دلیل کے مان لیا ہے لہذا یہ بھی تقلید ہوئی تو آپ خود اپنے قول سے مشرک ہو گئے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

دوسری بات: ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ احناف کو برا بھلا کہنے اور ائمہ حنفیہ پر تبرا بازی کرنے کے لئے آپ کو شرک کے کتنے مراحل سے گزرنا پڑا۔

پہلا شرک یہ ہے کہ آپ نے تقلید کر ڈالی۔ دوسرا شرک یہ ہے کہ حضور غوث الوریٰ اگر غیب داں نہیں تھے تو انہیں کیوں کر معلوم ہوا کہ حنفیوں میں کوئی ولی نہیں ہوگا۔ اب آپ یا تو غوث پاک کے لئے غیب دانی کا ثبوت مانیں یا یہ کہیں کہ حضور غوث پاک کو غیب نہیں تھا اگر پہلی بات تسلیم کرتے ہیں تو تقویۃ الایمانی شرک کا بم فوراً دھماکہ کرے گا اور آپ کی توحید کے بر نچے اُڑا دے گا اور اگر دوسرا پہلو اپناتے ہیں تو غوث الوریٰ کی بات آپ کے نزدیک صرف ایک اٹکل پچو اور افسانہ کے سوا کسی درجہ میں نہیں رہ جائے گی۔

یہ ہے آپ کی غیر مقلدیت کا کمال کہ دھوبی کا گدھا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ بڑی محنت و جانفشانی سے آپ نے غوث پاک کا ایک ارشاد بھی ڈھونڈھا تو وہ آپ ہی کے گلے کی ہڈی بن گیا، مجھے حیرت ہے کہ آپ کے ضمیر نے بھلا کفر و شرک سے بھرے ہوئے جملے کو پیش کر کے اپنے موحد ہونے پر بٹہ لگانا کس طرح گوارا کر لیا کہیں ایسا تو نہیں کہ حنفی اولیاء کرام پر تبرا بازی نے آپ کو کیفر کردار تک پہونچا دیا ہو۔

تیسری بات: آپ نے لکھا ہے کہ شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ مسلک حنبلی کے علاوہ کسی اور جماعت میں ولی ہوئے ہیں۔ تلاش بسیار کے بعد معلوم ہوا کہ آپ نے یہ قول اپنے ایک غیر مقلد مولوی یوسف جے پوری کی کذب وافترا اور مکر و فریب کی گٹھری سے نکالا ہے اس میں پوری عبارت یوں درج ہے:

قیل للشیخ ھل کان للہ ولیا علی غیر اعتقاد احمد ابن حنبل فقال ماکان ولایکون۔

حضرت پیران پیر سے پوچھا گیا کہ حنبلی مذہب والوں کے سوا اور مذہب میں بھی کچھ ولی ہوئے ہیں یا نہیں فرمایا نہ تو ہوئے ہیں نہ ہوں گے۔ (ترجمہ از:- جے پوری حقیقۃ الفقہ)

آپ نے علی غیر اعتقاد احمد بن حنبل کا ترجمہ مسلک حنبلی کے علاوہ کیا ہے یہ ترجمہ انتہائی غلط پر فریب اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے کے لئے کیا گیا ہے۔

غوث پاک کے ارشاد میں اعتقاد کا ترجمہ جے پوری نے مذہب کیا ہے اور آپ نے مسلک کیا ہے جب کہ یہاں اعتقاد سے مسلک ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ اعتقاد سے مراد وہ بنیادی عقیدے ہیں جن پر کفر و اسلام اور ثواب و عذاب کا دارومدار ہوتا ہے، اور یہ بات مسلم ہے کہ بنیادی عقائد میں ائمہ اربعہ کا باہم کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ عقائد میں سب متفق ہیں چنانچہ ایک نجدی عالم نے خود اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''یہ چاروں فقہی مذاہب اسلامی اصول میں متفق اور یکساں ہیں اور ان میں باہم کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں، بلکہ ان سب کا مرجع اور سرچشمہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت طیبہ ہے اور ان میں جو تھوڑے سے اختلاف پائے جاتے ہیں وہ صرف بعض فروعی اور جزئی مسائل میں ہیں۔''
(دین حق، ص:۱۷۵)

اس لئے اب مذکورہ عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ امام احمد بن حنبل کے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھنے والا کوئی شخص ولی ہوا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اس ترجمہ کو سامنے رکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضور غوث پاک اہلسنّت کے علاوہ معتزلہ، خوارج، روافض اور دیگر باطل فرقوں کا رد فرمار ہے ہیں کہ ان میں نہ تو کوئی ولی ہوا نہ ہوگا کیونکہ یہ سب امام احمد بن حنبل کے عقائد سے ہٹے ہوئے تھے، اور گمراہ تھے۔

مگر برا ہو غیر مقلدیت کا کہ انسان کو اندھا اور پاگل بنا دیتی ہے اور وہ بیچارہ دردر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے کچھ یہی مولوی صاحب آپ کا بھی حال ہے۔

چوتھی بات:- آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ غوث پاک کا ارشاد ہے کہ کوئی حنفی ولی نہیں ہوسکتا ہے جب کہ خود غوث پاک نے ایک بزرگ کے بارے میں فرمایا ہے کہ آج روئے زمین پر ان جیسا کوئی ولی حنفی المذہب نہیں ہے۔ علامہ اجل حضرت شطنوفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''حضرت ابوالتقی محمد بن ازہر صریفینی سے منقول ہے کہ مجھے رجال الغیب کے دیکھنے کی تمنا تھی مزار پاک امام احمد کے حضور ایک مرد کو دیکھا دل میں آیا کہ مردان غیب ہیں وہ زیارت سے فارغ ہوکر چلے یہ پیچھے ہولئے ان کے لئے

دریائے دجلہ کا پاٹ سمٹ کر ایک قدم بھر کا رہ گیا کہ وہ پاؤں رکھ کر اس پار ہو گئے انہوں نے قسم دے کر روکا اور ان کا مذہب پوچھا فرمایا: حنیفاً مسلما وما انا من المشرکین یہ سمجھے کہ حنفی ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں عرض کے لئے حاضر ہوئے حضور اندر ہیں دروازہ بند ہے ان کے پہونچتے ہی حضور نے اندر سے ارشاد فرمایا اے محمد آج روئے زمین پر اس شان کا کوئی ولی حنفی المذہب نہیں۔

(بہجۃ الاسرار شریف، ص:۲۲۹) فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۲۸

اب مولوی مستقیم آپ بتائیں کہ غوث پاک کا یہ قول سچا ہے یا آپ کا پیش کردہ قول۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ حنفیوں سے عداوت نے یہاں بھی آپ کو جعلی عبارت لکھنے پر مجبور کر دیا ہو اور آپ کی فطرت خبیثہ نے کالا دھندہ کر دیا ہو۔ (حقیقتاً معاملہ کچھ ایسا ہی ہے)

پانچویں بات:- اگر آپ کی بات مان لی جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ مالکیوں شافعیوں میں بھی کوئی ولی نہ ہو کہ غوث پاک نے صرف حنبلیوں میں ہی ولی ہونا بتادیا ہے تو کیا آپ اور آپ کی کمپنی اس کے لئے تیار ہے؟

اور پھر لطف کی بات یہ ہوگی کہ آپ اپنے پیروں میں خود ہی کلہاڑی مارتے نظر آئیں گے اور بلفظ دیگر یہ اقرار کرتے ملیں گے کہ کوئی غیر مقلد بھی کبھی نہ ولی ہوا نہ ہوسکتا ہے کہ ولی ہونا صرف حنبلیوں کے لئے خاص ہوگیا۔ اب آپ ہی کے الفاظ کو یہاں نقل کردوں تو زیادہ مناسب ہوگا تاکہ میاں کی جوتی اور میاں کا سر کا مقولہ برمحل ہوجائے۔

''اس سے تو غیر مقلدین کو عبرت و نصیحت حاصل کرنی چاہئے نہ کہ بے حیائی کا مظاہرہ!''

چھٹی بات:- آپ کا یہ کہنا کہ حنفیوں میں کوئی ولی نہیں ہوا بالکل سورج کی تخت دھوپ میں دن کا انکار کرنا ہے بلکہ حد درجہ کی ہٹ دھرمی ڈھیٹھائی اور بے حیائی ہے ذرا آپ اپنے حواریوں کے ساتھ سوچ سمجھ کر بتائیں کہ

حضرت ابراہیم ادھم بلخی، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت شقیق بلخی، حضرت علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ

فرید الدین، حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے شاہزادگان، حضرت شیخ محقق عبدالحق دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی پھر شاہ ولی اللہ دہلوی قدست اسرارہم جو سب کے سب حنفی مقلد تھے اولیاء اللہ تھے کہ نہیں؟

حضرات! ذرا آپ مولوی مستقیم کی گندی ذہنیت کا اندازہ لگائیں! کہا جاتا ہے کہ آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے، چونکہ محروم الایمان بدبختوں میں تو کوئی ولی اللہ ہو نہیں سکا اس لئے ان کو احناف میں بھی کوئی ولی نظر نہیں آتا۔

سورج کی روشنی میں اندھا اگر نہ دیکھے
ظالم تمہیں بتاؤ سورج کی کیا خطا ہے

اب آخری بات:۔ مولوی صاحب! آپ نے اتنا تو مان ہی لیا ہے کہ مقلد ولی ہوتے ہیں یہ اور بات ہے کہ بقول آپ کے حنفی نہیں بلکہ حنبلی وغیرہ ہوں گے۔ (لگتا ہے تقسیم ولایت کا سارا معاملہ آپ ہی لوگوں کے کنٹرول میں رہتا ہے جسے چاہیں گے وہی پائے گا)

خیر! اب تھوڑی سنجیدگی سے یہ بتادیں کہ تقلید شخصی تو آپ لوگوں کے نزدیک شرک و کفر اور بدعت وناجائز بلکہ سنت یہود بھی ہے جیسا کہ بہت سے غیر مقلدوں کی تحریروں سے ظاہر ہے تو مقلد خواہ حنفی ہو یا شافعی مالکی ہو یا حنبلی تقلید کرنے کی بناء پر وہ تو بیچارہ مشرک وکافر اور بدعتی ہو گیا پھر وہ اللہ کا ولی کیسے ہو سکتا ہے؟

کیا آپ کے دھرم میں کافر ومشرک بھی اللہ کے برگزیدہ بندے اور اس کے ولی ہوتے ہیں؟ اور پھر یہ بھی سمجھاتے چلئے گا کہ جب بارہ (۱۲۰۰) سو سال سے پوری دنیا کے مسلمان تقلید کرتے چلے آرہے ہیں تو کیا وہ سب کے سب کافر، مشرک اور بدعتی تھے؟

مسلمانو! یہ آنکھوں سے پانی نہیں لہو ٹپکنے کی بات ہے کہ بارہ سو (۱۲۰۰) سال سے ملت اسلامیہ ان نجدی ظالموں کی نظر میں کافر چلی آرہی ہے اور اب یہودیوں کے ناجائز نطفے سے جنم لینے والے غیر مقلدین ہی سچے پکے مسلمان اور اللہ والے ہیں۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

غنیۃ الطالبین اور غیر مقلدین

تقلید شخصی کے مصنف نے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب غنیۃ الطالبین کے حوالے سے لکھا ہے:

"وہ معروف حدیث شریف کہ میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں صرف ایک ناجی ہوگا اور بقیہ ناری ہوں گے، کے متعلق شیخ جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ناجی فرقہ اہلسنت وجماعت کا ہے جس کا صرف ایک نام ہے اہلحدیث ان کا عمل قرآن وحدیث پر ہوگا۔" (۶۲)

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب تم بے حیا ہو جاؤ تو جو چاہو کرو، موجودہ وقت میں اس حدیث کے مکمل مصداق نجدی دغا باز اور مکار غیر مقلدین ہیں! ان لوگوں نے کمال بے حیائی اور دھوکہ دہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضور سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی بہتان تراشی جیسی ناپاک حرکت اور اپنی غرض فاسد کے لئے ان کے نام کا جھوٹا سہارا لے کر قوم کو فریب دینے کی ناکام کوشش کر ڈالی!

بھلا غور تو کیجئے کہ جب اس بدمذہب فرقے کا غوث پاک کے زمانے میں وجود ہی نہیں تھا پھر انہوں نے اپنی کتاب میں اس فرقے کی تعریف کیسے لکھ دی اور اس کو فرقہ ناجیہ کیسے مان لیا؟

اے کاش کچھ تو ان مکاروں میں شرم وحیا اور خوف خدا ہوتا تو ہرگز اس طرح کی قبیح حرکت نہ کرتے اور خیانت وبددیانتی، افترا وبہتان تراشی کرکے اپنی عاقبت نہ برباد کرتے۔

قارئین محترم! آیئے ہم آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کردیں تاکہ اس نفس پرست فرقے کی دھاندلی اچھی طرح سمجھ میں آجائے اور ان جھوٹوں پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کر ورد کردیں ممکن ہے کہ ان کا دماغ کچھ صحیح ہو جائے، اس وقت میرے سامنے حضور غوث پاک کی کتاب غنیۃ الطالبین عربی اور اس کا ترجمہ دونوں موجود ہیں اصل عبارت

اوراس کا ترجمہ ملاحظہ کریں اوران دھاندھلی کرنے والوں کی چابکدستی کا تماشہ دیکھیں، غوث پاک فرماتے ہیں:

امـا الـفرقة الناجية فهى اهل السنة والجماعة (الى قوله) وما اسمهم الااصحاب الحديث واهل السنة على مابينا.

فرقہ ناجیہ اہلسنّت کا ہے اس کا عقیدہ مذکور ہو چکا ہے بد مذہب لوگ اس فرقہ ناجیہ کو مختلف نام سے پکارتے ہیں مگر ان کا صرف ایک نام ہے یعنی اصحاب حدیث اور اہلسنت جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

(غنیۃ الطالبین، ص:۸۵)

مذکورہ عبارت میں اصحاب الحدیث کا لفظ وارد ہے جس کا ترجمہ غیر مقلد مولوی نے اہلحدیث کیا ہے تاکہ اُمت مسلمہ کو دھوکہ دے سکے، شاید ان شریفوں کو یہ پتہ نہیں ہے کہ دنیا کی آنکھ میں دھول جھونکنے کا انجام اچھا نہیں ہوتا ہے کسی نہ کسی دن چور گرفت میں آ ہی جاتا ہے مولوی صاحب چونکہ اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں اس لئے اصحاب الحدیث کا ترجمہ اہلحدیث کرنا ضروری خیال کیا ہے جب کہ غنیۃ الطالبین کی عبارت کا وہ مفہوم ہرگز نہیں ہے جو مولوی صاحب نے ظاہر کرنا چاہا ہے۔

کیونکہ اہلسنّت کا ذکر تو اہلسنت ہی کے لفظ سے کیا گیا ہے اب اگر اصحاب الحدیث سے بھی یہی آج کل کے اہلحدیث مراد ہوتے تو یہاں بھی اصحاب الحدیث کے بجائے اہلحدیث لکھنا زیادہ موزوں ہوتا کہ یہ لفظ ایک فرقے کا علم اور نام ہے اور ناموں میں تبدیلی کر کے نہیں ذکر کیا جاتا۔

عبارت مذکورہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ اہلسنّت ہی درحقیقت حدیث کے متبع اور پیروکار ہیں اور یہی اصحاب حدیث ہیں بقیہ تمام فرقے صرف مدعی ہیں کہ ہم اصحاب حدیث ہیں حالانکہ حقیقت میں ان کا حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس عبارت سے تو ان بیچاروں پر خدائی مار پڑ رہی ہے کہ ان کا صرف نعرہ ہی نعرہ ہے اہلحدیث ہونے کا حقیقت میں یہ موافق نہیں مخالف حدیث ہیں۔ مگر کج فہمی نصف النہار پر ہے

کہ جس بات سے ان کی تردید ہو رہی ہے اس کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں سچ ہے گیدڑ کی جب موت آتی ہے تو آبادی کی طرف جاتا ہے۔

وحشت میں ہر اک نقشہ اُلٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

غیر مقلدین کی تردید غنیۃ الطالبین کے آئینے میں

حضور غوث پاک نے فرمایا ہے کہ فرقہ ناجیہ صرف اہلسنّت وجماعت ہے مگر بدعقیدہ حضرات اس جماعت حق کو برے نام سے پکارتے ہیں غوث پاک کا یہ ارشاد سو فیصد حق ودرست اور امر واقعہ ہے، اگر غوث پاک کے زمانہ میں اہلسنّت کو مختلف برے نام سے موسوم کیا جاتا تھا اور اہل بدعت وضلالت اپنی گمراہی کو چھپانے کے لئے اہلسنّت کو غلط ناموں سے پکارتے تھے تو آج کل بھی اس مبارک جماعت اور فرقہ ناجیہ کو قبر پرست، پیر پرست، مشرک، بدعتی، اور خدا جانے کیا کیا نام لے کر پکارا جا رہا ہے، دور نہ جایئے ان غیر مقلدوں کو ہی دیکھ لیجئے اہلسنّت کو مشرک کافر، جاہل، سنت نصاریٰ ویہود کا پیروکار، قبر پجوا، اور نہ جانے کیا کیا کہتے اور لکھتے رہتے ہیں۔

اب تو مولوی مستقیم صاحب کو ہوش میں آ جانا چاہئے کہ شیخ جیلانی کے ماننے والے کون لوگ ہیں، تم تو ان کے دربار میں پناہ لینے گئے تھے اور سنیوں کو فریب دینے کی خاطر غوث پاک سے استمداد بھی کر ڈالے مگر غوث پاک نے تمہارے دل کے چور کو پکڑ لیا اسی لئے دھکا دے کر در سے بھگا دیا اور تمہارے پوشیدہ رازوں کو بھی طشت از بام کر دیا کہ جو بدمذہب ہوتا ہے وہ اپنی بدمذہبی کو چھپانے کے لئے اہلسنّت کو برے ناموں سے پکارا کرتا ہے.....اور وہابیوں کا ٹھیک یہی حال ہے۔ سچ ہے:

سرکش کوئی ہوکر کبھی برپا نہیں ہوتا
انجام برے کام کا اچھا نہیں ہوتا

غیر مقلدین سے ایک سوال

مولوی صاحب غوث پاک کے ارشاد سے یہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک زور لگا رہے ہیں کہ حق جماعت ہم اہلحدیثوں کی ہے اور خود غوث پاک بھی ہماری ہی جماعت کو حق اور صحیح لکھ رہے ہیں۔

اب اس پر پوری جماعت اہلحدیث سے ہمارا ایک سوال ہے کہ خود حضرت غوث پاک بھی اہلحدیث اور غیر مقلد تھے یا نہیں؟

اگر آپ کہیں کہ وہ اہلحدیث نہیں تھے (اور یقیناً وہ غیر مقلد اور اہلحدیث نہیں تھے اس کا اعتراف خود مولوی مستقیم کو بھی ہے کہ شیخ جیلانی حنبل مسلک کے تھے) تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ غوث پاک جماعت حق او ر فرقہ ناجیہ سے نہیں تھے کیونکہ بقول مستقیم ناجی جماعت صرف اہلحدیث غیر مقلدوں کی ہے، اور مزید تماشہ یہ ہوگا کہ غوث پاک خود جس جماعت سے الگ ہوں اس کی تعریف وتحسین بھی ماشاءاللہ کرتے نظر آئیں، یہ بھی سوچنے کی بات ہے۔

اور اگر یہ مانیں کہ غوث پاک خود بھی اہلحدیث تھے تو لیجئے سنئے! غیر مقلدوں کے خلاف غنیۃ الطالبین میں حضور غوث پاک کا تراویح کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ بیس رکعت ہے۔

وھی عشرون رکعۃ یجلس عقب کل رکعتین ویسلم فھی خمس ترویحات کل اربعۃ منھا ترویحۃ۔

اور تراویح بیس رکعت ہے ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے اور وہ پانچ ترویحے ہیں ہر چار رکعت ایک ترویحہ ہے۔

(غنیۃ الطالبین، ج:۲، ص:۱۶)

اسی طرح ایام قربانی بھی غوث پاک کے نزدیک تین دن ہے جیسا کہ اسی کتاب میں ہے:

وایام النحر ثلاثۃ یوم العید بعد الصلوۃ او قدرھا ویومان بعدہ وھو مذھب اکثر الفقھاء (الی قولہ) والذی

ذکرناہ من انہ ثلاثۃ ایام منقول عن عمر وعلی وابن عباس وابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

قربانی کے تین دن ہیں نماز عید کے بعد سے عید کا پورا دن اور اس کے بعد والے دو دن جمہور فقہاء کا یہی قول ہے...... اور جو ہم نے ذکر کیا قربانی تین دن ہے تو یہی حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے۔

(غنیۃ الطالبین، ج:۲، ص:۴۹)

لیجئے صاحب! اسی غنیۃ الطالبین سے تراویح کا بیس رکعت ہونا اور قربانی کا تین دن ہونا ثابت ہو رہا ہے اور غوث پاک تراویح وایام قربانی کے تعلق سے اپنا مسلک صراحتاً بیان فرما رہے ہیں، اب بتایئے، آپ کہتے ہیں کہ قربانی تین دن نہیں چار دن ہے اور تراویح بیس رکعت بدعت وناجائز ہے۔ تو گویا غوث پاک معاذ اللہ بدعتی بھی تھے۔ اور اہلحدیث بھی۔

اور اگر یہ کہئے کہ غوث پاک بدعتی نہیں تھے بلکہ سنت پر عمل پیرا تھے تو اس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ قربانی کے تین دن کا ثبوت اور تراویح کی بیس رکعت ہونے کا ثبوت سنت سے ہے اب یہ گتھی آپ سلجھایئے کہ سنت کی مخالفت کرنے والا غیر مقلدوں کا گروہ بھلا اہلحدیث کیسے ہوسکتا ہے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

حضرات! دیکھا آپ لوگوں نے مولوی مستقیم کی عیاری کا انجام، غوث پاک کے ارشاد سے یہ ثابت کر رہے تھے کہ فرقہ ناجیہ صرف اہلحدیث ہے مگر غوث پاک نے اپنے قلم حقیقت رقم سے ایسی واضح بات تحریر فرمادی جس نے ان ہوس پرستوں کے سیاہ دل پر خنجر خونخوار بن کر وار کیا اور ان بدطینتوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

مجھے سخت حیرت ہوتی ہے کہ غوث پاک کے ارشادات کی کھلم کھلا مخالفت کرنے کے باوجود بڑی ڈھیٹھائی سے لکھتے ہیں کہ

"شیخ جیلانی رحمہ اللہ کے قریب ہم اہلحدیث ہیں نہ کہ حنفی بریلوی۔"
(تقلید شخصی ص:۹۲)

ہٹ دھرم ایسا تو دنیا میں نہ ہوگا کوئی
لاکھ سمجھاؤ یہ سنتا نہیں ہے دھیان سے بات

ایک گزارش!

اب چلتے چلتے مولوی مستقیم سے ایک گزارش ہے کہ منکرین حدیث چکڑالوی فرقے کے لوگ اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں اور حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اهل القرآن هم اهل الله خاصة.

اہل قرآن اللہ والے اور اس کے مخصوص بندے ہیں۔ (ابن ماجہ شریف، ص:۱۹)

فرمائیے، اگر یہ حدیث لکھ کر منکرین حدیث اپنے فضائل سنانے لگیں اور کہنے لگیں کہ دیکھو فرقہ ناجیہ ہمارا فرقہ اہل قرآن ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے ہماری تعریف فرمائی ہے اور ہم کو اللہ کے مخصوص بندوں میں شمار کیا ہے اس لئے ہم حق پر ہیں۔ تو کیا آپ اسے تسلیم کرلیں گے اور آج کل کے اہل قرآن چکڑالویوں کو خدا کا مخصوص بندہ مان لیں گے جب کہ حدیث میں صاف صاف اہل القرآن ہی وارد ہے اصحاب القرآن نہیں ہے۔

مولوی صاحب! اتنا یاد رکھئے کہ حضور غوث پاک کے ارشاد اصحاب الحدیث، کا ایسا مطلب ہرگز نہ نکالئے کہ چکڑالویوں کو حضور علیہ السلام کے فرمان "اہل القرآن" سے اہل قرآن کا مطلب نکالنے کا موقع ملے اور اپنی صداقت کا پرچار کرنے کے لئے اس حدیث کا غلط مفہوم نکال کر قوم کو دھوکہ دینے کا اچھا حربہ ہاتھ آجائے۔

وہابی مولوی کی بدترین دھاندلی

مولوی صاحب نے لکھا ہے:

"شیخ جیلانی فرماتے ہیں کہ نیت کا اصل مقام دل ہے نیت نام ہے دل کے ارادے کا لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے ملئے نہیں، اہل حدیث کا بھی یہی مسلک ہے نہ کہ احناف کا۔" (تقلید شخصی، ص:۶۳)

برا ہو تعصب وعناد کا آدمی کس قدر بے باک اور جھوٹا ہو جاتا ہے کہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، مولوی صاحب نے اپنی اس تحریر میں غوث پاک اور حنفی حضرات سب پر افترا کیا ہے کیونکہ ان سب کا نیت کے متعلق نظریہ یہ ہے کہ نیت دراصل دل کے ارادے کا نام ہے مگر زبان سے کہہ لینا مستحب ہے تاکہ دل اور زبان دونوں میں یکسانیت ہوجائے چنانچہ فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے میں سردست امام احمد رضا حنفی قدس سرہٗ کا ارشاد نقل کرتا ہوں آپ رقم طراز ہیں۔

"نیت قصد قلبی کا نام ہے تلفظ اصلاً ضروری نہیں نہایت کار مستحب ہے۔"
(فتاویٰ رضویہ ج:۳، ص:۹)

اور حضور غوث پاک فرماتے ہیں:

ينبغي للامام ان لايدخل في الصلوة ولايكبر حتى ينوي الامامة بقلبه وان تلفظ بلسانه كان احسن.

امام کو چاہئے کہ دل سے نیت کئے بغیر نہ نماز شروع کرے اور نہ تکبیر تحریمہ کہے۔ اور اگر زبان سے بھی نیت کے الفاظ کہہ لے تو زیادہ اچھا ہے۔
(غنیۃ الطالبین، ج:۲، ص:۱۷۷)

اب ذرا غور کیجئے کہ حضور غوث پاک تو یہ فرمائیں کہ دل اور زبان دونوں سے نیت ہو تو زیادہ بہتر ہے اور ترجمان مسلک احناف امام احمد رضا قدس سرہٗ بھی صراحت سے لکھیں کہ

زبان سے نیت کرنا صرف مستحب ہے۔اور غیر مقلدین ان سب پر بہتان باندھیں۔

اب ان بے ایمانوں کی اس کمینگی کا علاوہ اس کے کیا علاج ہوسکتا ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کران پر دم کردیا جائے اوراعوذ باللہ من الشیطان مستقیم کہہ کر خدا کی پناہ مانگی جائے۔

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے

راستی پر آ خدا کو مان کر

سیدنا احمد سجلماسی قدس سرہٗ کی شان میں گستاخی:

مولوی مستقیم نے چند صوفیاء کرام اور اولیاء عظام کے محیر العقول واقعات، نقل کر کے جس بازاری اسلوب میں ان پر تبصرہ کیا ہے ہم اگرانہیں کے انداز میں ترکی بہ ترکی جواب دیں تو پوری وہابی برادری ہم پر برافروختہ ہو جائے گی اور گلا پھاڑ پھاڑ کر لوگوں میں یہ واویلا مچاتی پھرے گی کہ سنی ہم کو گالی دیتے ہیں، جن واقعات کو مولوی صاحب نے ذکر کیا ہے ان سب کا ایک نہیں ہزار بار جواب دیا جا چکا ہے مگر اس گروپ کا عجب حال ہے۔

لاکھ سمجھاؤ یہ سنتا نہیں ہے دھیان سے بات

ہم ان واقعات پر کچھ نہ لکھتے مگر احباب کا اصرار ہوا کہ کچھ نہ کچھ تو ضرور لکھنا چاہئے اس لئے صرف ایک واقعہ سے متعلق کچھ حقائق پیش کردئے جارہے ہیں تا کہ مولوی صاحب کی کج فہمی اور بزرگان دین کی شان میں ان کی ہرزہ سرائی کی ایک جھلک سامنے آجائے اوران کی اصلیت کا کچھ بھرم کھل جائے۔

موصوف نے ایک عنوان قائم کیا ہے ''پیر کی نگرانی میں وظیفۂ زوجیت'' اوراس کے تحت ملفوظات اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے ایک واقعہ نقل کرنے کے بعد یوں زہرافشانی کی ہے:

> ''یہ ہیں پیر کامل جن کو صحابی کا درجہ دیا گیا ''رضی اللہ عنہ'' اور کرتوت اتنا گھناونا کہ مریدوں کے خلوت خانوں میں گھس کر میاں بیوی کے مخصوص عمل کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور فخریہ انداز میں ان کے اس فعل کی اصلاح بھی ان خطرناک

[پیروں سے بچنے کے لئے مضبوط ڈنڈوں کی ضرورت ہے۔"
(تقلید شخصی،ص:۴۱)]

ایک عرصہ ہوا کہ دیوبندی برادری نے بھی اس واقعہ کو ملفوظات اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے نقل کر کے سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ پر تنقید و تنقیص کا تیر و نشتر چلایا تھا۔ جس کے جواب میں فقیہ عصر شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے تحقیقات نامی کتاب میں حقائق سے پردہ اٹھایا تھا اب پھر اسی واقعہ پر جب غیر مقلدوں نے واویلا مچانا شروع کر دیا ہے تو ہم حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا ہی جواب نقل کر رہے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

''ابریز شریف، ص:۲۱، پر عارف باللہ حضرت سید احمد سجلماسی قدس سرہٗ نے اپنا ایک واقعہ لکھا ہے (ذکر واقعہ کے بعد لکھتے ہیں) اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ الملفوظ حصہ دوم میں ذکر کیا گیا ہے، اس پر دیوبندی انتہائی پھوہڑپن کے ساتھ تنقید کرتے ہیں، لیکن بیچارے بے علم یہ نہیں جانتے کہ یہ واقعہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا گڑھا ہوا نہیں بلکہ تصوف کی انتہائی معتبر کتاب ابریز میں لکھا ہوا ہے اس واقعہ پر دیوبندی یا کوئی اور اعتراض کرے تو حقیقت میں اس کا اعتراض عارف باللہ حضرت سید احمد سجلماسی اور غوث وقت حضرت سیدنا عبدالعزیز دباغ پر ہوگا۔ اب دیوبندی جتنا چاہیں پھکڑ بازی کریں۔

ناظرین کے خلجان کو دور کرنے کے لئے عرض ہے کہ باطنی طور پر کسی ذات کا ہمارے پوشیدہ احوال کا دیکھنا عیب نہیں...... کیا اللہ عزوجل ہمارے ہر ظاہر و پوشیدہ اعمال و افعال کو نہیں دیکھتا، کیا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا بے حیائی ہے؟ باطنی امور کو ظاہری امور پر قیاس کرنا جہالت بھی ہے۔ شرارت بھی ہے۔ اور گمراہی کا ذریعہ بھی۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ مزید متعدد جواب تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جو خود حدیث شریف میں ہے، بخاری کتاب الحیض، کتاب الانبیاء، کتاب القدر، میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تبارک وتعالیٰ وکل بالرحم ملکا یقول یارب نطفة

یارب علقة یارب مضغة فاذا اراد الله ان یقضی خلقه قال هل ذکر ام انثی شقی ام سعید فما الرزق فما الاجل قال فیکتب فی بطن اُمه۔

(جلداوّل،ص:۴۲۶،جلد:دوم،ص:۹۷۶)

اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرمادیا ہے وہ کہتا ہے اے پروردگار نطفہ ہے اے پروردگار بستہ خون ہے اے پروردگار گوشت کا لوتھڑا ہے جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادیتا ہے اس کی پیدائش کا تو فرشتہ پوچھتا ہے مرد ہے یا عورت؟ بدبخت ہے یا نیک بخت اس کی کتنی روزی ہے؟ کتنی عمر ہے یہ سب لکھ لیا جاتا ہے اور بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔

کتاب الانبیاء کی روایت میں ہے:

وکل فی الرحم ملکا

رحم میں ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ فرشتہ رحم میں داخل ہوتا ہے بلکہ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ عن الاعمش کی روایت میں یہ لفظ ہے:

اذا استقرت النطفة فی الرحم اخذها الملك بكفه وقال ای رب اذکر او انثی (فتح الباری،ج:۱۱،۴۰۸)

جب نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے فرشتہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھتا ہے اے رب یہ مرد ہے یا عورت؟

دیوبندیو! وہابیو! تمہارے مذہب کے مطابق کتنی بڑی بے حیائی کی بات ہے کہ فرشتہ رحم میں جا کر یا کم از کم عورت کی بچہ دانی میں ہاتھ ڈال کر نطفے کو ہاتھ میں لیتا ہے کیا شوہر کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ بچے دانی کے اندر جانا یا اس میں ہاتھ ڈالنا تو بڑی بات ہے اس کو دیکھ بھی سکتا ہے، بولو دیوبندیو! غیر مقلدو! کیا جواب ہے؟

اس کے علاوہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہر انسان

کے ساتھ کچھ فرشتے ہمیشہ رہتے ہیں ان میں کراماً کاتبین ان کے نامہ اعمال لکھتے ہیں اور کچھ فرشتے انسان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ فتح الباری اور عینی میں ہے کہ یہ کبھی انسان سے جدا نہیں ہوتے اب بتاؤ! جب انسان اپنی بیوی سے ہمبستری کرتا ہے فرشتے موجود ہیں دیکھ رہے ہیں۔ دیوبندی (اور غیر مقلد) بتائیں کہ یہ بے حیائی ہے یا نہیں؟

دیوبندیوں (اور غیر مقلدوں) کو جانے دیجئے...... انصاف پسند ناظرین سے ہماری درخواست ہے کہ عالم غیب کی باتوں کو عالم شہادت کی باتوں پر قیاس کرنا ہی دیوبندوں (اور غیر مقلدوں) کی گمراہی ہے اگر عالم غیب کی باتوں کو عالم شہادت پر قیاس کریں گے تو جینا دوبھر ہو جائے گا غور کیجئے ہر مسلمان جانتا ہے کہ ہمارے ساتھ کراماً کاتبین رہتے ہیں وہ ہمارے سارے احوال وافعال کو دیکھتے اور سنتے ہیں ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب اعمال وافعال کو دیکھتا ہے پھر بھی انسان اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے حقوق زوجیت ادا کرتا ہے۔

اور یہاں سید احمد سجلماسی اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کو اس کا شائبہ بھی نہ تھا کہ حضرت عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ ہمارے کمرے میں موجود ہیں۔

اس پر دیوبندی (اور غیر مقلد) اتنا طوفان مچاتے ہیں اب ان سے کوئی پوچھے کہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور کراماً کاتبین کے موجود ہونے کو کیا کہتے ہیں۔ (تحقیقات دوم، ص:۲۶،تا۲۹)

امید ہے کہ اب مولوی مستقیم صاحب کی سمجھ شریف میں آ گیا ہوگا کہ ڈنڈوں کی ضرورت ان اولیاء کرام کے لئے ہے یا خود غیر مقلدوں کے لئے۔

حضرات مولوی صاحب نے اسی طرح کے دو چند واقعات نقل کر کے خوب خوب اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے اور بدمست شرابی کی طرح جو جی میں آیا ہے لکھ ڈالا ہے مگر یہ سب ان کی کج فہمی اور اولیا کرام سے عداوت و دشمنی کا نتیجہ ہے اور بس۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

حضرت فقیہ ملت پر ایک شرمناک افتراء

حضرت فقیہ ملت بقیۃ السلف مرجع فقہ وفتاویٰ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی، نے ایک غیر مقلد مولوی یوسف جے پوری کی مکر وفریب سے بھری ہوئی کتاب حقیقۃ الفقہ کے متعلق لکھا ہے ''شروع سے آخر تک مکر وفریب سے بھری ہوئی ہے'' اس پر مولوی مستقیم نے جو تبصرہ کیا ہے اسے ملاحظہ کیجئے لکھتا ہے:

> ''مفتی صاحب حقیقۃ الفقہ کے متعلق فرماتے ہیں شروع سے آخر تک مکر وفریب سے بھی ہوئی ہے۔
> مفتی صاحب نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ اس کتاب میں ابتدا تا انتہا جا بجا بے شمار آیات قرآنی واحادیث رسول واقوال صحابہ وسلف صالحین مذکور ہیں آخر ان کو مکر وفریب کہیں گے تو انجام کیا ہوگا۔
> ایک ہی جملہ میں متعدد آیات وروایات کی صفائی میں فقیہ ملت ہو گئے یہ ہیں اندھیر نگری کے چوپٹ راجہ۔'' (تقلید شخصی، ص:۴۶، ۴۷)

قارئین محترم! انصاف سے بولئے آخر مفتی صاحب نے قرآن کی کس آیت یا کس حدیث کی صفائی کی ہے جس کی بناء پر انہیں اس طرح سب وشتم کا نشانہ بنایا جارہا ہے اور اندھیر نگری کا چوپٹ راجہ کہا جارہا ہے۔ مفتی صاحب قبلہ نے تو یوسف جے پوری کی تصنیف کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ شروع سے آخر تک مکر وفریب سے بھری ہوئی ہے خود مولوی مستقیم کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے حقیقۃ الفقہ ہی کے متعلق لکھا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مفتی صاحب نے یوسف جے پوری کی اپنی باتوں اور اس کے اپنے خیالوں کو مکر وفریب کہا ہے اب اگر قرآن وحدیث بھی خود جے پوری کی اپنی تصنیف اور اپنے خیالات ہیں تب تو مولوی مستقیم کا یہ کہنا درست ہوگا کہ مفتی صاحب نے قرآن وحدیث کو فریب کہا ہے ورنہ قوم کی آنکھوں میں دھول جھونک کر انہیں گمراہ کرنا بڑی شرمناک

حرکت ہے جس سے غیر مقلدوں کو باز آجانا چاہئے، میں محو حیرت ہوں کہ یا خدا جن کو ابھی اردو عبارت سمجھنے کا سلیقہ نہ آسکا وہ بھلا کس منہ سے مجتہد بننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کو اپنی بیمار عقل کے بل بوتے ہی حل کر لینے کا ڈنکا بجاتے رہتے ہیں۔

دعویٰ اجتہاد اور یہ فہم
مجتہد صاحبوں کے کیا کہنے

البتہ مولوی صاحب کے بیان سے یہ ضرور معلوم ہوگیا ہے کہ خود انہوں نے ہی قرآن وحدیث کی توہین کی ہے کیونکہ انہوں نے قرآن وحدیث کو مولوی جے پوری کی تصنیف سمجھ رکھا ہے تبھی تو مفتی صاحب پر یہ افترا کیا ہے کہ مفتی صاحب نے قرآن وحدیث کا انکار کیا ہے حالانکہ مفتی صاحب نے جے پوری کی کتاب کے متعلق لکھا تھا:

مثل رقیب جھوٹ سے ہم آشنا نہیں
جو راست راست بات ہو کہہ دیں ہزار میں

حضرات! یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ اگر کوئی شخص قرآن وحدیث لکھ کر اس سے اپنے باطل نظریات ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرے تو یہ بھی مکر وفریب ہی ہے اور چونکہ مولوی یوسف صاحب نے قرآن وحدیث اور ارشادات ائمہ کو پیش کرکے غلط مطلب نکالا ہے اور اس سے قوم کو گمراہ کرنا چاہا ہے اس لئے اس لحاظ سے بھی ان کی کتاب کے متعلق حضرت فقیہ ملت کا بیان بالکل درست ہے کہ وہ کتاب مکر وفریب سے بھری ہے۔

مسئلہ طلاق ثلاثہ اور غیر مقلدین

غیر مقلدین اپنی نفس پرستی کی بناء پر آج کل بڑے زور و شور سے اپنا یہ باطل نظریہ پھیلا کر اُمتِ مسلمہ میں اختلاف اور پھوٹ ڈالتے پھر رہے ہیں کہ ایک مجلس میں اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس پر تین طلاق نہیں پڑے گی بلکہ صرف ایک ہی طلاق پڑے گی۔

صاحب تصانیف کثیرہ حضور مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم نے غیر مقلدوں کے اس فاسد نظریہ کی تردید کرتے ہوئے ان کے مکر و فریب کا پردہ چاک کر کے ان پر ایسی کاری ضرب لگائی ہے کہ پوری برادری بلبلا اُٹھی ہے اور بدحواسی کے عالم میں اوٹ پٹانگ اور گالی گلوج پر اُتر کر اپنی خفت و شرمندگی مٹانے میں لگ گئی۔ چنانچہ مولوی مستقیم کو اس میدان میں اُتار کر اپنی جہالت و حماقت کا مزید اور نمونہ پیش کر دیا ہے آنجناب کے انداز تحریر سے ہی اصل حقیقت کا پتہ چلتا ہے مگر اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں ہے بلکہ طلاق جیسے اہم مسئلہ پر ان شریفوں کی مہربانی کو بتانا ہے اور ان کے مکر و فریب کو واضح کرنا ہے مولوی صاحب نے اپنے نظریے کی تائید میں دو روایتیں پیش کی ہیں اس کے بعد بطور حاصل کلام لکھا ہے۔

> ''ثابت ہوا کہ طلاق کے معاملہ میں شرعی حکم یہی ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہی مانی جائیں گی اسی پر تمام صحابہ کا عمل تھا لیکن مفتی صاحب نے ایک ہی کفریہ ڈنڈے سے سب کو ہانک کر اللہ و رسول سب سے دشمنی مول لے لی۔'' (تقلید شخصی، ص:۵۰)

حضرات! جن دو روایتوں کو غیر مقلدین پیش کرتے ہیں وہ دونوں کی دونوں چونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس [illegible] سے متعلق پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ اور ان کا عمل پیش کر دیا جائے پھر ان روایتوں سے متعلق گفتگو ہو۔

پہلا فتویٰ: حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص ان کے پاس آیا اور عرض کیا۔

"انه طلق امرأته ثلاثا"

اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہے۔

تو حضرت ابن عباس خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یہ اسے رجعت کا حکم دیں گے مگر کچھ دیر بعد فرمایا تم میں کا کوئی حماقت کر بیٹھتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس، اے ابن عباس جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"ومن يتق الله يجعل له مخرجا"

جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے گنجائش کی راہ نکالتا ہے۔

اور تم تو اللہ سے ڈرے نہیں تو میں تمہارے لئے کوئی گنجائش کی راہ نہیں پاتا۔

"عصيت ربك وبانت منك امرأتك"

تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔

(سنن ابوداؤد، ج:۱، ص:۲۹۹)

حضرت مجاہد کے علاوہ حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطاء، حضرت مالک بن حارث، حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی حضرت ابن عباس کا یہی فتویٰ ذکر کیا ہے چنانچہ حضرت ابوداؤد آگے فرماتے ہیں:

"روى هذا الحديث حميد الاعرج وغيره عن مجاهد وعن سعيد بن جبير وعن عطاء وعن مالك بن الحارث وعن عمرو بن دينار عن ابن عباس كلهم قالوا فى الطلاق

الثلاث انه اجازها قال وبانت منك"

''اس حدیث کو حمید اعرج وغیرہ نے مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء مالک بن حارث اور عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ یہ سب حضرات بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے سائل کی تینوں طلاق کو نافذ کر دیا، اور فرمایا کہ تیری عورت نکاح سے نکل گئی۔''

(سنن ابو داؤد، ج:۱، ص:۲۹۹)

دوسرا فتویٰ: مذکورہ فتویٰ کی طرح ایک دوسرے واقعہ میں بھی حضرت ابن عباس نے یہی فتویٰ دیا تھا چنانچہ حدیث کی مستند کتاب مؤطا امام مالک میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ:

انی طلقت امراتی مائة تطليقة فماذا ترى عليّ؟

''میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔''

اس کے جواب میں حضرت ابن عباس نے فرمایا:

"طلقت منك بثلاث، وسبع وتسعون اتخذت بها آيات الله هزوا"

''تیری عورت پر تین طلاقیں پڑ گئیں اور ستانوے طلاقیں دے کر تو نے اللہ کی آیتوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا ہے۔''

(مؤطا بحوالہ مشکوۃ المصابیح، ص:۲۸۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذکورہ دونوں فتووں سے یہ مسئلہ مثل آفتاب روشن ہے کہ ان کے نزدیک بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جاتی ہیں اور بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس کی جن دو روایتوں کو لے کر غیر مقلدین واویلا مچا رہے ہیں اگر وہ قابل عمل اور معتبر ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابن عباس نے خود بھی حدیث رسول کے خلاف فتویٰ دیا اور لوگوں کو بھی خلاف حدیث عمل کرنے کی رہنمائی فرمائی۔
(معاذ اللہ رب العالمین)

حالانکہ صحابۂ کرام میں سے کسی بھی صحابی سے یہ ناممکن ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی حدیث روایت کریں اور پھر اس کے خلاف فتویٰ دیں، یہ کالا دھندہ تو صرف گندم نما جو فروش ساہوکار غیر مقلدوں کے یہاں ہوتا ہے کہ خود کو سب سے کٹر موحد اور عامل بالحدیث ہونے کی ڈفلی بجا بجا کر پرچار کرتے ہیں مگر پانچوں انگلیاں شرک وکفر کی گندگی میں ڈوبی رہتی ہیں اور ہر فتویٰ خلاف قرآن وحدیث ہی دیتے ہیں!

مجھے سخت حیرت ہے کہ آخر ان کور چشموں کی عقل کو کیا ہو گیا ہے کہ اتنی صریح اور واضح حدیثیں بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ ما اهل حديثيم دغا را نه شناسيم کا ڈنکا پیٹا جا رہا ہے۔

اس ذوق بے بسی میں بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

حضرات! ذرا آپ ان عقل کے مفلسوں سے پوچھیں کہ حضرت ابن عباس کی جو روایت آپ لوگ لئے پھر رہے ہیں اگر وہ صحیح اور مستند ومعتبر ہے تو آخر حضرت ابن عباس نے اس کے خلاف کیسے فتویٰ دیا۔

اور صرف وہی ایک جلیل القدر صحابی نہیں بلکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ نے بھی وہی فتویٰ دیا جو ابن عباس نے دیا تھا یہاں تک کہ صحابہ کرام کی موجودگی میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فتویٰ کو قانونی شکل دے دی اور تمام صحابہ نے اس کو تسلیم کیا۔ تو کیا سارے صحابہ نے مل کر حدیث رسول کی دھجیاں بکھیریں اور رسول اللہ کے بتائے ہوئے مسئلہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور پھر چودہ سو سال سے اس حکم کو تمام مسلمان حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب مل کر پیروں سے روندتے رہے صرف غیر مقلدوں کو اس پر ترس آیا اور وہ سینے سے چمٹا کر عامل بالحدیث ہو گئے۔

مسلمانو! اب فیصلہ کرو کہ جو قوم صحابہ کرام پر یہ ناپاک الزام لگا سکتی ہے کہ انہوں نے حدیث رسول کی مخالفت کی اور ایک دو نے نہیں بلکہ سب نے مل کر کی تو ایسی ذلیل قوم سے کیا کیا گھناؤنے کارنامے انجام پا جائیں کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔

مولوی صاحب کی ایک اُلٹی منطق:

مثل مشہور ہے دروغ گورا حافظہ نباشد، جھوٹے آدمی کا حافظہ کام نہیں کرتا، بالکل یہی حال مولوی مستقیم کا ہے ایک طرف تو لکھا ہے کہ:

''ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہی مانی جائیں گی اسی پر تمام صحابہ کا عمل تھا۔''

اور دوسری طرف یہ لکھا ہے کہ:

''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین کو تین ہی نافذ کر دیا۔''

(تقلید شخصی، ص:۵۰)

اب اس اُلٹی منطق کا کوئی جواب ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ کی موجودگی میں تینوں طلاق واقع ہو جانے کا حکم جاری کر دیا اور پھر تمام صحابہ نے اسے تسلیم بھی کر لیا اور اسی پر سب کا عمل بھی ہو گیا تو بھلا پھر کیسے تمام صحابہ کا عمل ایک طلاق واقع ہونے پر تھا۔

مولوی صاحب کی عقل کا دیوالیہ اگر ہو گیا ہو تو کوئی بات نہیں ورنہ اب کم از کم ہوش کے ناخن لے لیں!

سلجھ جاتی ہے اک اُلجھن تو مشکل اور بڑھتی ہے
کسی صورت محبت کی پریشانی نہیں جاتی

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر ایک ناپاک الزام:

مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

طلاق کے معاملہ میں شرعی حکم یہی تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی مانی جائیں گی۔

اور ایک جگہ لکھا ہے:

''عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تین طلاق کو تین ہی نافذ کرنا، تو یہ ان کا نفاذ شرعی نہیں بلکہ سیاسی تھا۔''

حضرات! آپ ذہن پر تھوڑا زور دیجئے تو یاد آ جائے گا کہ میں نے بہت پہلے یہ لکھا ہے کہ غیر مقلدین شیعوں سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہیں، آخر کار ان کے دل کا چھپا ہوا چور باہر نکل ہی آیا۔ کچھ سمجھا آپ نے! مولوی صاحب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر رافضیوں تبرائیوں کی طرح طعن و تشنیع کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مسند خلافت سنبھالی اور امیر المؤمنین ہوئے تو حکم شرعی کو بھی اپنی سیاست کے آگے نہ چلنے دیا بلکہ حکومت و اقتدار کے بل بوتے انہوں نے ایک حکم شرعی کو پس پشت ڈال دیا۔

اب کوئی اس غیر مقلد تبرائی سے پوچھے کہ جب حکم شرعی کچھ اور تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس حکم کے خلاف دوسرا حکم جاری کرنا شریعت اسلامیہ سے کھلی ہوئی بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جب بقول اس نجدی درندے کے حضرت فاروق اعظم جیسے امیر المؤمنین باغی اسلام ٹھہرے تو بھلا پھر اسلام کہاں رہ گیا؟ صرف وہابیوں کے ناپاک ہیولے میں!

خدا جب دین لیتا ہے، تو عقلیں چھین لیتا ہے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر کفر کا فتویٰ:

حضرات! آپ یہ مت سمجھئے کہ مولوی صاحب کی مذکورہ عبارت سے میں نے اپنی طرف سے مطلب نکال کر لفاظی کی ہے، نہیں۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہی ان نجدیوں وہابیوں کا عقیدہ ہی ہے کہ انہوں نے حکم خدا اور رسول کے خلاف اپنی طرف سے ایک دوسرا حکم جاری کیا تھا! حتیٰ کہ ایک شیطان دریدہ دہن غیر مقلد نے تو ان پر حکم کفر ہی جڑ ڈالا ہے کلیجے پر ہاتھ رکھ کر مولوی عبد المتین جونا گڑھی گجراتی کی ہرزہ سرائی سنئے لکھتا ہے۔

''مسئلہ طلاق میں ہم اللہ اور اس کے رسول کے طریقے کی طرف لوٹیں گے یا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کی طرف، جب تقابل ہو اور آپ یہ کہیں
کہ سنت محمدی کو چھوڑ کر سنت عمری کی طرف لوٹیں گے تو یہ کفر ہے۔"

(حدیث خیر وشر ص:۱۴۵)

کیا سمجھا آپ نے؟ جونا گڑھی کا کہنا یہ ہے کہ حضرت عمر نے سنت رسول کے خلاف اپنی سنت جاری کر کے کفر کیا اور اب کوئی جو اس کو اپنائے گا وہ بھی کافر ہی ہو جائے گا۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

مسلمانو! اس سے بڑھ کر بھی تمہارے لئے اور کوئی قیامت ہوگی کہ خلیفہ برحق آشنائے رموز نبوت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی ان بدمذہبوں کی کفری مشین گن چل رہی ہے اور پھر بھی تم ان وہابی درندوں کے جبہ و دستار سے فریب کھا جاتے ہو۔

تمہیں کالی گھٹاؤں کا نہیں پہچانا آیا
نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

ایک شبہ کا ازالہ:

قارئین محترم! آپ سوچتے ہوں گے کہ اگر اہل حدیث سنت رسول سنت رسول رٹ رہے ہیں تو ضرور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کا کوئی ایسا حکم ہوگا جس میں بیک وقت تین طلاق دینے پر ایک ہی طلاق پڑنے کا ثبوت ہوگا۔

لہذا آپ کے اس شبہ کو زائل کرنے کے لئے دو ایک صحیح مستند اور معتبر حدیث تحریر کئے دے رہا ہوں جس سے مثل سورج یہ مسئلہ واضح ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حکم دیا تھا صحابۂ کرام اسی پر عمل پیرا رہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہی کیا جو سنت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے یعنی بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں پڑ جائیں گی ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاطمہ بنت قیس سے پوچھا کہ آپ اپنی طلاق

کا ماجرا سنائیں تو انہوں نے کہا:

"طلقنی زوجی ثلثا وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلك رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم"

"میرے شوہر نے یمن کے لئے گھر سے نکلتے وقت مجھے تین طلاقیں دے دیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں طلاقیں نافذ فرما دیں۔

(سنن ابن ماجہ، ص:۱۴۷)

اور ان کے شوہر نے بیک وقت ہی تینوں دی تھیں چنانچہ اسی حدیث کی دوسری روایت یہ ہے:

"ان حفص بن مغيرة طلق امرأته فاطمه بنت قيس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث تطليقات فى كلمة واحدة فابانها منه النبى صلى الله عليه وسلم"

"حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک ہی جملہ میں تین طلاق دے دی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔" (دار قطنی، ج:۲، ص:۴۳۰)

(۲) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دی، میں نے حضور کی خدمت میں جا کر اس کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

"بانت بثلاث فى معصية الله تعالىٰ وبقى تسع مائة وسبع وتسعون عدوانا وظلما"

"تین طلاقوں سے عورت نکاح سے نکل گئی، مگر شوہر اللہ کا نافرمان اور معصیت کار ہوا اور بقیہ نو سو ستانوے طلاقیں ظلم و سرکشی ہیں۔"

(دار قطنی، ج:۲، ص:۴۳۳)

ان حدیثوں کے علاوہ اور بھی کئی حدیثیں ہیں جن میں یہی حکم مذکور ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جائیں گیا، مگر غیر مقلدین قوم کو فریب دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

موجودہ عرب علماء کا غیر مقلدین کے منہ پر طمانچہ:

غیر مقلدین کی فکری آوارگی کے پیش نظر ہمیں اس کی کم توقع ہے کہ وہ ہماری مذکورہ بالا باتوں کو مان لیں گے اس لئے ان لومڑی صفت مکاروں کی ضیافت طبع کی خاطر عرب کے نجدی علماء کا تیار کردہ ایک بہترین نسخہ پیش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں ممکن ہے اس سعودی نسخہ سے ان کی دماغی بیماری دور ہو جائے اور فکری آوارگی کا کیڑا نکل جائے کیونکہ اس وقت یہ لوگ نجدی نسخہ کچھ زیادہ ہی استعمال کرتے ہیں۔

علماء سعودیہ عربیہ نے طلاق ثلاثہ سے متعلق آج سے تقریبا ۲۳ رسال قبل ایک فقہی سیمینار کیا جس میں تمام بحث ومباحثہ کے بعد انہوں نے طے کیا کہ مجلس واحد میں تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی اور رجعت کا حق نہیں رہ جائے گا، مولوی مستقیم کی آنکھ میں اگر بینائی موجود ہو اور خبط الحواس نہ ہوئے ہوں تو اسے پڑھیں۔

"بعد الاطلاع على البحث المقدم من الامانة العامة لهيئة كبار العلماء والمعدمن قبل اللجنة الدائمة للبحوث والافتاء فى موضوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد"

"وبعد دراسة المسئلة وتداول الراى واستعراض الا قوال التى قيلت فيها ومناقشة ما على كل قول من ايراد توصل المجلس باكثريته الى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثا"

"ایک لفظ سے تین طلاق واقع ہونے کے موضوع پر مجلس علماء کبار کے سکریٹریٹ کی گزشتہ تحقیق اور مجلس قائمہ برائے تحقیقات وافتاء کے فٹ نوٹ سے مطلع ہونے کے بعد اور مسئلے کی تحقیق تبادلۂ خیال اور اس بارے میں کہی گئی باتوں کے جائزے اور ہر بات پر وارد ہونے والے اعتراضات پر مباحثے کے

بعد مجلس اکثریت رائے کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ایک لفظ سے تین طلاق واقع ہونے کا قول مختار ہے اور مجلس کا یہی فیصلہ ہے۔"

(ابحاث ھیئۃ کبار العلماء، ج:۱، ص:۴۰۸)

مولوی صاحب! قسم ہے آپ کو جلالت خداوندی کی جس کی ہیبت سے مؤمن کا کلیجہ لرزتا رہتا ہے، حق کے ساتھ انصاف کرنے میں کسی کی پاسداری نہ کیجئے گا۔

بتایئے کیا یہ علماء سعودیہ بالکل وہی فیصلہ نہیں کر رہے ہیں جو صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر آج تک تمام علماء فقہا اور مجتہدین کرام کرتے آئے ہیں پھر کیوں نجدی حضرات تو سچے پکے موحد مسلمان ہیں اور دوسرے لوگ اللہ ورسول کے دیئے ہوئے فیصلے کے مخالف اور ان کے دشمن بن گئے؟

مسلمانو! ان شریفوں کی شرم وحیا بالکل نیست ونابود ہوگئی ہے اسی لئے نہ تو انہیں غیروں کے لات جوتے کھانے میں کوئی عار محسوس ہوتا ہے اور نہ ہی اپنوں کا طمانچہ کچھ غیرت پیدا کرتا ہے...... مگر اتنی بات تو طے ہی ہو چکی ہے کہ

انصاف ودیانت کی روشنی میں چلنے کی تمنا رکھنے والوں کے لئے حق وباطل کی راہوں کا امتیاز محسوس کرنے کے لئے اب بحمدہ تعالیٰ مزید کسی نشانی کی ضرورت نہیں ہے۔

حدیث رکانہ سے استدلال کی حقیقت:

غیر مقلدین اپنے باطل نظریہ کی تائید میں جن روایتوں کو پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک واقعہ رکانہ ہے جس سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے ایک ہی طلاق پڑے گی، لیکن ان عقل کے مفلسوں کو کون بتائے کہ اس حدیث سے استدلال کرنا اپنے ہی پیروں میں کلہاڑی مارنا ہے، ہم ذیل میں تھوڑی تشریح پیش کرتے ہیں خدا کرے ان لوگوں کی سمجھ میں بھی آجائے۔

اولاً- یہ حدیث ضعیف اور منکر ہے اس کے راوی مجہول ہیں یہ حدیث قابل استدلال

نہیں ہے چنانچہ امام اجل علامہ ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"اما الرواية التى رواها المخالفون ان ركانة طلق ثلاثا فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين"

''رہی وہ روایت جس کو مخالفین نے روایت کیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو حضور نے ایک ہی نافذ فرمائی یہ روایت ضعیف ہے جو مجہول لوگوں سے مروی ہے۔'' (شرح مسلم شریف، ج:۱، ص:۴۷۸)

ممکن ہے طبقہ غیر مقلدین اپنی پرانی روش کے مطابق علامہ نووی کے قول کو یہ کہہ کر تسلیم کرے کہ یہ تو ایک شافعی مقلد کا قول ہے جسے ہم حجت نہیں مانتے ہم تو وہ بہادر ہیں کہ صحابہ کی بات بھی ہمارے نزدیک کسی حیثیت میں نہیں ہے چہ جائیکہ ایک شافعی مقلد کی بات مانیں۔

اس لئے اس فرقہ لا دینیہ کے بانی ابن تیمیہ کا بیان بھی پیش کر دیا جارہا ہے تا کہ ان ہٹ دھرموں کی غیر مقلدیت کا نشہ ہرن ہو جائے اور اپنے جہل مرکب پر ماتم کریں، ایک نجدی عالم نے حدیث رکانہ سے متعلق ابن تیمیہ کا نظریہ بایں الفاظ نقل کیا ہے۔

حدیث رکانہ اور شیخ ابن تیمیہ:

"قال شيخ الاسلام ابن تيميه وحديث ركانة ضعيف عند ائمة الحديث ضعفه احمد والبخارى وابوعبيد وابن حزم بان رواته ليسوا موصوفين بالعدل والضبط"

''شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ حدیث رکانہ ائمہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اس کو ضعیف کہنے والوں میں امام حمد، امام بخاری، ابوعبید اور ابن حزم ہیں کیونکہ اس کے راوی عدل وضبط والے نہیں تھے۔''

(توضیح الاحکام شرح بلوغ المرام، ج:۵، ص:۲۰)

[illegible] کی شہادت کے بعد آیئے غیر مقلدوں کے ایک دوسرے معتمد خاص [illegible] سابق مفتی اعظم ابن باز کا بھی حدیث رکانہ کے بارے میں فتویٰ ملاحظہ کرلیں، [illegible] سامنے ابن باز کے فتاویٰ کا اُردو ترجمہ بڑی خوبصورت طباعت وکتابت کے [illegible] کسی نے ان سے حدیث رکانہ سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے لکھا:

حدیث رکانہ اور ابن باز:

یہ حدیث ضعیف ہے قابل استدلال نہیں ہے۔ (فتاویٰ ابن باز مترجم، ص:۱۷۷)

ع جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

اس کے ساتھ ذرا مولوی مستقیم کا یہ بلند بانگ دعویٰ بھی پڑھ لیجئے لکھا ہے۔

''نصوص شرعیہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہی ہمارے دین کی بنیادی ماخذ ہیں''

(تقلید شخصی، ص:۱۴)

مولوی صاحب! اس طرح کی لفاظی کر کے رعب جمانے کا گورکھ دھندہ کب تک کرتے رہیں گے؟! اب یہ شاطرانہ چال چھوڑیے اور انصاف ودیانت کا دامن تھامیے، ہوش [illegible] اصلی بات نہیں ہے دیکھئے اور غور کیجئے جس حدیث کو آپ اپنا بنیادی ماخذ کہہ رہے ہیں، اس کو سب تو سب ہیں آپ کے آقاؤں نے بھی ضعیف اور نا قابل استدلال لکھا ہے پھر بھی آپ لوگ ضد اور ہٹ دھرمی کرتے ہوئے شرم نہیں کھا رہے ہیں اور ایک ضعیف روایت کو لے کر واویلا مچا رہے ہیں اور پوری اُمت مسلمہ سے رشتہ توڑ کر الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے میں لگے ہوئے ہیں آخر کیوں؟ جب آپ لوگ صرف صحیح حدیثوں کو ہی مانتے ہیں تو اسی پر عمل کیجئے۔

بنتے ہو وفادار وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور

اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے:

حضرات! آپ سب کو معلوم ہے کہ جہالت اتنا بڑا عیب نہیں ہے جتنا بڑا عیب یہ ہے کہ آدمی جاہل ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو سب سے بڑا عالم سمجھے اور جو صاحب علم ہو اس کو جاہلوں کے زمرے میں داخل کردے، ان بے چاروں عقل کے ماروں کا بالکل یہی حال ہے نفس پرستی میں ہر ضعیف وموضوع روایت کا سہارا خود لیتے ہیں اور اُلٹا الزام سنیوں پر رکھتے ہیں اور بڑے طمطراق سے لکھتے ہیں:

"یہ بے چارے حنفی بریلوی دوڑ دوڑ کر ہر مسئلہ کی جھوٹی، موضوع اور ضعیف روایتوں سے اپنی جھولی بھر لیتے ہیں۔" (تقلید شخصی، ص:۶۶)

مولوی صاحب حدیث پڑھنے پڑھانے اور سمجھنے سمجھانے کا شوق ہو تو پہلے دل کی کدورتوں کو اولیاء کرام کی بارگاہ میں جا کر صاف کرو اور بریلی کا سرمہ لگا کر آنکھ کی بینائی صحیح کرو، تہذیب وشرافت کے ساتھ علماء اہلسنت کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کرو پھر حدیث سمجھنے کا شعور پیدا ہوگا اور سچ مچ متبع سنت بن پاؤ گے، جھگڑا بازی، ہو ہا، مکر وفریب اور گالی گلوج کرنے سے فیضان حدیث کے مستحق نہیں ہو پاؤ گے یہ کوئی اندھیر نگری چوپٹ راجہ والا معاملہ نہیں ہے کہ سفید وسیاہ جو چاہو کرو سب صحیح ہے ایسا کالا دھندہ صرف غیر مقلدین ہی میں چل پائے گا۔

سنبھل کے رکھئے پاؤں زمیں پر
ہر ذرہ بے جان نہیں ہے

ثانیاً- طلاق کا معاملہ عموماً گھر میں پیش آتا ہے اس لئے گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم ہوتا ہے اور حضرت رکانہ کے متعلق گھر والوں کی روایت یہ ہے کہ انہوں نے طلاق بتّہ دی تھی لہذا ایسی روایت مقبول ہوگی چنانچہ حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نافع بن عمیر اور عبداللہ بن

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طلاق بتہ والی روایت نقل کر کے فرماتے ہیں۔

"قال ابوداؤد وهذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امرأته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به وحديث ابن جريج رواه عن بعض بني ابي رافع"

"اور داؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابن جریج کی اس روایت سے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی، صحیح ہے کیونکہ طلاق بتہ کے راوی رکانہ کے گھر والے ہیں اور گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم زیادہ ہوتا ہے اور رہی ابن جریج کی روایت تو اسے ابورافع کے کسی لڑکے نے روایت کی ہے۔" (جو رکانہ کے اہل خاندان سے نہیں) (سنن ابوداؤد، ج:۱،ص:۳۰۰/۳۰۱)

اسی طرح علامہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وانما الصحيح منها ما قدمناه انه طلقها البتة"

"صحیح روایت تو صرف وہ روایت ہے جو ہم پہلے نقل کر آئے کہ رکانہ نے طلاق بتہ دی تھی۔" (شرح مسلم، ج:۱،ص:۴۷۸)

علامہ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ان ابا داؤد رجح ان ركانة انما طلق امرأته البتة كما اخرجه هو من طريق آل بيت ركانه وهو تعليل قوى"

"یعنی ابوداؤد نے اس روایت کو ترجیح دیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی۔ کیونکہ اس حدیث کے راوی رکانہ کے اہل وعیال ہیں اور یہ ایک مضبوط علت ہے۔" (فتح الباری، ج:۹،ص:۳۶۳)

طلاق بتّہ کا مطلب:

لفظ بتّہ مصدر ہے جس کا لغوی معنی کاٹنا اور جدا کرنا ہوتا ہے، اور اُصول فقہ میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ مصدر فرد حقیقی کا بھی احتمال رکھتا ہے اور فرد حکمی کا بھی، طلاق کا فرد حقیقی ایک ہے اور فرد حکمی تین تو طلاق بتہ کے لفظ میں ایک اور تین دونوں ہی کا احتمال ہے اب کسی ایک احتمال کی تعیین اگر ہو سکتی ہے تو بیان نیت سے، حضرت رکانہ نے خود ہی اپنی نیت بتادی کہ میں نے ایک طلاق مراد لی ہے۔ مگر ایک طلاق مراد لینے میں چونکہ تہمت کا اندیشہ تھا اور کوئی الزام لگا سکتا تھا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو بچانے کے لئے احتمال کا فائدہ اُٹھایا اس لئے انہوں نے قسم بھی کھائی اور اس کی مزید توثیق کے لئے رسول کریم علیہ السلام نے ان سے دوبارہ قسم بھی لی۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر رکانہ نے طلاق بتہ سے تین طلاق مراد لی ہوتی تو ان کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی، اگر تین طلاق پڑنے کا احتمال نہ ہوتا تو رکانہ نہ تو قسم کھاتے اور نہ ہی حضور ان سے قسم لیتے اور ایسی صورت میں قسم کھانا اور قسم لینا دونوں لغو ہوتا، لیکن جب رسول اللہ نے قسم لی اور رکانہ نے قسم کھائی تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر ان کی نیت تین طلاق کی ہوتی تو اگر چہ انہوں نے ایک ہی مجلس میں اور ایک ہی بار کہا تھا تاہم حضور کا فیصلہ یہی ہوتا کہ طلاق وہی پڑی جس کی تو نے نیت کی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت رکانہ کی حدیث سے یہ ثابت کرنا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے ایک ہی واقع ہوگی تین تین وجوں سے باطل ومردود اور غیر معتبر ہے۔

پهلی وجه:- یہ حدیث ضعیف اور منکر ہے اس کے راوی مجہول ہیں۔

دوسری وجه:- یہ حدیث رکانہ کے اہل وعیال کی روایت کے خلاف ہے۔

تیسری وجه:- یہ ہے کہ اس کے راوی حضرت ابن عباس کا فتویٰ خود اس روایت کے خلاف ہے۔

غیر مقلدو! تم میں اگر ذرا بھی انصاف ودیانت کی رمق باقی ہو اور اُمت مسلمہ کے مابین اختلاف وانتشار پھیلانے کا دل میں کوئی پہلو نہ ہو تو کم از کم ان تمام تفصیلات کے بعد یہ ماننے میں کوئی شرم نہیں محسوس کرنی چاہئے کہ ہاں واقعی حق جمہور اہل اسلام کے ساتھ ہے اسی پر عمل کرنا ہی اسلام کی سچی خدمت ہے۔ اور اگر اپنی حرماں نصیبی سے اُمت مسلمہ کے طریقے سے ہٹ کر ہی زندگی گزارنی ہے تو کوئی بات نہیں البتہ خدا کے واسطے مسلمانوں میں اپنی ذہنی غلاظت اور فکری آوارگی پھیلانے کا دھندہ بند کرو۔

راہ سیدھی چل کہ اک عالم تجھے اچھا کہے
کجروی بہتر نہیں اے نجدی یہ رفتار چھوڑ

حضرت طاؤس کی روایت سے استدلال کی حقیقت:

مولوی مستقیم نے اپنے نظریے کی تائید میں جن دو روایتوں کو پیش کیا ہے ان میں سے ایک کا حال آپ نے ملاحظہ کر لیا اب آیئے دوسری روایت سے متعلق بھی وضاحت ملاحظہ کرلیں تا کہ حق مثل آفتاب روشن ہو جائے اور پھر کسی کو طوفان بدتمیزی برپا کرنے کی جرأت نہ ہو۔

(الف) دوسری حدیث جسے حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاق ایک مانی جاتی تھی، اس کے عموم سے پتہ چلتا ہے کہ بیوی خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ طلاق ایک مجلس میں دی گئی ہو یا مختلف مجلس میں تمام صورتوں میں تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی۔

اب مولوی مستقیم بتائیں کیا کسی صحابی کسی مجتہد کسی مقلد یا غیر مقلد کسی کا بھی ایسا کوئی مسلک ہے کہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اسے ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے یا الگ الگ کئی مجلسوں میں، بہر حال تین طلاق ایک ہی مانی جائے گی؟

نہیں ہرگز نہیں اس طرح کا قول کسی سے منقول نہیں جب کہ حدیث مذکور کا ظاہر یہی بتاتا ہے کہ حضور کے زمانے سے خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو سالوں تک تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھی، اور جب ایسا کسی کا مسلک نہیں تو پتہ چلا کہ یہ حدیث اپنے عموم واطلاق کے اعتبار سے ناقابل حجت ہے۔

(ب) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ جب وہ خود یہ روایت کر رہے ہیں کہ تین طلاق کو عہد نبوی میں ایک ہی شمار کیا جاتا تھا تو بھلا انہوں نے جانتے ہوئے بھی اس کے خلاف ایک نہیں دسیوں فتاوی کیسے دے دیے؟ اور جب خود ان کے فتاوی اس حدیث کے خلاف ہیں تو اس لحاظ سے بھی یہ روایت استدلال وحجت کے قابل نہ رہ گئی۔

لہذا ان دو وجہوں کے پیش نظر اس خدیث سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث کے عموم میں جیسے ایک مجلس داخل ہے ویسے ہی تین مجلسیں بھی تو داخل ہیں بلکہ تین طہر بھی تو شامل ہیں تو پھر یہ بھی استدلال کیا جاسکتا ہے کہ تین مجلس میں بلکہ تین طہر میں اور تین کلمات میں دی گئی تین طلاقیں بھی ایک ہی ہوں گی حالانکہ دنیا بھر میں کوئی بھی صحیح الدماغ اس کا قائل نہیں ہے۔

اس لئے علماء اُمت نے اس حدیث کی متعدد تاویلیں کی ہیں جن میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ یہ حدیث خاص غیر مدخولہ کے متعلق ہے عہد رسالت میں اور عہد صدیقی میں اور خلافت فاروقی کے ابتدائی دو سالوں تک غیر مدخولہ کو جب کوئی طلاق دیتا تو الگ الگ ایک ایک طلاق دیتا اس لئے بعد کی دو طلاقیں لغو ہو جاتیں اور اعتبار صرف پہلی والی طلاق کا ہوتا۔

لیکن بعد میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگ ایک ساتھ اسے تین طلاق دینے لگے اس لئے اب تینوں طلاقوں کا اعتبار ضروری تھا۔ اور اسی پر فاروق اعظم نے عمل کیا یہی پوری اُمت مسلمہ کا موقف ہے اس کی تائید ابوداؤد شریف کی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے۔

"عن طاؤس، ان رجلا یقال له ابو الصهباء كان كثير

السؤال لابن عباس قال: اما علمت ان الرجل كان اذا طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وابى بكر وصدرا من امارة عمر؟ قال ابن عباس: بلى! كان الرجل اذا طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وابى بكر وصدرا من امارة عمر، فلما رأى الناس قد تتابعوا فيها قال أجيزهن عليهم"

"حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ ابوصہبا نام کے ایک شخص حضرت ابن عباس سے اکثر سوال کرتے رہتے تھے انہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ شوہر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دیدیتا تو اسے حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت کے ابتدائی دور میں ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیوں نہیں جب شوہر اپنی بیوی کے ساتھ دخول (خلوت یا جماع) سے پہلے تین طلاق دے دیتا تو عہد رسالت وعہد صدیقی اور عمر فاروق کی خلافت کے ابتدائی عہد میں اسے ایک طلاق مانا جاتا تھا۔ پھر جب حضرت عمر نے مشاہدہ کیا کہ لوگ ایک ساتھ تین طلاق دینے لگے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں ان پر تینوں طلاقیں نافذ کرتا ہوں۔"

(سنن ابوداؤد، ج:۱، ص:۲۹۹)

اس حدیث پاک سے بہت کھل کر یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباس کی دوسری روایت جس سے تین طلاق کے ایک ہونے کا شبہ پیدا ہو رہا تھا اس کا تعلق خاص اس صورت سے ہے جب کہ شوہر نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین بار میں تین طلاق دی ہو۔

اور اس مسئلہ میں ہمارا بھی مذہب یہی ہے کہ غیر مدخولہ کو اس طرح طلاق دی جائے تو صرف ایک طلاق پڑے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتاب، سنت رسول اللہ اور اجماع اُمت سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر

کوئی مسلمان اپنی مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدے خواہ ایک دفعہ میں یا کئی دفعہ میں تو بہرحال اس پر تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ اور اگر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں ایک ساتھ تین طلاق دے دے تو بھی تینوں پڑجائیں گی ہاں اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں یا متعدد مجالس میں کئی مرتبہ میں یا کئی کلمات میں الگ الگ تین طلاق دے تو صرف پہلی طلاق پڑے گی اور بعد کی دونوں طلاقیں لغو اور بے کار ہوجائیں گی۔

یہی مذہب تمام حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کا ہے اور یہی تمام صحابہ کرام کا بھی مذہب و مسلک ہے یہی احادیث طیبہ سے ثابت ہے۔ (ملخص از کتاب تین طلاق کا مسئلہ)

ان تمام باتوں کو جاننے کے باوجود اب اگر کوئی غیر مقلد اپنی شقاوت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے علماء اسلام پر نکتہ چینی کرتا ہے اور صحابۂ کرام سے لے کر آج تک کے تمام اکابرین اُمت کی شان میں گستاخی و دریدہ دہنی کر کے اپنی خباثت باطنی کا ثبوت دیتا ہے تو اسے سوائے نفس پرستی اور اختلاف بین المسلمین کے اور کیا کہا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔ آمین

تراویح اور غیر مقلدین:

غیر مقلدین نے جن بے شمار مسائل میں پوری دنیائے اسلام سے ہٹ کر الگ راہ اختیار کی ہے ان میں سے مسئلہ تراویح بھی ہے تراویح کی رکعتوں کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام اُمت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کی کل بیس رکعتیں ہیں۔ رسول کریم کے زمانے سے لے کر آج تک غیر مقلدوں کی ایک معمولی تعداد کے علاوہ کسی کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے چنانچہ علامہ نجیم مصری بیس رکعت تراویح پر دلائل پیش کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

"وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا" بیس رکعت تراویح پر مشرق ومغرب، ساری دنیا کے لوگوں کا عمل ہے۔ (البحر الرائق، ج:۲، ص:۶۶)

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

"وھی عشرون رکعة وھو قول الجمھور وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا"

''تراویح بیس رکعت ہے یہی جمہور کا قول ہے اسی پر پوری دنیا کے مسلمانوں کا عمل ہے۔ (ردالمحتار، ج:۲، ص:۴۵)

حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی نے اپنی مشہور تصنیف اور علمی شاہکار غیر مقلدوں کے فریب میں اس مسئلہ پر حدیث پاک اور علماء کرام کے اقوال پیش کر کے یہ ثابت فرمایا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہی ہے آٹھ رکعت بتانا دین میں ایک فتنہ پیدا کرنا اور اُمت مسلمہ کو گمراہ کرنا ہے۔

بس پھر کیا تھا پوری غیر مقلد برادری نے جامہ سے باہر ہو کر ننگا ناچ دکھانا شروع کر دیا اور غیظ وغضب میں ڈوب کر تیر کمان سنبھال لیا، جوش میں ہوش کھو کر نماز تہجد سے متعلق مروی حدیث کو جلدی جلدی لکھ ڈالا اور بزعم خویش میدان فتح کر کے بدمست شرابی کی طرح قلم نچا کر یہ بازی گری دکھائی۔

> ''یہ بیچارے حنفی بریلوی دوڑ دوڑ کر ہر مسئلہ کی جھوٹی ضعیف اور موضوع روایتوں سے اپنی جھولی بھر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں قرآن وحدیث کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا خالہ نانی کا گھر نہیں۔'' (تقلید شخصی، ص:۶۶)

مولوی صاحب! اسی کو کہتے ہیں اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، ضعیف و موضوع روایتوں کا سہارا خود لو اور آنکھ دکھاؤ حنفیوں کو، اگر ذرہ برابر دل میں ایمان ہو اور حق وصداقت کی رمق موجود ہو تو بتاؤ، بیس رکعت تراویح سے متعلق احناف جو حدیثیں پیش کرتے ہیں ان میں کون حدیث ضعیف موضوع، اور جھوٹی ہے، اور اگر نہ بتا سکے اور میرا چیلنج ہے کہ سارے وہابی، نجدی غیر مقلد مرتے مرتے مرجائیں گے گل اور سڑ جائیں گے مگر ان حدیثوں کو موضوع اور جھوٹی نہیں ثابت کر سکتے تو ان کذابوں کو اپنی ذلیل وشرمناک حرکت سے باز آجانا چاہئے۔

حضرات! مجھے یہ توقع نہیں ہے کہ اگر میں بیسیوں حدیثیں اور پچاسوں ائمۂ اسلام کے

ارشادات بیس رکعت تراویح کے ثبوت میں پیش کردوں تو یہ نجدی ہٹ دھرم اور فتنہ انگیز اسے مان لینے پر آمادہ ہوجائیں گے اور حق کی طرف رجوع کرلیں گے۔

البتہ بھولے بھالے مسلمانوں سے یہ قوی اُمید ہے کہ وہ ان درندوں کا شکار ہونے سے بچ جائیں گے اور حق وصداقت کے چراغ سے روشنی حاصل کرتے رہیں گے اس لئے بیس رکعت تراویح کے ثبوت میں چند احادیث کریمہ درج کرتا ہوں۔

(۱) "عن ابن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر"

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔''

(بیہقی، ج:۲،ص:۴۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۲،ص:۲۹۴)

(۲) "عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لهم عشرین رکعة"

''حضرت حسن سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب پر اکٹھا کردیا تو آپ لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔'' (ابوداود، ج:۱،ص:۲۰۲)

(۳) "عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر ن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعة"

''حضرت یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں رمضان میں تئیس (۲۳) رکعت پڑھا کرتے تھے۔ ۲۰ رتراویح، ۳ روتر۔'' (موطاامام مالک، ص:۹۸)

مذکورہ احادیث کے علاوہ بھی بہت سی احادیث اور ائمۂ کرام کے ارشادات ہیں جن سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی قدس سرہٗ نے بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع تحریر فرمایا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

بیس رکعت تراویح پر اجماع صحابہ کرام:

"روی مالك، عن ابن رومان قال: کان الناس یقومون فی زمن عمر فی رمضان بثلث وعشرین رکعة وعن علی انه امر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة وهذا کالاجماع"

''امام مالک رحمہ اللہ نے ابن رومان سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگ رمضان شریف میں تئیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان شریف میں بیس رکعت پڑھائے تو یہ مثل اجماع ہے۔''

(المغنی لابن قدامہ، ج:۲،ص:۱۶۷)

اسی طرح علامہ علی قاری قدس سرہٗ رقمطراز ہیں:

"اجمع الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة"

صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے۔

(مرقاۃ المصابیح، ج:۳،ص:۱۹۴)

مولوی مستقیم نے نہ جانے کس مقصد سے غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنا قرب ظاہر کیا ہے اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں بھی حضور غوث پاک کا ارشاد پیش کردوں تاکہ مولوی صاحب کی مکاری اور بھی واضح ہوجائے۔

بیس رکعت تراویح اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضور غوث پاک نے ارشاد فرمایا ہے:

"صلوة التراويح سنة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و هي عشرون ركعة يجلس عقب كل ركعتين ويسلم فهي خمس ترويحات كل اربعة منها ترويحه"

''نماز تراویح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور یہ بیس رکعتیں ہیں ہر دو رکعت پر بیٹھے اور سلام پھیرے اس طرح پانچ ترویحہ ہوں گے ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویحہ۔'' (غنیۃ الطالبین، ج:۲، ص:۱۶)

ایک منصف مزاج انسان کے لئے مندرجہ بالا ارشادات ہی حق قبول کرنے میں چراغ راہ ہو سکتے ہیں مگر غیر مقلد مکاروں میں تعصب وعناد کوٹ کوٹ کر بھرا رہتا ہے اس لئے جب تک ان کو ان کے گھر تک نہ پہونچا دیا جائے مطمئن نہیں ہو سکتے اس لئے اتمام حجت کے طور پر ان کے گرو گھنٹال، بانی غیر مقلدیت ابن تیمیہ کا قول بھی پیش کر دینا ضروری ہے تا کہ پھر اور واضح ہو جائے کہ حق کا موافق کون ہے اور حدیث حدیث رٹ کر قوم کو گمراہ کرنے والا شرمناک مجرم کون ہے؟

بیس رکعت تراویح اور ابن تیمیہ:

"قد ثبت ان ابی بن كعب كان يقوم بالناس عشرين ركعة في رمضان ويوتر بثلث فرأى كثير من العلماء ان ذلك هو السنة لانه قام بين المهاجرين والانصار ولم ينكره منكر"

''یہ بات متحقق ہے کہ حضرت ابی بن کعب لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اسی لئے بے شمار علماء نے اسی کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابن کعب نے انصار ومہاجرین کی موجودگی میں پڑھائی تھی اور کسی نے انکار نہیں کیا۔''

(فتاوی ابن تیمیہ، ج:۲۳، ص:۱۱۲)

آخر میں غیر مقلدین کے معتمد ومعتبر عالم دین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کا ارشاد بھی ہدیۂ ناظرین کئے دے رہا ہوں تا کہ ان بے حیاؤں کی نفس پرستی کا ایک ثبوت اور ہاتھ آ جائے۔

بیس رکعت تراویح اور شاہ ولی اللہ دہلوی:

"وعدده عشرون ركعة" تراویح کی رکعتوں کی تعداد بیس ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ، ج:۲، ص:۱۸)

حضرات راقم نے یہ چند اقوال وارشادات نقل کر دئے ہیں جن میں خود بانی غیر مقلدیت شیخ ابن تیمیہ اور دوسرے معتمد خاص شاہ صاحب کے اقوال بھی مذکور ہیں، اب آپ ذرا انصاف سے بتائیں کہ بیس رکعت تراویح پڑھنا صحابۂ کرام سے لے کر آج تک تمام اُمت مسلمہ شافعی، مالکی، حنفی، حنبلی سب کے درمیان بلانکیر رائج ہے اور پوری دنیائے اسلام اسی پر عمل پیرا ہے تمام صحابہ تمام ائمۂ مجتہدین، خلفاء راشدین اور فقہاء شرع متین اسی کو ثابت و درست اور سنت فرمائیں، تو اگر ایسا عمل بقول غیر مقلدین بدعت ٹھہرے تو لازم آیا کہ خلفاء راشدین، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے کروروں نہیں بلکہ اربوں کھربوں متبعین، علماء، اولیاء اور ساری امت بدعتی ہو جائے۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

آخر میں قارئین محترم کی عدالت میں یہ مقدمہ حاضر ہے اور فیصلہ ان کے ضمیر اور غیرت ایمانی سے چاہتا ہوں وہ بتائیں کہ غیر مقلدین حدیث رسول پر عمل کرتے ہیں یا نفس پرستی کرتے ہیں اور حدیث کا نام لے کر اُمت مسلمہ میں گمراہی اور اختلاف پھیلاتے ہیں۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور غیر مقلدین:

غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح کو سنت ثابت کرنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ ایک حدیث کو ہر جگہ بڑے شد و مد اور طنطنے سے پیش کرتے ہیں اور بیس رکعت تراویح کی تمام احادیث و آثار کو اس حدیث کے مخالف بتا کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں اپنے بڑوں کی تقلید کرتے ہوئے مولوی مستقیم نے بھی اسی طرح کی طبع آزمائی کی ہے اور بزعم خویش تمام احناف ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو شکست فاش دے دی ہے۔ سچ ہے

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

مولوی صاحب کی پیش کردہ حدیث انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے لکھا ہے:

"عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه سال عائشة كيف كانت صلوة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى رمضان فقالت ما كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يزيد فى رمضان ولا فى غيره على احدى عشر ركعة "(بخارى شريف كتاب التهجد ، ج:۱، باب:۵)

''حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رمضان کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔
(تقلید شخصی، ص:۶۵)

مولوی صاحب نے اس حدیث سے آٹھ رکعت تراویح ثابت کرنا چاہا ہے لیکن آپ ذرا سنجیدگی سے یہاں دو باتوں پر غور کرلیں پھر فیصلہ خود ہو جائے گا۔

(اول) یہ کہ مولوی صاحب کی پیش کردہ حدیث کا تعلق نماز تراویح سے ہے یا کسی اور نماز سے۔

(دوم) یہ کی اس حدیث پر غیر مقلدین خود بھی عمل کرتے ہیں یا صرف عمل بالحدیث کی ڈفلی بجاتے پھرتے ہیں، جہاں تک ہم نے غور کیا اور آثار و احادیث کا مطالعہ کیا اس سے یہ بات مثل آفتاب واضح ہوتی ہے کہ اس حدیث کا نماز تراویح سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ تہجد سے ہے اس کی چند وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ:- ائمہ مجتہدین ائمۂ اربعہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے تراویح نہیں مراد لی ورنہ ان میں سے کوئی نہ کوئی امام تو آٹھ رکعت تراویح کا قائل ہوتا حالانکہ ان میں سے کوئی بھی آٹھ رکعت تراویح کا قائل نہیں۔

دوسری وجہ:- اکثر محدثین کرام نے اس حدیث کو اپنی اپنی احادیث کی کتابوں میں نماز تہجد کے تحت ذکر کیا ہے جب کہ انہوں نے قیام رمضان یعنی تراویح کا باب بھی قائم کیا ہے اور اس میں اس حدیث کو نہیں ذکر کیا، یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان محدثین کے نزدیک اس حدیث کا تعلق نماز تہجد سے ہے نماز تراویح سے نہیں۔

طرفہ یہ ہے کہ خود مولوی مستقیم نے بھی اس حدیث کو بخاری کتاب التہجد سے ہی نقل کیا ہے اب جس سے بھی سوال ہو وہ یہی کہے گا کہ بلاشبہ یہ حدیث تہجد سے متعلق ہے اس سے نماز تراویح مراد لینا عقل کا دیوالیہ پن ہے۔

واضح رہے کہ بعض محدثین نے اس حدیث کو قیام رمضان میں بھی ذکر کیا ہے تو اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ نماز تہجد جس طرح غیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے یونہی رمضان میں بھی۔

تیسری وجہ :-تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے چنانچہ حافظ الحدیث علامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

"سمیت الصلوۃ فی الجماعۃ فی لیالی رمضان التراویح"

رمضان کی راتوں میں نماز با جماعت کا نام تراویح ہے۔(فتح الباری، ج:۴،ص:۲۵۰)

اور جس نماز کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے وہ وہ نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان بارہ مہینے پڑھی جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ تہجد ہی کی نماز ہو سکتی ہے نہ کہ تراویح کیونکہ تراویح تو صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے۔

مولوی صاحب کی خیانت:

مولوی صاحب نے پوری حدیث نہ ذکر کر کے آدھی حدیث نقل کی ہے اور اس سے اپنے باطل نظریہ کو ثابت کیا ہے پوری حدیث نقل کرنے میں چونکہ چور پکڑا جاتا اور سر راہ ذلت ورسوائی کے جوتے پڑتے اسی لئے یہودی طریقہ کار اپنانے میں عافیت سمجھی۔

کی بناوٹ بہت سی باتوں میں
پر کہیں چھپتی ہے بنائی بات

حضرات! لیجئے میں اس حدیث کا بقیہ حصہ نقل کر دیتا ہوں تا کہ دوسروں پر خیانت وبددیانتی کا الزام لگانے والے اپنے بارے میں بھی کچھ سوچ سکیں اور خدا توفیق دے تو دھوکہ دھڑی کے بدترین جرم سے توبہ کریں حدیث ملاحظہ کیجئے۔

"یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یاعائشۃ عینی تنامان ولا ینام قلبی"

''حضور چار رکعت پڑھتے تو نہ پوچھو وہ کتنی عمدہ اور لمبی ہوتی تھیں، پھر چار رکعت پڑھتے نہ پوچھو وہ کیسی حسین اور دراز ہوتی تھیں پھر آپ تین رکعت وتر پڑھتے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عائشہ صرف میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔''

(بخاری شریف، ج:۱،ص:۱۵۴)

جس حدیث کو مولوی مستقیم نے لکھا ہے یہ بھی اسی کا حصہ ہے اس میں صراحت کے ساتھ یہ موجود ہے کہ حضور چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے پھر چار رکعت پڑھتے پھر تین وتر پڑھتے تھے۔

ظاہر ہے کہ تراویح کی نماز چار چار رکعت نہیں پڑھی جاتی بلکہ دو دو رکعت پڑھی جاتی ہے، معلوم ہوا کہ یہ حدیث تراویح کے متعلق نہیں تہجد کے متعلق ہے۔

علاوہ اس کے حدیث مذکور میں گیارہ رکعت تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کی جماعت کے ساتھ جب کہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے خود حضور علیہ السلام نے تین دن جو تراویح پڑھی تھی وہ جماعت کے ساتھ پڑھی تھی اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں تہجد سے ہے۔

ایک شبہہ کا ازالہ:

بعض غیر مقلدین یہ سمجھتے ہیں کہ تہجد اور تراویح دونوں الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی نماز ہے اس لئے وہ حدیث تہجد کو تراویح کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں مگر یہ ان نادانوں کی عقل وخرد کا دیوالیہ پن ہے جس کے لئے ان کے سرغنہ ثناء اللہ امرتسری کا بیان پیش کر کے آگے بڑھتا ہوں۔ثناء اللہ امرتسری سے سوال ہوا کہ:

سوال :-جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے پھر وہ

آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:-پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اوّل شب میں تہجد نہیں ہوتی۔

(فتاویٰ ثنائیہ، ج:۱،ص:۴۳۱)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ حدیث کا تعلق نماز تہجد سے ہے لہذا اس کو تراویح آٹھ رکعت کے ثبوت میں پیش کرنا حد درجہ کی جہالت، کج فہمی اور گمراہی بلکہ تحریف حدیث ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ اپنے مریض عقل ودماغ کا علاج کرائیں۔

غیر مقلدین کا حدیث عائشہ صدیقہ کی مخالفت کرنا:

اب آیئے اس حدیث پر دوسری حیثیت سے غور کرلیا جائے تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے اور غیر مقلدوں کے عمل بالحدیث کی قلعی کھل جائے۔

اگر اس حدیث سے آٹھ رکعت تراویح کا ثبوت مان لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا غیر مقلدین خود اس حدیث پر عمل کرتے ہیں یا اس کی کھلم کھلا مخالفت کرتے ہیں۔

ان فریبیوں کو میرا کھلا چیلنج ہے کہ عمل تو درکنار سراسر مخالفت کرتے ہیں اس کی چند وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ:-اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام یہ نماز چار چار رکعت کرکے پڑھتے تھے لیکن غیر مقلدین دو دو رکعت کرکے پڑھتے ہیں۔

دوسری وجہ:-اس حدیث میں ہے کہ حضور رمضان اور غیر رمضان سب میں یہ نماز پڑھتے تھے جب کہ غیر مقلدین صرف رمضان میں ہی پڑھتے ہیں۔

تیسری وجہ:-اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام اکیلے یہ نماز پڑھتے تھے لیکن غیر مقلدین پورے مہینے بھر یہ نماز با جماعت ادا کرتے ہیں۔

چوتھی وجہ:-اس حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عشاء پڑھ کر سو جاتے پھر اُٹھ کر آٹھ رکعت تہجد اور وتر ادا کرتے مگر غیر مقلدین نماز عشاء کے فوراً بعد سونے سے پہلے ہی تراویح آٹھ رکعت اور وتر پڑھ لیتے ہیں۔

پانچویں وجہ:-اس حدیث میں ہے کہ حضور وتر تنہا پڑھتے تھے مگر غیر مقلدین جماعت سے پڑھتے ہیں۔

چھٹویں وجہ:-اس حدیث میں کہیں نہیں ہے کہ حضور اس نماز کو تراویح کے نام سے پڑھتے تھے جب کہ تمام غیر مقلدین تراویح کے نام سے پڑھتے ہیں۔

ساتویں وجہ:-آٹھ رکعت تراویح با جماعت مسجد میں رمضان شریف میں پابندی کے ساتھ پورے مہینے بھر پڑھنے کا ثبوت اس حدیث میں کیا کسی حدیث میں نہیں ہے مگر غیر مقلدین پورے رمضان مسجد میں تراویح کے نام سے پابندی کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔

آٹھویں وجہ:-اس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام وتر کی نماز تین رکعت پڑھتے تھے جب کہ غیر مقلدین وتر ایک رکعت مانتے ہیں۔ سچ ہے:

ہٹ دھرم غیر مقلد سا نہ ہوگا کوئی
لاکھ سمجھاؤ یہ سنتا نہیں۔ یہ دھیان سے بات

حضرات! دیکھا آپ نے کہ غیر مقلدین کا اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کیا حقیقت رکھتا ہے حدیث کی سراسر مخالفت کا نام ان ہوس پرستوں کے یہاں اہل حدیث ہونا ہے، صحابہ کرام، خلفاء راشدین، اولیاء کرام عام مسلمین کو بدعتی غلط کار اور نہ جانے کیسی کیسی گالی گلوچ دینا ہی ان شریفوں کے یہاں حدیث کی سب سے عظیم خدمت ہے۔

چشم فلک نے بھی اس سے پہلے ایسا خونچکاں حادثہ نہ دیکھا ہوگا کہ فریب، دھوکہ، خیانت، تحریف، جھوٹ، افتراء اور بہتان تراشی کرنے والے اپنے آپ کو سچے پکے موحد اور مسلمان ہونے کا ڈنکا بجائیں اور پوری اُمت مسلمہ کو جہنم کے دہانے پر ڈھکیل دیں اور ان کو قرآن وحدیث کا مخالف بنائیں۔

آوازدو انصاف کو انصاف کہاں ہے

ہم اس بحث کا ٹیپ یہیں بند کرتے ہیں اور فیصلہ انصاف ودیانت کی روشنی میں چلنے والے حق کے مسافروں پر چھوڑ دیتے ہیں وہ خود فیصلہ کریں کہ تراویح آٹھ رکعت کہنے والے غیر مقلد حق بجانب ہیں یا بیس رکعت پر عمل پیرا صحابہ کرام سے لے کر آج تک تمام امت مسلمہ حق پر ہے۔

پسینے میں وہ تر ہوئے جارہے ہیں
مزہ دے گئی میری حاضر جوابی

ایام قربانی اور غیر مقلدین:

تمام اُمت مسلمہ کا طریقہ اور عمل یہ ہے کہ وہ قربانی تین دن تک کرتے ہیں، مگر غیر مقلدین اس مسئلہ میں بھی تمام مسلمانوں سے الگ تھلگ ہو کر قربانی چار دن کرنے لگے ہیں اور بے سر پیر کی باتیں ہانکا کرتے ہیں کبھی کسی ضعیف حدیث کا سہارا لے کر مسلمانوں میں فتنہ انگیزی کرتے ہیں اور کبھی ائمہ مجتہدین بلکہ صحابہء کرام پر افترا پردازی کر کے اپنی حرماں نصیبی کا اظہار کرتے ہیں، مولوی مستقیم نے بھی اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہی طریقہ اپنایا ہے اور مکر وفریب، خیانت دھاندھلی سے کام لے کر قوم کی آنکھ میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

ایام قربانی اور احادیث واقوال ائمہ کرام:

جناب عالی کے کالے کرتوتوں کی قلعی تو بعد میں کھولی جائے گی سر دست عامۂ مسلمین کے اطمینان خاطر کے لئے ایام قربانی سے متعلق احادیث کریمہ اور مفسرین کرام کے ارشادات، اکابرین اسلام کے اقوال ہدیہ ناظرین کر دئے جارہے ہیں تاکہ قربانی کے تعلق

سے حقیقت حال واضح ہو جائے اور مسلمان غیر مقلدوں کی جانب سے پیدا کی ہوئی کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

(۱) حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مستند حدیث کی کتاب میں فرماتے ہیں:

"ان ابن عمر انہ کان یقول الا ضحی یومان بعد عید الا ضحی"

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کی عید الاضحیٰ کے بعد قربانی دودن ہے''(مؤطا امام مالک، ص:۱۸۸)

(۲) "روی عن عمر وعلی، وابن عباس انهم قالوا : ایام النحر ثلاثة، افضلها اولها۔"

''حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے ان حضرات نے فرمایا ہے کی قربانی تین دن ہے پہلا دن زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔''

(نصب الرایہ، ج:۴، ص:۲۱۳)

(۳) علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال الا ضحی یومان بعد یوم النحر"

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قربانی بقرہ عید کے بعد دودن ہے۔''(اوجز المسالک، ج:۹، ص:۲۶۳)

(۴) علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہے:

" اخرجه ابن عبدالبر من طریق زر عن علی قال الایام المعدودات، یوم النحر و یومان بعده اذ بح فی ایها شئت وافضلها اولها۔"

''ابن عبدالبر نے زر کے واسطے سے تخریج کرتے ہوئے حضرت علی

سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں ایام معدودات سے مراد قربانی کے ایام ہیں ایک دن قربانی اور دو دن اس کے بعد کا اس میں جس دن چاہو قربانی کرو مگر پہلا دن زیادہ بہتر ہے۔"

(حوالہ سابق)

(۵) علامہ اجل امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

" قال ابو حنيفه ومالك واحمد يختص يوم النحر بيوم ويومين بعده وروى هذاعن عمر بن خطاب وعلى و ابن عمر وانس رضى الله عنهم"

"امام اعظم اور امام مالک امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ قربانی خاص ہے یوم نحر میں اور اس کے بعد دو دنوں میں اور یہ حضرت عمر بن خطاب حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔

(نووی شرح مسلم، ج:۲، ص:۱۵۲)

(۶) علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"ایام النحر ثلاثة يوم العيد و يومان بعده وهذا قول عمر وعلى وابن عمر و ابن عباس وابى هريره و انس ، قال احمد ايام النحرثلاثة عن غيرواحد من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وفى روايت قال خمسة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يذكر أنسا وهو قول مالك والثورى و ابى حنيفه"

"ایام قربانی تین دن ہیں بقرہ عید اور دو دن اس کے بعد کا ہے اور یہ حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن عمر حضرت ابن عباس حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی تعالیٰ اللہ عنہم کا قول ہے، اور حضرت امام احمد بن

حنبل فرماتے ہیں تین دن قربانی کے متعلق بے شمار صحابہ کرام سے روایت ہے اور ایک روایت میں فرمایا کہ پانچ صحابہ سے مروی ہے اس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہیں ہے اور تین ہی دن قربانی حضرت امام مالک، سفیان ثوری اور امام اعظم کے نزدیک بھی ہے

(المغنی لابن قدامہ حنبلی، ج:۱۱، ص:۱۱۴)

(۷) حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

" ایام الاضحیٰ التی اجمع علیها ثلاثة ایام "

"قربانی کے تین دن ہونے پر سب کا اجماع ہے۔" (حوالہ سابق)

(۸) عمدۃ المفسرین علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ رقم طراز ہیں:

(ويذكروا اسم الله) عند النحر (فى ايام معلومات اى مخصوصات وهى ايام النحر كما ذهب اليه جماعة منهم ابويوسف ومحمد و عدتها ثلاثة ايام يوم العيد و يومان بعدهٗ)

اور اللہ کا نام لو ذبح کے وقت مخصوص دنوں میں اور مخصوص دن سے مراد قربانی کا دن ہے جیسا کہ ایک جماعت کا مذہب ہے جس میں صاحبین بھی ہیں اور قربانی کی مدت تین دن ہے ایک دن بقر عید اور دو دن اس کے بعد کا ہے۔

(روح المعانی، ج:۱۷، ص:۱۴۵)

(۹) جلیل القدر مفسر قرآن ابوحیان اندلسی تحریر کرتے ہیں:

ويوم النحر ويومان بعده هى ايام النحر عندعلى وابن عباس وابن عمر وانس وابى هريره وسعيد بن جبير وسعيد بن المسيب وابى حنيفة والثورى.

یوم النحر اور اس کے بعد دو دن یہی کل قربانی کے دن ہیں حضرت علی، ابن

عباس، ابن عمر، انس، اور ابو ہریرہ، سعید بن جبیر، سعید بن مسیب اور ابوحنیفہ، سفیان ثوری، رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک بھی یہی ہے۔
(البحر المحیط، ج:۶، ص:۳۶۵)

(۱۰) علامہ ابوعبداللہ انصاری تحریر فرماتے ہیں:

وکان النحر فی الیوم الاوّل وھو بعد الاضحیٰ والثانی والثالث ولم یکن فی الرابع نحر باجماع علمائنا

قربانی پہلے دن یعنی بقرہ عید کو اور دوسرے تیسرے دن تک ہے چوتھے دن قربانی نہیں ہے اس پر علماء کرام کا اجماع ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن، ج:۲، ص:۴)

(۱۱) امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

ان الایام المعلومات ایام النحر الثلاثة یوم الاضحیٰ ویومان بعده

بیشک ایام معلومات قربانی کے تینوں دن ہیں بقرہ عید کا دن اور اس کے بعد کا دو دن ہے۔ (حوالہ سابق)

(۱۲) سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ایام النحر ثلاثة یوم العید بعد الصلوٰة او قدرھا ویومان بعده

ایام قربانی تین دن ہیں عید کا دن بعد نماز عید سے لے کر پورا دن اور دو دن اس کے بعد کے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ج:۲، ص:۳۹)

(۱۳) ملک العلماء علامہ ابن مسعود کاسانی فرماتے ہیں:

وایام النحر ثلاثة یوم الاضحیٰ وھوالیوم العاشر من ذی الحجه والحادی عشر والثانی عشر.

قربانی کے کل تین دن ہیں بقرہ عید یعنی دسویں ذی الحجہ اور گیارہویں، بارہویں تاریخیں ہیں۔ بدائع صنائع ج:۵، ص:۶۵)

(۱۴) شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم یختص جواز الاداء بایام النحر وھی ثلاثة ایام عندنا قال علیه السلام ایام النحر ثلاثة افضلها اولها.

قربانی کی ادائیگی ایام نحر کے ساتھ خاص ہے اور وہ کل تین دن ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے قربانی تین دن ہے پہلا دن افضل ہے۔
(مبسوط للسرخسی، ج:۱۲، ص:۹)

یہ اقوال وارشادات ذکر کردیے گئے ہیں ان کے علاوہ سیکڑوں اکابرین اسلام کے روشن فرمودات سے یہ مسئلہ مثل آفتاب واضح ہے کہ قربانی تین دن تک جائز ہے یہی صحابہ کرام تابعین عظام، مجتہدین اسلام اور عامہ اُمت کا موقف ہے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے۔ اب اگر کوئی عقل کا مارا جمہور مسلمین سے ہٹ کر غیر مقلدیت کے نشہ میں چار دن قربانی بتائے تو اسے جہالت، کج فہمی، اور اُمت مسلمہ سے بغاوت نہیں کہا جائے گا تو کیا کہا جائے گا؟

حیرت بالائے حیرت ہے کہ یہ لوگ ہمہ وقت اپنے نجدی آقاؤں کا خطبہ پڑھتے گھومتے ہیں بلکہ انہیں کے دم قدم سے اپنی چمک دمک بنا کر بیچارے بھولے بھالے مسلمانوں میں دھونس جماتے پھرتے ہیں مگر قربانی کے مسئلہ میں ان سے بھی الگ ہوجاتے ہیں۔ اس لئے کہ مکہ معظمہ اور پورے ملک سعودیہ عربیہ میں تین ہی دن قربانی ہوتی ہے۔ کیا دنیا میں ان غیر مقلدوں سے بھی بڑھ کر کوئی نمک حرام، خودغرض اور مطلب پرست ٹولی ہوسکتی ہے؟

مولوی صاحب کے استدلال کی حقیقت:

مولوی صاحب نے چار دن قربانی کے ثبوت میں چند تفسیروں کے حوالہ سے حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ان مقدس صحابہ کرام کے نزدیک قربانی تین دن نہیں بلکہ چار دن ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

''اس آیت (مذکورۃ الصدر) کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: الایام المعلومات ثلاثة ایام بعد یوم النحر

(تفسیر ابن کثیر ج:۸،ص:۲۴۵)

یعنی یہ معلومات کے دن تین ہیں عید کے دن کے بعد اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قربانی کے تین دن ہیں یوم النحر کے بعد۔'' (ایضاً)

(تقلید شخصی ص:۶۸)

حضرات ماسبق میں کئی کتب حدیث وتفسیر اور فقہ سے حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارشاد پیش کر چکا ہوں کہ ان حضرات کے نزدیک قربانی تین دن تک ہی جائز ہے، ایسی صراحت کے باوجود یہ کہنا کہ ان حضرات کے نزدیک قربانی چار دن تک جائز ہے سراسر جھوٹ افترا اور بہتان ہے۔

تفسیر ابن کثیر سے غلط استدلال:

مولوی صاحب نے سورہ حج کی جس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کی ہے اور پھر تفسیر ابن کثیر کا سہارا لے کر جس غلط انداز سے فریب دینے کی ناکام کوشش کی ہے، ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کی اس شرمناک علمی خیانت کا پردہ فاش کر دیں اس لئے پہلے آیت کریمہ اور پھر مختلف تفاسیر سے اس کی تشریح پیش کریں گے، بعد میں جناب کی خیریت معلوم کی جائے گی مگر پہلے آیت کریمہ ملاحظہ کیجئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذن فی الناس بالحج یاتوک رِجالاً وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشهد وامنافع لهم ویذکروا اسم الله فی ایام معلومات علی مارزقهم من بهیمة الانعام۔ (الحج:۲۷)

اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ

اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہے تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں اس پر کہ انہیں روزی دی بے زبان چوپائے کی۔

اس آیت کریمہ میں یہ حکم دیا جارہا ہے کہ آپ لوگوں کو حج ادا کرنے کا پیغام سنا دیں تاکہ لوگ مکۃ المکرمہ میں اکٹھا ہو کر اپنے دینی و دنیوی فائدے حاصل کریں اور پروردگار عالم نے انہیں جو گوشت وغیرہ کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ذکر وتذکرہ اور تسبیح وتہلیل وغیرہ کریں، اور یہ سب کام معلوم ومتعین دن میں ہونا چاہئے، یہی مفاد ہے ایام معلومات کا۔

ایام معلومات کون کون ہیں:

اب یہ بات تحقیق طلب ہے کہ ایام معلومات کون کون دن ہیں جن میں حج کے یہ سب کام کرنے ہیں تو اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ ایام معلومات سے ماہ ذی الحجہ کے پہلے دس ایام مراد ہیں یہی قول امام اعظم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور بہت سے صحابہ وتابعین کرام کا ہے چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

پہلا قول: عن ابن عباس رضی الله عنهما: الایام المعلومات ایام العشر وعلقه البخاری عنه بصیغة الجزم به وروی مثله عن ابی موسی الاشعری ومجاهد وقتاده وعطاء وسعید بن جبیر والحسن والضحاک وعطاء الخراسانی وابراهیم النخعی وهو مذهب الشافعی والمشهور عن احمد بن حنبل۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایام معلومات ماہ

ذی الحجہ کے دس ایام ہیں اور امام بخاری نے ان سے اس کی تعلیق بصیغۂ جزم کی ہے اور اسی کے مثل ابوموسیٰ اشعری، مجاہد، قتادہ، عطاء، سعید بن جبیر، حسن، ضحاک، عطاء خراسانی ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اور وہی امام شافعی کا مسلک ہے اور امام احمد بن حنبل سے بھی مشہور روایت کے مطابق یہی مذہب منقول ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، ج:۳،ص:۲۱۶)

اور علامہ نسفی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

ھی عشر ذی الحجة عند ابی حنیفة رحمه الله وآخرھا یوم النحر وھو قول ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنھماواکثر المفسرین رحمھم الله

ایام معلومات امام اعظم کے نزدیک ذی الحجہ کے دس دن ہیں آخری دن بقرہ عید ہے اور یہی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکثر مفسرین کا ارشاد ہے۔

(تفسیر نسفی، ج:۳،ص:۹۹)

اور علامہ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

اکثر العلماء صاروا الی ان الایام المعلومات عشر ذی الحجة والمعدودات ایام التشریق وھذا قول مجاھد و عطاء و قتادہ والحسن وروایة سعید بن جبیر عن ابن عباس واختیار الشافعی وابی حنیفة رحمھم الله واحتجوا بانھا معلومة عند الناس لحرصھم علی علمھا من اجل ان وقت الحج فی آخرھا

اکثر علماء کا موقف یہ ہے کہ ایام معلومات سے مراد عشرہ ذی الحجہ ہے اور ایام معدودات ایام تشریق ہیں اور یہی مسلک حضرت مجاہد، عطاء قتادہ

حسن اور ایک روایت کے مطابق سعید بن جبیر امام شافعی امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا ہے اور ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ یہی ایام لوگوں کو معلوم اور ان میں مشہور ہیں کیونکہ ان کو اس کی جانکاری کی زیادہ خواہش ہوتی ہے اس کے آخر میں حج کے وقت کی وجہ سے (تفسیر کبیر، ج:۱۲،ص:۲۹)

دوسرا قول: ایام معلومات کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے ایام نحر مراد ہیں اور یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک قول اور حضرات صاحبین رحمہما اللہ کا قول ہے چنانچہ علامہ ابوالبرکات امام نسفی فرماتے ہیں:

وعند صاحبیه ھی ایام النحر وھو قول ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنھما

اور صاحبین کے نزدیک ایام معلومات ایام نحر ہیں اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے۔ (تفسیر نسفی، ج:۳،ص:۱۰۰)

اسی طرح علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

ان ابن عمر کان یقول: الایام المعلومات المعدودات ھن جمیعھن اربعة ایام فالایام المعلومات یوم النحر ویومان بعدہ والایام المعدودات ثلاثة ایام بعد یوم النحر ھذا اسناد صحیح الیه۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایام معلومات معدودات کل چار ہیں اور ایام معلومات یوم نحر اور اس کے بعد دو دن ہیں اور ایام معدودات یوم نحر کے بعد تین دن ہیں ان کی طرف اس کی اسناد صحیح ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، ج:۳،ص:۲۱۷)

اس عبارت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا صراحتاً یہ قول مذکور ہے کہ ایام معلومات تین دن ہیں ایک بقرہ عید اور دو دن اس کے بعد۔

تیسرا قول: ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ بھی ایک قول ہے کہ ایام معلومات چار دن ہیں ایک بقرہ عید اور تین دن اس کے بعد، چنانچہ علامہ ابن کثیر رقم طراز ہیں:

عن مقسم عن ابن عباس الایام المعلومات یوم النحر وثلاثة ایام بعده ویروی هذا عن ابن عمر۔

حضرت مقسم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے ایام معلومات بقرہ عید کا دن اور اس کے بعد کے تین دن ہیں ابن عمر سے یہ بھی روایت ہے۔ (حوالہ سابق)

چوتھا قول: یہ ہے کہ ایام معلومات یوم عرفہ بقرہ عید اور ایک دن اس کے بعد کا ہے امام اعظم سے ایک روایت پر یہی مذہب منقول ہے جیسا کہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

انها یوم عرفة ویوم النحر ویوم آخر بعده وهو مذهب ابی حنیفة

ایام معلومات یوم عرفہ، بقرہ عید اور ایک دن اس کے بعد کا ہے اور یہ امام اعظم کا مذہب ہے۔ (حوالہ سابق)

پانچواں قول: یہ ہے کہ ایام معلومات کل پانچ دن ہیں یہ قول حضرت ابن زید بن اسلم سے منقول ہے چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

وقال ابن وهب حدثنی ابن زید بن اسلم عن ابیه انه قال المعلومات یوم عرفة و یوم النحر وایام التشریق۔

ابن وہب نے کہا مجھ سے ابن زید بن اسلم نے حدیث بیان کی کہ میرے والد نے کہا ایام معلومات یوم عرفہ، یوم قربانی اور ایام تشریق ہیں۔

(حوالہ سابق)

ان تمام اقوال وارشادات سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ ایام معلومات کے متعلق

مختلف اقوال ہیں اور سیدنا امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سیدنا امام اعظم وامام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ایام معلومات ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں، اب اگر اس آیت کریمہ میں قربانی کا حکم مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مذکورہ حضرات کے نزدیک قربانی دس دن ہے حالانکہ یہ سراسر خلاف واقعہ ہے نہ تو امام اعظم کے نزدیک قربانی دس دن تک جائز ہے نہ امام شافعی کے نزدیک اور نہ ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ کا تعلق افعال حج سے ہے کہ چند معلوم دنوں میں مکہ شریف میں آ کر لوگ اپنے دینی اور دنیوی فائدے حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کریں، کچھ دنوں میں یہ سب کام کر کے حکم خدا بجا لائیں اور اسلامی شان وشوکت کا پرچم بلند کریں...... یہ مطلب نہیں ہے کہ ان ایام معلومات میں صرف قربانی کریں جیسا کہ مولوی مستقیم نے سمجھ رکھا ہے اور اگر قربانی ہی مراد لیں تو اس سے حج کی قربانی مراد ہوگی جو صرف دسویں ذی الحجہ کو کی جاتی ہے نہ کہ عام طور سے ماہ ذی الحجہ میں جو قربانی ہوتی ہے اسے مراد لیا جائے گا چنانچہ علامہ احمد معروف بہ ملا جیون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"وعلی کل تقدیر المراد منها ههنا بعضها وهو یوم العید خاصة وان کان نحر الاضحیة ثلثة ایام"

''بہرصورت (ایام معلومات دس دن ہوں یا ایام نحر) ان ایام سے کل نہیں بلکہ بعض یوم مراد ہیں اور وہ خصوصاً بقرہ عید کا دن ہے اگر چہ قربانی کے دن کل تین ہیں۔''

(تفسیرات احمدیہ، ص: ۳۵۰)

اسی طرح امام فخر الدین رازی رقمطراز ہیں۔

"ثم للمنافع اوقات من العشر معروفة کیوم عرفة والمشعر الحرام وکذلك للذبائح لها وقت منها وهویوم النحر"

''پھر دس دنوں میں سے کچھ وقت منافع کے لئے ہے مثلاً یوم عرفہ مشعر حرام اور اسی

طرح قربانی کا بھی ایک وقت متعین ہے اور وہ بقرہ عید ہے۔

(تفسیر کبیر، ج:۱۲، ص:۲۹)

حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیت کریمہ کو مسئلہ قربانی میں پیش کرنا درست اور صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق ارکان حج اور مسائل حج سے ہے اسی طرح ایام معلومات سے ایام قربانی مراد لے کر چار دن قربانی کا ثبوت پیش کرنا جہالت وحماقت بلکہ تفسیر بالرائے ہے جو ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی ہے، مولوی مستقیم کی یہ بہت بڑی بھول ہے کہ ایام معلومات کا سہارا لے کر چار دن قربانی کو جائز قرار دے رہے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام:

قارئین محترم! آپ اس بحث کی ابتداء میں متعدد حدیثوں کے حوالوں سے یہ پڑھ کر آرہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک ایام قربانی کل تین دن ہیں چنانچہ مؤطا امام مالک، نووی شرح مسلم، مغنی لابن قدامہ، مدارک شریف وغیرہ کتب حدیث وتفسیر کی عبارتیں نقل کی جاچکی ہیں۔

ان سب کے باوجود یہ کہنا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک قربانی چار دن ہے یہ سراسر فراڈ، جھوٹ اور ایسے جلیل القدر صحابی پر بہتان باندھنا ہے۔ ہے کوئی غیرت والا غیر مقلد جو مولوی مستقیم کی اس شرمناک حرکت پر اس کی گوشمالی کرے اور اس دریدہ ذہنی پر اسے کیفر کردار تک پہونچائے۔

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے
راستی پر آ خدا کو مان کر

مولوی مستقیم نے جس عبارت کو پیش کر کے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہا ہے وہ درج ذیل ہے۔

"عن ابن عباس الایام المعلومات یوم النحر وثلاثۃ ایام

بعدہ ویروی هذا عن ابن عمر رضی اللہ عنهما"

''حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایام معلومات بقرہ عید اور تین دن اس کے بعد ہیں اور یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، ج:۳، ص:۲۱۷)

اس عبارت میں یہ ہرگز نہیں کہ قربانی چار دن تک جائز ہے اس میں تو صرف ایام معلومات کے متعلق بتایا گیا ہے کہ ابن عمر کے نزدیک ایام معلومات چار دن ہیں نہ کہ قربانی کے ایام چار دن ہیں مگر مولوی صاحب کی شریر طبیعت نے دن دہاڑے آنکھ میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کر کے لعنت وپھٹکار اپنے سر مول لے لی اور ایام معلومات سے ایام قربانی مراد لے کر چار دن قربانی کرنے کا فتنہ کھڑا کر دیا، قرآن وتفسیر کو اپنے مطلب کے مطابق بنا لینے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ مولوی صاحب خوب جانتے ہیں مگر فریب ودھوکہ دینے اور قوم کو گمراہ کرنے کے لئے بغیر اس طرح کی حرکت کئے کیسے کامیاب ہوں گے اس لئے دھڑا دھڑ آیتوں اور تفسیروں کو نقل کر کے دھونس جمانا شروع کر دیا اور غیر مقلدیت کا آسیب ایسا سوار ہوا کہ پتہ ہی نہیں چل سکا کہ مسئلہ کیا ہے اور دلیل کیسی دی جارہی ہے اسی کو کہتے ہیں۔

وحشت میں ہر اک نقشہ اُلٹا نظر آتا ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام:

مولوی مستقیم نے تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے لکھا ہے۔

''اور حضرت علی فرماتے ہیں: قربانی کے تین دن ہیں یوم النحر کے بعد۔''

(تقلید شخصی، ص:۶۸)

مولوی صاحب نے تفسیر ابن کثیر کا حوالہ دیا ہے مگر میرا ان کو چیلنج ہے کہ سورہ حج کی مذکورہ آیت کے تحت اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول دکھا دیں تو ان کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ اور میں کہہ دے رہا ہوں کے مرتے مرتے

مر جائیں گے مگر وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ حضرت علی نے چار دن قربانی بتایا ہو البتہ میں یہ ضرور دکھا سکتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین ہی دن تک قربانی درست فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔

"الایام المعدودات یوم النحر ویومان بعده اذبح فی ایها شئت وافضلها اولها"

''ایام معدودات ایک دن بقرہ عید اور دو دن اس کے بعد والے ہیں ان میں سے جس دن چاہو قربانی کرو مگر پہلا دن زیادہ بہتر ہے۔''

(اوجز المسالک، ج:۹، ص:۳۶۳)

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فقال ابو حنیفة ومالك واحمد یختص بیوم النحر ویومین بعده وروی هذا عن عمر بن الخطاب وعلی وابن عمرو انس رضی الله عنهم"

''ائمہ ثلاثہ نے فرمایا ہے کہ قربانی بقرہ عید کے دن اور دو دن اس کے بعد تک مخصوص ہے اور یہ حضرت عمر اور حضرت علی اور ابن عمر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ (نووی شرح مسلم، ج:۲، ص:۱۵۳)

اب ذرا کوئی ان کذابوں سے پوچھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان اور الزام لگا کر تم نے کیا حاصل کیا، علاوہ فتنہ وفساد اور گمراہی پھیلانے کے اور تم کو کیا ملا اور اگر فقیہ ملت صاحب مدظلہ العالی نے یہ لکھ دیا کہ:

غیر مقلدوں نے صرف سہولت وآسانی اور چار دن تک گوشت کی فراوانی عوام کو دکھا کر اپنی طرف کھینچنے کے لئے چار دن قربانی کو جائز رکھا ہے۔

تو کیا غلط کر دیا جس کی وجہ سے تم لوگوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور گالی گلوج بکنے لگے۔

ہمیشہ سیکڑوں باتیں تمہیں نے کی شر کی
تمہیں بتاؤ کبھی کچھ قصور ہم سے ہوا

حضرات صاحبین رحمہما اللہ پر الزام:

تفسیر مدارک ص:۱۰۰ کے حوالے سے مولوی مستقیم نے مزید آگے لکھا ہے:

''قربانی کے چار دن ہیں اور یہی مذہب امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے۔''

(تقلید شخصی، ص:۶۸)

ایسا لگتا ہے کہ مولوی صاحب کی پوری غیر مقلد برادری نے یہ قسم کھالی ہے کہ ہمیں کبھی بھی سچ کے قریب نہیں جانا ہے اور نہ ہی صداقت ودیانت کی طرف کبھی بھول کر بھی رخ کرنا ہے، چاہے دنیا والے لعنت وپھٹکار برسائیں یا خدا اور رسول کی طرف سے قہر وغضب کا شعلہ برسے ہم تو اپنا اُلو سیدھا کرنے اور مسلمانوں میں گمراہی پھیلانے کے لئے جو چاہیں گے کہیں گے اور جس پر چاہیں گے الزام لگائیں گے، مگر ان افترا پرداز مکاروں سے بڑے واضح الفاظ میں کہنا چاہوں گا کہ:

جھوٹے موتی کی طرف کب دیکھتے ہیں جوہری
بے صداقت آبرو اے بدگہر ملتی نہیں

حضرات! آپ مدارک شریف کا صفحہ نمبر ۱۰۰ از اول تا آخر ایک ایک سطر بلکہ ایک ایک حرف پڑھ ڈالیں اس میں کہیں بھی حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا یہ قول نہیں ہے کہ قربانی چار دن ہے، میں وہ عربی عبارت نقل کر دے رہا ہوں جس کا ترجمہ کر کے مولوی صاحب نے بدترین جرم کا ارتکاب کیا ہے اور صاحبین پر الزام تراشی کی ہے، مدارک شریف میں ہے۔

"(ایام معلومات) هی عشر ذی الحجه عند ابی حنیفة رحمه الله وآخرها یوم النحر وهو قول ابن عباس واكثر

المفسرين وعند صاحبيه هي ايام النحر وهو قول ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما"

''ایام معلومات امام اعظم کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ ہیں اور آخری دن بقرہ عید کا دن ہے اور یہی ابن عباس اور اکثر مفسرین کا قول ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک ایام معلومات ایام نحر ہیں اور یہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسلک ہے۔'' (تفسیر نسفی، ج:۳، ص:۱۰۰)

بتایئے اس میں کہاں لکھا ہے کہ صاحبین کے نزدیک قربانی چار دن ہے۔ حد ہوگئی دھاندلی اور خیانت و دغا بازی کی، پوری کی پوری برادری مولوی مستقیم کی اسی شاطرانہ چال پر پھولے نہیں سما رہی ہے اور بزعم خویش اس جہل مرکب میں گرفتار ہے کہ ہمارے مولوی صاحب نے تو تمام حنفیوں کے دانت کھٹے کر دئے ہیں اور جو کچھ لکھا ہے اب کوئی اس کا جواب نہیں دے سکتا، بلکہ کوئی مجہول الذات ابن خلیل سلفی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ:

''مؤلف موصوف (مولوی مستقیم) نے اپنے ذوق کے مطابق کتاب کو حد درجہ عام فہم انداز اور عقلی و نقلی دلائل سے مزین کیا ہے، موضوع و مستدل کے لحاظ سے کتاب اپنے باب میں منفرد ہے۔'' (تقلید شخصی، ص:۱۵)

جناب نے بات بالکل سو فیصد سچ لکھی ہے یقیناً یہ کتاب تحریف و خیانت دھوکہ و دغا، افتراء و الزام، جھوٹ اور بہتان تراشی میں ممتاز اور منفرد ہے شاید ہی کسی مصنف نے اتنی زیادہ کتر بیونت خرد برد اور خیانت و دھوکہ دہی سے کام لیا ہوا اور قدم قدم پر جھوٹ کی گندی نالی بہائی ہو، پروردگار عالم ایسے نفس پرستوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

حدیث جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استدلال کی حقیقت:

مولوی صاحب نے چار دن قربانی کے ثبوت میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث شریف نقل کی ہے اور حنفیوں کو للکارتے ہوئے اس کے جواب کا مطالبہ کیا ہے، شاید برخوردار کو اپنی حیثیت یاد نہیں رہی یا پھر کوئی آسیب سوار ہوگیا تھا جو پیٹھ ٹھونک کر میدان میں آنجناب کو بھیج دیا ورنہ بحالت ہوش وحواس اس طرح کی جرأت کبھی نہ کرتے...... آیئے اس حدیث کو ملاحظہ کیجئے پھر اس کی استدلالی حیثیت پر گفتگو سماعت کیجئے گا ارشاد حدیث ہے:

"ايام التشريق كلها ايام ذبح" "ایام تشریق کل کے کل قربانی کے دن ہیں۔"
(تقلید شخصی، بحوالہ بیہقی، ص:۶۸)

اس حدیث کو بطور دلیل پیش کرنا نہ تو اصول حدیث کے اعتبار سے درست ہے اور نہ ہی غیر مقلدوں کے ضابطہ کے پیش نظر درست ہے بلکہ اس سے استدلال کرنا چند وجوہ سے غلط ہے ہم ان کو نمبروار درج کرتے ہیں:

(اول) یہ حدیث منقطع ہے محدثین اور شارحین حدیث نے اس کی وضاحت فرمائی ہے چنانچہ علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"قال ابن كثير هكذا رواه احمد وهو منقطع فان سليمان بن موسى الاشدق لم يدرك جبير بن مطعم"

''ابن کثیر نے فرمایا کہ اس حدیث کو اسی طرح امام احمد نے روایت کیا ہے اور یہ منقطع ہے کیونکہ سلیمان بن موسیٰ اشدق کو جبیر بن مطعم سے لقاء ثابت نہیں ہے۔'' (نصب الرایہ، ج:۳، ص:۶۱)

اسی طرح ایک جگہ اور فرماتے ہیں:

"قال البیهقی وسلیمان بن موسی لم یدرك جبیر بن مطعم"

''امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ سلیمان بن موسی کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہے۔'' (ایضا، ج:۴، ص:۲۱۳)

اور خود غیر مقلدین کے معتمد خاص قاضی شوکانی نے لکھا ہے:

"قال ابن القیم فی الهدی ان حدیث جبیر بن مطعم منقطع لا یثبت وصله"

''ابن قیم نے ہدی میں کہا ہے کہ جبیر بن مطعم کی حدیث منقطع ہے اس کا اتصال ثابت نہیں ہے۔'' (نیل الاوطار، ج:۵، ص:۱۲۵)

ان تمام اقوال سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ مذکورہ حدیث منقطع ہے اور حدیث منقطع ضعیف ہوا کرتی ہے جس سے احکام کا ثبوت نہیں ہوتا ہے۔

(دوم) اس حدیث کی ایک سند میں معاویہ بن یحی صدفی ہیں اور ان کی سند کے ساتھ اس حدیث کو موضوع کہا گیا ہے چنانچہ علامہ زیلعی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

"قال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل قال ابی هذا حدیث موضوع بهذا الاسناد"

''ابن ابی حاتم نے کتاب العلل میں کہا ہے کہ میرے والد نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ موضوع بتایا ہے۔'' نصب الرایہ، ج:۴، ص:۲۱۳)

اور قاضی شوکانی غیر مقلدوں کے پیشوا نے لکھا ہے۔

"وفی اسناده معاویه بن یحی الصدفی وهو ضعیف وذکره ابن ابی حاتم من حدیث ابی سعید وذکر عن ابیه انه موضوع"

''اس حدیث کی اسناد میں معاویہ بن یحی صدفی ہیں اور وہ ضعیف ہیں اور

ابن ابی حاتم نے اسے ابوسعید کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔''

(نیل الاوطار، ج:۵، ص:۱۲۵)

مذکورہ عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی مستقیم کی پیش کردہ حدیث کو موضوع بھی کہا گیا ہے اب ایسی حالت میں اس حدیث کو بطور دلیل پیش کرنا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

(سوم) اگر یہ حدیث قابل استدلال ہے تو دنیا بھر کے مسلمانوں نے آخر اس پر عمل کیوں نہیں کیا عوام تو درکنار ائمۂ محدثین، ائمۂ مجتہدین صحابہ کرام خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اس کو قابل عمل نہیں مانا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے۔

خلاصہ کلام:- ایام قربانی سے متعلق مولوی صاحب کی تمام دلیلوں کا حال آپ ملاحظہ کر چکے ہیں ان مباحث سے مندرجہ ذیل باتیں مثل آفتاب روشن ہوگئی ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک قربانی صرف تین دن تک جائز ہے۔

(۲) صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بھی قربانی تین ہی دن تک جائز ہے۔

(۳) حدیث جبیر بن مطعم کو منقطع، موضوع اور ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

(۴) تمام صحابہ کرام ائمۂ مجتہدین، ائمۂ محدثین بلکہ تمام ممالک اسلامیہ حتی کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی قربانی تین ہی دن ہوتی ہے۔

لہذا غیر مقلدوں کا چار دن قربانی بتانا سراسر جہالت، گمراہی، امت مسلمہ اور وحدت اسلامی کو منتشر کرنا ہے جو ایک بندۂ مومن کے لئے کبھی بھی قابل قبول نہیں ہوسکتا ہے غیر مقلدوں میں اگر کچھ غیرت اسلامی باقی ہو تو انہیں کم از کم اب صحیح راستے پر آجانا چاہئے ورنہ کان کھول کر سن لیں۔

پیدا کبھی جو آہ میں تاثیر ہوگئی
کھینچے گا ہاتھ جوڑ کے تقصیر ہوگئی

مرکز فتنہ کون؟ نجد یا عراق:

فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی نے اپنی کتاب غیر مقلدوں کے فریب میں کتب احادیث وسیر کے حوالوں سے یہ بتایا ہے کہ عرب کے مشہور مقام نجد سے فتنوں اور زلزلوں کے رونما ہونے کی پیشن گوئی مخبر صادق سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت پہلے ہی فرمادی تھی۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق بارہویں صدی ہجری میں خطۂ نجد سے ایک بھیانک فتنہ ابن عبدالوہاب نجدی کی شکل میں ظاہر ہوا اس فتنے نے اُمت مسلمہ کے درمیان جو تباہیاں برپا کی وہ ایک دردناک تاریخ ہے جس کو پڑھ کر کلیجہ منہ کو آجاتا ہے اور روح کانپ اُٹھتی ہے، رنج والم کی اس تاریخ کو سینکڑوں علماء اسلام نے قلمبند کیا ہے اور فتنۂ وہابیت سے مسلمانوں کو بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

مگر آج کل کے غیر مقلد مولوی جو نجدی ریالوں پر پل رہے ہیں اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے جس جگہ سے فتنوں کے ظہور کی خبر دی تھی وہ نجد کا وہ حصہ ہے جہاں ابن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا تھا اور مذہب وہابیت کی بنیاد ڈالی تھی، بلکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ جگہ ملک عراق ہے۔

وہابیوں نے اپنے اس باطل نظریہ کی تائید میں جو گل کھلائے ہیں وہ قابل دید ہیں مگر سب سے زیادہ حیرت کا مقام یہ ہے کہ خود کو اہل حدیث کہلانے والے ان عیاروں نے حدیثوں میں بھی تحریف کرنے کی ناپاک جسارت کر ڈالی اور چند نجدی سکوں کے عوض اپنا دین وایمان داؤں پر لگادیا، بھلا سوچئے تو صحیح کس قدر حرماں نصیبی اور شقاوت قلبی کی بات ہے کہ دنیا کی چندروزہ زندگی کے عیش وآرام کی خاطر احادیث طیبہ کو بھی توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے اور اللہ اور رسول کی لعنت اپنے سر لی جائے۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

حضرات! فتنۂ وہابیت سے متعلق بے شمار کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں ان کا مطالعہ کیجئے

حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی، تاریخ نجد وحجاز، گنبد خضراء، آشوب نجد، خصوصاً شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تحقیقی تصنیف فتنوں کی سرزمین کون؟ نجد یا عراق کے مطالعہ کے بعد پھر اس موضوع پر مزید کچھ اور دیکھنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوگی۔

ہم آپ کی تسلی کے لئے مولوی مستقیم کی ہی پیش کردہ حدیثوں کو نقل کرکے اصل حقیقت واضح کرنا چاہتے ہیں تاکہ آپ خود فیصلہ کرسکیں کہ حق کس کے ساتھ ہے، مولوی صاحب نے چند حدیثوں کو نقل کرکے بزعم خویش یہ ثابت کردیا ہے کہ فتنوں کی سرزمین عراق ہے اور عراق ہی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

''سوال یہ ہے کہ وہ کون سا نجد ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتنوں کی سرزمین کہا ہے، اسے معلوم کرنے کے لئے ان حدیثوں کو ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ایمان یہاں پر ہے۔ (یمن میں) ایمان یہاں پر ہے (یمن میں) اور سنو سخت مزاجی اور سنگ دلی اونٹوں اور بیلوں کے پیچھے چیخنے چلانے والے ربیعہ اور مضر کے لوگوں میں ہے جہاں شیطان کی دو سینگیں نکلتی ہیں۔

(۲) ایمان دراصل یمنی ایمان ہے کفر مشرق کی سمت ہے۔

(۳) فخر ومباہات اور اتراہٹ مشرقی سمت میں آباد اونٹوں والے کاشتکاروں میں ہے۔

ان حدیثوں سے واضح ہوا کہ فتنہ کی سرزمین جو نجد ہے وہ نجد عراق ہے۔

(تقلید شخصی، ص:۱۷)

کچھ سمجھا آپ لوگوں نے؟ اسی کو کہتے ہیں مارے گھٹنہ پھوٹے سر...... بھلا بتایئے ان حدیثوں میں کون سا جملہ ہے جس سے واضح ہوگیا کہ فتنوں کی جگہ نجد نہیں عراق ہے۔ یہ کھلی

ہوئی دھاندھلی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔

بہر حال مذکورہ عبارت سے اتنا تو واضح ہوگیا کہ مولوی صاحب کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلاشبہ نجد سے فتنہ اور زلزلہ رونما ہونے کا برملا اظہار فرما کر اُمت کو اس کی ہلاکت خیزیوں سے چوکنا کر دیا ہے، البتہ مولوی صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ حدیث کا مصداق وہ نجد نہیں ہے جو ابن عبدالوہاب نجدی بانی مذہب وہابیت کی جائے پیدائش ہے اور جہاں سے فتنۂ وہابیت نے جنم لیا ہے بلکہ اس کا مصداق ملک عراق ہے اور اس کے لئے انہوں نے پہلے حضرت سعید خدری کی ایک روایت پیش کی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے۔

''اور سنو! سخت مزاجی اور سنگدلی اونٹوں اور بیلوں کے پیچھے چیخنے والے ربیعہ اور مضر کے لوگوں میں ہے جہاں شیطان کی دو سینگیں نکلتی ہیں۔''

اس حصہ کو پھر ایک مرتبہ بغور پڑھ لیجئے اس میں دو قبیلوں کا تذکرہ ہے ایک ربیعہ اور دوسرے مضر کا، اور انہیں دونوں قبیلوں سے دو فتنے نکلنے کی خبر حدیث میں مذکور ہے اب آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ ان دونوں قبیلوں کا آبائی وطن کہاں تھا اور یہ اصل میں کہاں کے باشندے تھے پھر اس بات کی تحقیق پیش کی جائے گی جن دو فتنوں کے نکلنے کی خبر حضور نے دی تھی وہ کس قبیلے سے اور کہاں سے نکلے۔

قبیلہ ربیعہ ومضر کا آبائی وطن نجد تھا نہ کی عراق:

قبیلہ ربیعہ کے متعلق نجدی شہنشاہوں کا ایک کاسہ لیس لکھتا ہے۔

"ربيعة بن نزار ملك نجد وماوالاه الى اليمن"

''ربیعہ بن نزار نجد سے یمن تک کے بادشاہ تھے۔'' (مثیر الوجد فی انساب ملوک نجد، ص:۳۱)

اس کے حاشیہ میں ہے:

"كانت ديار شعب ربيعة بلاد نجد وتهامه واليمامة والبحرين الى العراق"

''ربیعہ کی شاخوں کی بستیاں نجد، تہامہ، یمامہ، بحرین میں تھیں عراق تک۔

(حوالہ مذکورہ)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ربیعہ کی رہائش گاہیں نجد وغیرہ تھیں ان میں عراق داخل نہیں ہے ورنہ الی العراق کے بجائے والعراق ہوتا اسی طرح ما والاہ الی الیمن کا جملہ بھی اس کی تائید کر رہا ہے کیونکہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نجد کا جو حصہ یمن سے ملا ہوا ہے اور نقشہ اُٹھا کر دیکھ لیجئے سعودی مملکت ہی کی سرحد یمن سے ملتی ہے عراق کی کوئی سرحد یمن سے نہیں ملتی ہے، اس سے بالکل صاف صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ قبیلہ ربیعہ اسی نجد میں آباد تھے جو عہد رسالت میں نجد کے نام سے مشہور تھا اور جہاں سے فتنہ پیدا ہونے کی خبر دی گئی ہے نجد سے عراق مراد لینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی محمد بن عبدالوہاب نجدی بول کر ابلیس مراد لے۔

قبیلہ ربیعہ کے آبائی وطن کے بارے میں معلوم ہو جانے کے بعد آیئے مضر کے متعلق بھی سنتے چلئے ایک غیر مقلد مولوی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے قبیلہ بنی تمیم بن مرہ کے متعلق لکھا ہے۔

بنی تمیم بن مرہ قبیلہ مضر کی شاخ ہے بادیہ نجد میں آباد تھے۔

(بحوالہ فتنوں کی سرزمین کون، ص:۸۸)

اس تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ قبیلۂ ربیعہ ومضر نجد میں آباد تھے نہ کہ عراق میں البتہ بعد میں اس قبیلے کی چند شاخیں کوفہ وغیرہ میں آ کر آباد ہوگئی تھیں تفصیل سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔

ربیعہ ومضر سے نکلنے والے دو عظیم فتنے:

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس قبیلے سے فتنوں کی پیدائش کی خبر دی گئی ہے وہ نجد میں آباد تھے نہ کہ عراق میں تو اب یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ انہیں دونوں قبیلوں سے وہ دو بھیانک فتنے بھی نکلے تھے جن کی پیش گوئی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔

فتنہ اول مسیلمہ کذاب:

نجد سے اُٹھنے والے فتنوں میں سب سے خطرناک اور بھیانک فتنہ مسیلمہ کذاب تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت زور پکڑ لیا خلیفۂ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابۂ کرام کے اجماع اور مشورے سے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چوبیس ہزار لشکر کی مدد سے اس کی سرکوبی کے لئے جہاد کیا مسیلمہ چالیس ہزار لشکر جرار کے ساتھ مقابلے پر آیا مگر خدائی مدد کے آگے ناکام ہوا اور جہنم رسید ہوا، اس عظیم جہاد میں بارہ سو صحابہ وتابعین نے اٹھائیس ہزار منکرین ختم نبوت محمدی کو جہنم رسید کر کے جام شہادت نوش کیا اور اپنی قیمتی جانوں کی قربانی دے کر اس نجدی فتنے کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔

مسیلمہ کذاب قبیلۂ ربیعہ سے تھا:

صوبہ نجد کا ایک مقام عیینہ کہلاتا ہے قبیلہ ربیعہ کی ایک شاخ بنی بکر بن وائل ہے جو اس جگہ آباد تھی اسی قبیلہ میں مقام عیینہ میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب پیدا ہوا تھا اور غیبی خبر دینے والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے ذریعہ پیدا ہونے والے فتنہ انکار ختم نبوت کی خبر دے کر اپنی اُمت کو متنبہ کر دیا تھا چنانچہ صحابہ کرام نے اس فتنہ کو فنا کے گھاٹ اتار دیا، اس قبیلہ سے متعلق ایک غیر مقلد مولوی نے لکھا ہے۔

''بنی بکر بن وائل قبیلہ ربیعہ کی شاخ ہے شمال مشرق جزیرہ عرب میں آباد تھے۔''

(فتنوں کی زمین کون؟ ص:۹۰)

آل سعود بھی قبیلۂ ربیعہ سے ہیں:

قارئین محترم! آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ آج غیر مقلدین کے آقائے نعمت اور ظل اللہ ابن سعود جنہوں نے برطانیہ سے پیکٹ کر کے سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کیا اور جزیرۂ عرب کے غاصب وظالم فرمانروا بن بیٹھے وہ بھی اسی مذموم قبیلے ربیعہ کے افراد ہیں چنانچہ ایک نجدی کارندے کا بیان چشم عبرت سے پڑھنے کے قابل ہے لکھتا ہے۔

"ومن ربيعة يبدأ التسلسل وصولا الى نسب آل سعود"

''ربیعہ سے آل سعود کے نسب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔''

(مثیر الوجد فی انساب ملوک نجد، ص:۱۰)

ربیعہ کی حکومت اسلام کی ذلت کا سبب ہے:

بہت برمحل ہوگا اگر قبیلہ ربیعہ کے متعلق مئو کے ایک غیر مقلد مولوی کا بیان بھی نقل کردوں اس نے لکھا ہے:

''کنز العمال میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ قبیلہ ربیعہ کو جب بھی عزت وتمکنت حاصل ہوگی تو اسلام کو ذلت ورسوائی کا سامنا ہوگا۔''

(بحوالہ فتنوں کی زمین کون، ص:۸۸)

بالکل حق اور صحیح لکھا ہے واقعی ایسا ہی ہے آپ سعودی حکومت کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ جب سے آل سعود کو جزیرۂ عرب کی حکومت ملی ہے اس وقت سے لے کر آج تک یہود ونصاریٰ اور خود آل سعود کے ہاتھوں مسلسل اسلام و مسلمین کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور ہر آنے والے دن میں سعودی ہیولے سے کوئی نہ کوئی ناپاک فتنہ جنم لے کر مسلمانوں کی تباہی وبربادی کا سبب بنتا ہے، ہم مختصراً سعودی حکومت

کے ذریعہ اسلام ومسلمین کی ہونے والی ذلت ورسوائی کی کہانی خود سعودی ایجنٹ غیر مقلدوں کی زبانی پیش کررہے ہیں، کلیجے پر ہاتھ رکھ کر پڑھیے اور انصاف ودیانت کا دامن تھام کر فیصلہ کیجئے کہ حق بجانب کون ہے۔

مدینہ منورہ کی بے حرمتی:

مرزا حیرت غیر مقلد نے لکھا ہے:

۱۸۰۲ء کے اختتام پر مدینہ بھی سعود بن عبدالعزیز کے قبضے میں آگیا مدینہ کے لئے اس کے مذہبی جوش میں یہاں تک اُبال آیا کہ اس نے مقبروں سے گزر کر خود نبی اکرم کے مزار کو بھی سلامت نہ چھوڑا آپ کے مزار کی جواہر نگار چھت برباد کردیا اور اس چادر کو اٹھا دیا جو آپ کے مزار مقدس پر پڑی رہتی تھی۔

(حیات طیبہ، ص:۳۰۵)

غیر مقلدوں کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے۔

''سعود بن عبدالعزیز پھر مدینہ منورہ آگیا اور وہاں کے لوگوں پر جزیہ باندھا اور اس کے خزائن اور دفائن سب لوٹ کر درعیہ کو لے گیا اور عثمانیوں کو حج سے مانع ہوا اور کئی برس تک لوگ حج سے محروم رہے اور شام وعجم کے لوگوں کو حج نصیب نہ ہوا۔ (ترجمان الوہابیہ، ص:۳۶)

مکہ معظّمہ کی بے عزتی:

ایک نجدی ترجمان سردار حسنی نے لکھا ہے:

''انہیں (سعودی لٹیروں کو) اصرار تھا کہ اگر مکہ کے مشرکین (یعنی وہاں کے مسلمان باشندے) بچ جائیں تو بچ جائیں لیکن مقابر ومزارات ضرور منہدم

کردیے جائیں گے اور مساجد کی آرائشیں ضائع کردی جائیں گی چنانچہ حرم کے تمام مقدس مزارات جو صدیوں سے زائرین کے مرجع رہے آن کی آن میں تباہ وبرباد کردیے گئے۔''

(حیات سلطان عبدالعزیز، ص:۱۵۵)

نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے:

''۱۸۰۲ء میں عبدالعزیز نے مکہ پر چڑھائی کے لئے اپنے بیٹے سعود کی کمان میں ایک لشکر روانہ کیا سعود لشکر لے کر چلا مکہ پہونچ کر خیمہ زن ہوگیا اور مکہ والوں کا تین مہینہ تک محاصرہ کئے رہا کسی کو اس سے مقابلے کی طاقت نہیں ہوئی شہریوں پر راستے تنگ ہوگئے اور غذائی اشیاء ختم ہوگئیں اس لئے اطاعت پر مجبور ہوئے۔

(التاج المکلل، ص:۳۰۴)

طائف کی ذلت ورسوائی:

نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے:

''اس (سعودیوں) نے طائف پر ایک لشکر بھیج کر بزور قوت اس پر تسلط حاصل کیا کربلا کی طرح یہاں بھی شہریوں کو تہ تیغ کیا اور ان کے خزانوں پر قبضہ کیا کوئی ایک متنفس بھی اپنی جان نہ بچا سکا۔'' (التاج المکلل، ص:۳۰۳)

علم، علماء اور صحابہ کرام کی تحقیر:

''آج جو لوگ سعودیہ عربیہ جاچکے ہیں وہ اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھے ہوں گے کہ ان سعودی ظالموں نے تمام صحابۂ کرام کے مزارات کو منہدم کردیا ہے

اوران کے مکانات کو آفس، دفتر، لائبریری اور معاذ اللہ بیت الخلاء میں بدل ڈالا ہے بے شمار علماء کرام جیل کی تاریک کوٹھریوں میں ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں اوراد و وظائف کی کتابیں مثلاً دلائل الخیرات شریف وغیرہ کو پاتے ہی جلاڈالتے ہیں کنز الایمان جو قرآن شریف کا انتہائی مستند و معتبر ترجمہ ہے اور جو قرآن کی آیتوں کے نیچے لکھا رہتا ہے اسے ہزاروں کی تعداد میں جلوا ڈالا ہے بے شمار علماء اہلسنت کی کتابوں کو نذر آتش کر کے بدبختی کا مظاہرہ کیا۔
''(اخبارات ومشاہدات)

حضرات! آپ ان اقتباسات کو بار بار پڑھئے اور غور کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کس طرح حرف بہ حرف صحیح ہورہا ہے کہ ربیعہ کی عزت وتمکنت سے اسلام کو ذلت ورسوائی اُٹھانی پڑے گی آج آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ عرب کی مقدس سرزمین پر یہود ونصاریٰ اپنے ناپاک وجود سے غلاظت پھیلا رہے ہیں خنزیر کھاتے ہیں زنا کرتے ہیں صلیب کی پوجا کرتے ہیں شراب پیتے ہیں، بے قصور عراقی بچوں، عورتوں، بوڑھوں، اور جوانوں کو گولیوں کا نشانہ بناتے ہیں اوران سعودیوں کی ہی بدولت عراقی قوت اورشان وشوکت کو نیست ونابود کررہے ہیں یہ ہے ربیعہ کی حکومت سے اسلام کی ذلت ورسوائی۔

کیوں مولوی مستقیم اب بھی یہی رٹ لگاؤ گے کہ فتنوں کی زمین نجد نہیں عراق ہے آپ نے تو بڑے طمطراق سے ربیعہ ومضر سے نکلنے والے فتنوں کا ذکر کیا تھا مگر شاید آپ کو پتہ نہیں تھا کہ خود آپ ہی کے آقاؤں کے کردار کو حدیث میں اُجاگر کیا گیا ہے۔

خدا کے واسطے ان نجدیوں کی چاپلوسی کر کے چند ذلیل سکوں کو حاصل کرنے کا دھندہ چھوڑئے اور اسلام ومسلمین کے خیمے میں آیئے تاکہ دنیا وآخرت دونوں بنی رہے۔ ورنہ

دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

آغاز کتاب میں مذکور:

کویت کے وزیر کا خط یہاں بھی پیش کر دینا برمحل ہوگا جس سے ان نجدی ظالموں اور غیر مقلدوں کی پوری قلعی عرب ہی کے ایک سرکاری عہدے پر فائز شخص کے ذریعہ کھل رہی ہے۔

وزیر داخلہ کویت کا خط......علماء نجد کے نام:

کویت کے سابق وزیر داخلہ سید یوسف ہاشم رفاعی نے علماء نجد کے نام ایک دردانگیز پیغام بھیجا ہے۔ جس میں رفاعی صاحب نے بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے دشمنان اسلام کے عزائم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو مسلمان حکومتوں بالخصوص سعودی نجدی حکومت کے ہاتھوں پورے کرائے جارہے ہیں......رفاعی صاحب نے سعودی حکومت میں رہ کر بچشم خود جو مشاہدات کئے ہیں وہ بڑی دلسوزی سے قلم بند کئے ہیں، ہم ان کا خط پروفیسر مسعود احمد صاحب کی کتاب ''تقلید'' سے نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

''توحید پرستوں پر شرک کی تہمت لگانا، مسلمانوں کی تکفیر کرنا ائمہ اربعہ کی تقلید سے روکنا مخصوص ذہنیت کے حامل مولویوں کو عوام پر مسلط کرنا، حرمین شریفین میں عالم اسلام کے مقتدر علماء کو تقریر کی اجازت نہ دینا سرکاری کارندوں کا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر مواجہ شریف سے پیٹھ پھیر کر بے ادبی سے کھڑا ہونا مشاہیر اسلام کی قبروں کو شہید کرنا، توسل، زیارت اور میلاد کے قائلین کو سزائیں دینا، درود وسلام کی کتابوں پر پابندی لگانا، غیر شرعی مجالس پر پابندی نہ لگانا، اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرنا مسجد نبوی شریف میں رنگ وروغن کے بہانے نعتیہ اشعار مٹانا، جس شخص نے

روضۂ اطہر کی تعمیر کو بدعت کہا اور اس کو مسجد نبوی سے نکالنے کی تجویز دی اس کو اعزاز اور ڈگری دینا، اکابر اہلسنّت کی کتابوں میں علمی خیانت اور تحریف کرنا، حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مکان کو گرا کر وہاں بیت الخلاء بنانا، ولادت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی جگہ چوپائے باندھنا، چھوٹے چھوٹے لڑکوں اور بیوقوفوں کو اکابر اہلسنّت اور ائمہ اربعہ کے خلاف بولنے کی کھلی چھٹی دینا، مدینہ منورہ میں یونیورسیٹی قائم کر کے طلباء کے ذہنوں کو منحرف کرنا اور ان کو والدین کے خلاف صف آرا کرنا اور ان کا اپنے والدین کو کافر ومشرک سمجھنا، اولیاء اللہ کو کافر ومشرک خیال کرنا پہلے سے مقرر عرب علماء اہلسنّت کو حرم شریف میں تقریر سے باز رکھنا حتی کہ ڈاکٹر سید محمد بن علوی مالکی پر کفر کا فتویٰ دے کر ان کے قتل کی سازش کرنا وغیرہ وغیرہ"۔

(تقلید، ص:۸۶-۸۷)

آگے ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی نے خط نقل کرنے کے بعد جو لکھا ہے اسے ملاحظہ کریں فرماتے ہیں:

"آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ ان ساری باتوں میں ملت اسلامیہ، اکابر ملت اسلامیہ اور ملت اسلامیہ کے آثار کی توہین وتحقیر کا سارا سامان موجود ہے......
اس پیغام میں ان حقائق کے علاوہ اور بہت سے حقائق ہیں، یہ کسی متعصب وغبی عجمی کی تحریر نہیں یہ ایک اہم سرکاری عہدے پر فائز رہنے والے عرب عالم کی تحریر ہے اس لئے قابل توجہ ہے......اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ کے خلاف تحریک سیاسی تحریک ہے جس کا مقصد دشمنان اسلام کے عزائم کو پورا کرنا ہے اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ تحریک گھروں کو اجاڑنے والی اور شہروں کو ویران کرنے والی ہے۔"

(حوالہ سابق)

فتنۂ دوم ابن عبدالوہاب نجدی:

قارئین محترم! آپ لوگوں نے قبیلہ ربیعہ سے نکلی ہوئی شیطانی جماعت کا حال ملاحظہ کرلیا اور اب آیئے قبیلۂ مضر سے نکلنے والے فتنے کا حال بھی دیکھ لیجئے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا مطلب کما حقہ واضح ہوکر آپ کے سامنے آجائے اور کسی سرپھرے کو مسلمانوں میں گمراہی پھیلانے کا موقع نہ ملے۔

مسیلمہ کذاب ہی کی جائے پیدائش عیینہ قبیلہ مضر کی شاخ بنی تمیم میں ۱۷۰۳ء میں فرقہ وہابیت کا بانی محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوا اور اپنے عقائد باطلہ کی نشر واشاعت کے لئے نجد کے مشہور شہر درعیہ کے والی ابن سعود کو شیشے میں اُتارا اور تحفے میں اپنی لڑکی پیش کی اور اس نے بسر وچشم دنیاوی اقتدار کی لالچ میں ابن عبدالوہاب کے نظریہ کو قبول کیا، حکومت برطانیہ کی کٹھ پتلی بن کر امیر درعیہ نے مسلمانوں پر ظلم وستم کرنا شروع کردیا بزور تیغ وشمشیر حجاز مقدس پر قبضہ جمالیا مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف احساء وغیرہ بے شمار مقامات پر لوٹ مار قتل وغارت گری کا ننگا ناچ کیا اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، تفصیل کے لئے تاریخ نجد وحجاز، آشوب نجد، گنبد خضراء، حرمین شریفین اور نجدی، فتنوں کی زمین کون، وغیرہ کتب تاریخ کا مطالعہ کریں۔

ہمیں فی الحال یہ بتانا ہے کی جس قبیلہ سے شیطانی جماعت پیدا ہونے کی خبر حدیث رسول میں موجود ہے اور جس کی بہت ہی واضح علامتیں بھی حدیث میں بتادی گئی ہیں اسی مردود قبیلہ سے فتنۂ وہابیت کا بانی محمد بن عبدالواہاب نجدی ہے جو اپنی بے شمار فتنہ سامانیوں کے ساتھ رونما ہوا اور ملت اسلامیہ کے مابین اختلاف وانتشار کا سبب بنا جس سے اسلام کی ذلت ورسوائی ہوئی اور ہورہی ہے۔

ابن عبدالوہاب قبیلۂ مضر سے تھا

بانی مذہب وہابیت ابن عبدالوہاب قبیلۂ مضر کی شاخ بنی تمیم کا ایک فرد ہے اس کی شہادت خود نجدی مورخین سے لیجیے عبدالواحد محمد راغب نجدی نے لکھا ہے:

اما مضر فمن ابنه الياس يتفرع فرعان فرع مدركة ثم فرع طابخة وكان منه نسب الامام الشيخ محمد بن عبدالوهاب

رہے مضر تو اس کے بیٹے الیاس تھے اس کی دو شاخیں ہوئیں مدرکہ اور طابخہ سے امام شیخ محمد بن عبدالوہاب کا نسب ہے۔

(مشیر الوجد فی انساب ملوک نجد، ص:۱۰)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھا ہے:

ان الموجود في نجد من تميم يمكن حصره في ثلاثة بطون وهي اولا بطن حنظلة فمن حنظلة الوهبة وهم بيت الشيخ محمد بن عبد الوهاب في الرياض.

نجد میں جو بنی تمیم موجود ہیں ان کو تین بطن میں منحصر کیا جا سکتا ہے اس میں سے ایک حنظلہ ہے اسی سے الوہبہ (وہابی) ہیں اور یہ ریاض میں شیخ ابن عبدالوہاب کا گھرانا ہے۔ (حاشیہ حوالہ سابق، ص:۳۲)

اور شیخ محسن عاملی دمشقی ابن عبدالوہاب کا سلسلہ نسب لکھتے ہیں:

ينسب مذهب الوهابيه الى محمد بن عبدالوهاب بن سليمان...... بن وهيب التميمي.

وہابی مذہب ابن عبدالوہاب کی طرف منسوب ہے اس کا سلسلہ نسب یہ

ہے محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن وہیب تمیمی

(کشف الارتیاب، ص:۳)

اور غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے:

''اس صدی کے آغاز میں جماعت وہابیہ نے قوت حاصل کی، جو قبیلہ تمیم کے ایک شخص کی طرف منسوب ہے، جس کو محمد بن عبدالوہاب کہتے ہیں نجد کے مقام درعیہ میں سکونت پذیر رہا۔'' (آئینۂ غیر مقلدیت بحوالہ تاج مکلل، ص:۴۹)

حضرات! مولوی مستقیم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ جو حدیث نقل کی ہے اس میں قبیلہ ربیعہ اور مضر سے شیطان کی دو جماعت نکلنے کی پیش گوئی تھی، اور ہم نے تاریخ اور خود غیر مقلد علما کی تحریروں سے یہ بات واضح کر دی کی وہ دونوں قبیلے خطۂ نجد میں آباد تھے اور اصل میں وہیں کے باشندے تھے نہ کہ عراق کے، اور ان دونوں قبیلوں سے شیطان کی دو جماعت ایک مسیلمہ کذاب کی اور دوسری ابن عبدالوہاب کی نکلی۔

لہٰذا اب یہ مسئلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا کی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے جس فتنے کی پیش گوئی فرمائی تھی وہ فتنہ وہابیت ہے جس کا مرکز نجد ہے اسی پر تمام علما و محققین، دانشور اور مورخین کا اتفاق ہے اب بھی اگر کوئی غیر مقلد ہٹ دھرم اپنی بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ بکے کہ فتنوں کی سرزمین نجد نہیں عراق ہے تو یہی کہا جائے گا:

سنگ دل کا اس سے بہتر ہے نہیں ہرگز علاج
ایسے دیوانے کو زنجیر اب پہنایا چاہیے

فتنۂ وہابیت کی ایک جھلک:

اس موضوع پر سیکڑوں کتابیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں تفصیلی معلومات کے لئے ان کا مطالعہ کرنا چاہیے یہاں بطور نمونہ ابن عبدالوہاب نجدی کی کوکھ سے جنم لینے والے فتنوں کی ایک جھلک پیش کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے اور وہ بھی خود وہابیوں، دیوبندیوں کی زبانی،

چنانچہ دیوبندی شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے لکھا ہے:

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہلسنّت وجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ کہے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں سے شہید کیے گئے۔

الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس سے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے، اور اس قدر ہے کہ اتنا نہ قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے ہے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔''

(الشہاب الثاقب، ص:۴۲)

نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد نے وہابیوں کے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''عبدالعزیز نے مقام ''قطیف'' کا رخ کیا اور بڑی تیزی سے پورے شہر پر تسلط جمالیا شہریوں کو ذبح کیا اور ان کے گھروں میں جھاڑوں پھیر دی۔''

(التاج المکلل ص ۳۰۲)

مزید اور آگے لکھتے ہیں:

''اور خارک میں دس ہزار کی آبادی تھی، سب کے سب چن چن کر مارے گئے کسی کی جان بخشی نہیں ہوئی۔'' (حوالہ سابق)

اور اب آخر میں ایک عراقی عالم علامہ جمیل آفندی کی زبانی نجدیوں کی بے رحمی سنگ دلی، علم دین اور علماء امت سے عداوت کی تفصیل ملاحظہ کیجیے وہ رقم طراز ہیں:

''ابن عبدالوہاب کے برے کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے کثیر تعداد میں علمی کتابوں کو جلواڈالا، دوسرا یہ کہ کثیر علماء کو قتل کرادیا اسی طرح بے شمار عوام وخواص میں سے بے گناہوں کے خون ناحق سے اس کے ہاتھ رنگین ہوئے، اس نے مسلمانوں کے قتل کو حلال اور مال کو لوٹنا جائز ٹھہرایا تھا، تیسرا بدترین فعل یہ ہے کہ اس نے اولیاء اللہ کی قبروں کو کھدواڈالا اور چوتھا اس سے بھی بدتر کام یہ کیا کہ احساء میں اولیاء کرام کی قبروں کو بیت الخلاء میں تبدیل کرادیا، دلائل الخیرات اور دوسرے اوراد وظائف سے منع کرتا تھا۔

طائف میں کتابوں کو سرعام پھینک دیا ان میں قرآن کریم کے نسخے بھی تھے، صحیح بخاری، مسلم اور حدیث وفقہ کی دوسری کتابیں بھی تھیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی، کافی عرصہ تک یہ کتابیں اپنی عظمت وحرمت کو یونہی صدائیں دیتی رہیں، نجدی ان اوراق کو اپنے قدموں سے روندتے رہے کسی کو اجازت نہیں تھی کہ ان میں سے کوئی ورق اٹھالے۔

اس کے بعد انہوں نے طائف کے گھروں کو آگ لگادی اور ایک خوبصورت آباد شہر کو برباد کر کے چٹیل میدان کردیا۔'' (ترجمہ الفجر الصادق، ص:۱۹،۲۰)

ہم اس وقت نجدیوں کی تاریخ لکھنے نہیں بیٹھے ہیں ان حوالجات سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا تھا کہ نجد سے شیطان کے پیرو نکلیں گے اس کا مصداق ابن عبدالوہاب نجدی ہے اس نے نجد کے سرزمین سے پیدا ہوکر اور نجد کے ان جنگلی بدوؤں کو جو لوٹ مار کے عادی تھے یہ پٹی پڑھا کر کہ نجد سے لے کر حرمین طیبین تک سارے مسلمان کافر ومشرک ہیں ان سے لڑنا فرض اور ان کا مال مال غنیمت ہے، جو فتنہ مچایا آج دوسو سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود ختم نہیں ہوا جس سے ہر قلب مومن درد وغم میں ڈوبا رہتا ہے۔......اب مولوی مستقیم فیصلہ کریں کہ فتنوں کی آماجگاہ نجد ہے یا عراق۔

دور کرلو تم اپنی غلط فہمیاں
دیکھ لو سامنے ان کی تصویر ہے

مدینہ منورہ سے مشرق نجد یا عراق

مولوی مستقیم نے عراق کو فتنوں کی زمین ثابت کرنے کے لئے ایک حدیث اور نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ

''ایمان دراصل یمنی ایمان ہے کفر مشرق کی سمت ہے۔'' (تقلید شخصی، ص:۱۷)

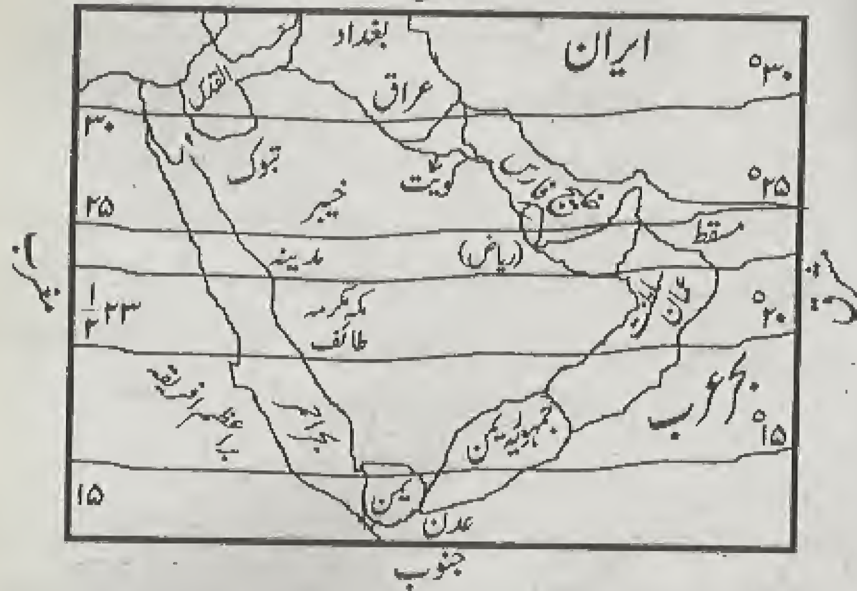
اب آپ حضرات فیصلہ کیجئے اس حدیث میں کون سا لفظ ہے جس کا مطلب عراق ہے نہ کوئی لفظ نہ قرینہ نہ سیاق وسباق کچھ بھی تو نہیں ہے پھر بھی اس حدیث کو عراق کی مذمت میں پیش کرنا عقل کا دیوالیہ پن نہیں تو اور کیا ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ آدمی اپنے عیبوں کو چھپانے کے لئے جھٹ پٹ دوسروں پر الزام رکھ دیتا ہے تاکہ اپنی برائیوں کی طرف کسی کی نظر نہ پڑے یہی حال ان بیچارے عقل کے مارے غیر مقلدوں کا ہے ان محروم القسمت لوگوں کے گرو گھنٹال کے متعلق حدیث شریف میں واضح طور پر ارشاد موجود ہے تو اپنے کو اس حدیث کے حکم سے بچانے کے لئے عراق کے سر یہ الزام رکھ رہے ہیں کہ فتنوں کی زمین عراق ہے۔

مگر ان غیر مقلدوں کو کیا خبر کہ ذلت ورسوائی تو ان کے مقدر میں ہمیشہ کے لئے تھوپ دی گئی ہے پھر بھلا اس سے کیسے بچ سکتے ہیں۔

حضرات! یہ بات متعین ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ پاک میں رہ کر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ مشرق کفر کی آماج گاہ ہے اب آیئے دیکھئے کہ مدینہ منورہ سے مشرق میں نجد ہے یا عراق یہ نقشہ منسلک ہے اگر غیر مقلدوں کی آنکھ کی روشنی ختم نہ ہوگئی ہو تو بغور دیکھ لیں اور پھر اپنی عقل وفہم پر ماتم کریں۔

نقشہ حجاز، وعراق

نقشہ میں سعودیہ کا دارالحکومت ریاض دیکھئے جس کا اصل اور قدیمی نام نجد ہے، وہ جنوباً شمالاً صوبہ نجد کے بیچ میں...... اور مدینہ منورہ کے مقابل ٹھیک مشرق میں واقع ہے۔ جب کہ مدینہ کے مشرق میں عراق کا کوئی حصہ نہیں بلکہ مدینہ کے شمال میں ہے۔



حضرات! مولوی مستقیم نے عراق کو حدیث کا مصداق ٹھہرانے کے لئے جتنی بھی باتیں لکھی ہیں یا تو وہ غلط اور بے بنیاد ہیں یا پھر مولوی صاحب کی کج فہمی کی بناء پر صفحات بڑھانے کے لئے ہیں اگر اسی موضوع پر ہم کو لکھنا ہوتا تو سیر حاصل گفتگو کرتے اور مولوی صاحب کی غیر مقلدیت کا نشہ اُتارتے تاہم ہماری مذکورہ باتوں سے آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا کہ حق بجانب کون ہے۔ آپ اگر مزید تفصیلی معلومات چاہتے ہیں تو شارح بخاری حضرت مفتی

شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی مایہ ناز تصنیف فتنوں کی سرزمین کون؟ نجد یا عراق کا ضرور مطالعہ کریں اس میں غیر مقلدوں کی تمام ہفوات وخرافات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے، ہم اس عنوان کو یہیں ختم کر کے آگے بڑھتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو نجدیوں کے فتنے سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

غیر مقلدوں کی کتابیں ناقابل اعتماد-مولوی مستقیم کا اعتراف

حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے غیر مقلدوں کے معتمد علماء کی کتابوں سے کچھ ایسے مسائل کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے جو مزاج شریعت تو کیا تہذیب انسانی سے بھی میل نہیں کھاتے ہیں اب اگر مولوی مستقیم میں کچھ غیرت وحمیت ہوتی تو ان کا اطمینان بخش جواب دیتے مگر جواب کیا دیں جب کوئی جواب بن پڑے تب نا جواب دیں۔ ہاں یہ بہادری ضرور دکھائی ہے کہ اپنے ہی علماء کی کتابوں کو ناقابل اعتماد لکھ کر یہ بتادیا ہے کہ ہمارے اکابر نے بھی شریعت کے خلاف مسائل لکھ ڈالے ہیں۔ جسے ہم غیر معتبر مانتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''ہم مقلد نہیں، کسی کی تصنیف وتالیف ہمارے لئے قطعاً قابل اعتماد نہیں جب تک کہ وہ مزاج شریعت کے ہم آہنگ نہ ہو۔'' (ص:۷۵)

مولوی صاحب کی اس تحریر کا واضح مطلب یہ ہوا کہ مفتی صاحب نے جو مسائل ذکر کئے ہیں وہ مزاج شریعت سے ہم آہنگ نہیں ہیں، اس لئے نہ تو وہ مسائل ہمارے لئے معتبر ہیں اور نہ وہ کتابیں جن میں یہ مسائل مذکور ہیں۔ اب ہر شخص آسانی سے یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ جس جماعت کے اکابر اور چوٹی کے علماء غلط سلط مسائل لکھ کر شائع کرتے رہے ہوں، اس جماعت کا کیا حال ہوگا۔

حضرات! مفتی صاحب نے جن غیر مقلد علماء کی کتابوں کا حوالہ دیا ہے وہ کوئی ایرے غیرے اور معمولی شخصیت کے حامل نہیں ہیں بلکہ اپنی جماعت کے مجدد، شیخ الاسلام، شیخ الکل فی الکل وغیرہ جیسے بھاری بھرکم منصب پر براجمان ہیں ذیل میں چند ایک نام لکھے جارہے ہیں

جس سے خود صحیح پتہ چل جائے گا۔

(۱) نواب صدیق حسن خان بھوپالی (۲) نواب وحید الزماں حیدرآبادی، (۳) نواب نورالحسن بھوپالی (۴) مولوی نذیر حسین دہلوی (۵) عبداللہ غازی پوری (۶) قاضی شوکانی، کیا یہ معمولی لوگ ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں یہی لوگ تو کشتی غیر مقلدیت کے ناخدا ہیں ان کے فضائل ومناقب میں پوری وہابی برادری رطب اللسان ہے۔ مگر آج مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی جارہی ہے کہ یہ سب غیر معتمد لوگ ہیں ہم ان کی باتوں کو نہیں مانتے ہیں، پھر بھی ہمیں خوشی ہے کہ کم از کم کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے۔

اچھا چلئے اگر یہ تسلیم بھی کرلیں کہ ان حضرات کی کتابیں غیر مقلدین کے نزدیک ناقابل اعتماد ہیں تو کیا حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے کہ وہ کتابیں غیر معتبر ہیں اور غیر مقلدین ان پر عمل نہیں کرتے ہیں یا صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا لکھا ہے۔ آپ حالات کا بنظر عمیق جائزہ لے ڈالئے ساری حقیقت خود واضح ہوجائے گی اور معلوم ہوجائے گا کہ یہ صرف مولوی مستقیم کا فریب اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے ان کا ہر مولوی اپنے انہیں آقاؤں کے بیان کردہ مسائل پر عمل کرتا ہے اور اپنے عوام سے عمل کراتا ہے۔

بہر حال کچھ بھی ہو مگر یہ بات تو مثل آفتاب واضح ہوگئی کہ غیر مقلد علماء کی کتابیں غلط اور خلاف شرع مسائل سے بھری پڑی ہیں جیسا کہ مولوی مستقیم کی تحریر سے معلوم ہورہا ہے، اب یہ فیصلہ مولوی صاحب کریں کہ جب جماعت کے اکابرین نے خلاف شریعت مسائل لکھ ڈالے ہیں تو اس جماعت سے چپکے رہنا کون سی عقلمندی ہے اور ان علماء کو اسلام کا پیشوا سمجھنا کیسی صداقت ودیانت ہے۔

کیا غیر مقلدین قیاس کی مخالفت نہیں کرتے ہیں

حضرت فقیہ ملت صاحب قبلہ نے غیر مقلدوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لوگ قیاس کی مخالفت کرتے ہیں مگر خود قیاس کرتے بھی ہیں اور اپنے قیاس پر لوگوں کو عمل بھی کراتے ہیں،

اس پر مولوی مستقیم نے لکھا ہے کہ ہم پر مخالفت قیاس کا الزام لگایا جا رہا ہے کیونکہ ہم بھی قیاس کو مانتے ہیں، جناب کے الفاظ یہ ہیں:

> ''تقلید کی بحث مکمل ہو چکی ہے یہاں ہم صرف اس الزام کا جواب دینے پر اکتفا کرتے ہیں جس کو مفتی صاحب نے ہمارے سر تھوپنے کی کوشش کی ہے۔ کہ غیر مقلد قیاس کی مخالفت کرتے ہیں۔'' (تقلید شخصی، ص:۷۸)

اب ہم اس کو کیا کہیں مولوی مستقیم کا اپنے مذہب غیر مقلدیت سے ارتداد یا ان کا جھوٹ اور فریب کیونکہ سب جانتے ہیں کہ غیر مقلدین کے اکابرین نے بڑی شد و مد سے قیاس کی مخالفت کی ہے اور اسے شیطانی عمل تک لکھ ڈالا ہے چنانچہ حقیقة الفقه کے مصنف نے اپنے معتمد خاص ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین کے حوالے سے نہ جانے کیسے کیسے اقوال جمع کر ڈالے ہیں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"القياس شوم واول من قاس ابليس فهلك"

(اعلام الموقعين، ج:۱، ص:۹۲)

''قیاس نحوست ہے اول اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا تو وہ ہلاک ہوا۔''

(ترجمہ از حقیقۃ الفقہ، ص:۶۷)

اسی طرح مزید آگے ابن قیم کے جمع کردہ اقوال میں سے ایک قول یہ نقل کرتے ہیں کہ:

''قیاس والوں کے پاس مت بیٹھنا ورنہ تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دے گا۔''

(ترجمہ از حقیقۃ الفقہ، ص:۶۵)

اور بھوپالی مجدد کے صاحبزادے نور الحسن بھوپالی نے بڑی صراحت سے لکھ دیا کہ:

''اجماع و قیاس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔''

(عرف الجادی ۳، بحوالہ تعارف علماء اہل حدیث، ص:۴۰)

اسی طرح نواب وحید الزماں کے متعلق ایک وہابی عالم نے لکھا ہے کہ:

''آپ اجماع اور قیاس شرعی کو ٹھکرا کر خود اجتہادی کے زعم میں اتنے آگے نکل گئے کہ شیعوں کو بھی مات کر گئے ہیں۔'' (تعارف علماء اہل حدیث، ص:۴۱)

یہی نہیں بلکہ غیر مقلدوں کے بزعم خود سب سے مستند ہندوستانی مجتہد شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی لکھا ہے کہ غیر مقلدین قیاس کی مخالفت کرتے ہیں چنانچہ رقمطراز ہیں:

"والظاهري: من لا يقوال بالقياس ولا بآثار الصحابة والتابعين كداؤد وابن حزم"

''اور ظاہری ان لوگوں کو کہتے ہیں جو نہ قیاس کو مانتے ہیں نہ صحابہ و تابعین کے آثار کو جیسے داؤد ظاہری اور (غیر مقلد) ابن حزم (حجۃ اللہ البالغۃ، ج:۱، ص:۱۶۱)

اسی طرح ان کے ہم عقیدہ دیوبندی مولوی بھی کہتے ہیں کہ:

''غیر مقلدین سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں وہ خوب زور و شور سے یہ پروپگنڈہ کرتے ہیں کہ اللہ و رسول کو چھوڑ کر اماموں کی تقلید کرنا ان کو اربابا من دون اللہ بنانا ہے اور غیر معصوم کی تقلید حرام اور قیاس ایک شیطانی فعل ہے وہ کوئی شرعی حجت نہیں۔'' (مقدمہ حدیث اور اہل حدیث)

اب اہل انصاف بتائیں کہ حضرت فقیہ ملت نے غیر مقلدوں پر الزام لگایا ہے یا کہ ان کی اصل حقیقت بیان کی ہے؟ میں حیران ہوں یا اللہ یہ دنیا میں کون سا فرقہ ہے کہ جن کے اقوال وافعال کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں کبھی کچھ لکھا اور پڑھا جاتا ہے اور کبھی کچھ، اگر ان کے اصل عقائد بیان کر دیئے جائیں تو یہ ناراض ہوتے ہیں اور اگر نہ بیان کئے جائیں تو خفا ہوتے ہیں:

ان کو اک حال میں رہتا ہی نہیں چین کبھی
کبھی آنے میں خفا ہیں تو کبھی جانے میں

کیا غیر مقلدین اپنے مولویوں کی تقلید نہیں کرتے ہیں؟

حضرت فقیہ ملت نے غیر مقلدوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لوگ چاروں اماموں کی تقلید کرنے سے انکار کرتے ہیں مگر اپنے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں، اس پر مولوی مستقیم

نے لکھا ہے کہ:

"رہ گیا مفتی صاحب کا یہ الزام کہ غیر مقلد کسی مجتہد معین کی تقلید نہ کرتے ہوئے اپنے مولوی کی تقلید کرتے ہیں تو یہ ان کا تجاہل عارفانہ ہے انہیں بھی یقین ہے کہ ہم قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا قول بغیر دلیل جانے ہوئے تسلیم نہیں کرتے۔" (تقلید شخصی، ص:۸۰)

اگر مفتی صاحب نے بقول مولوی مستقیم تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے تو غیر مقلدوں کے مولوی محمد حسین بٹالوی کو کیا کہا جائے گا جنہوں نے اپنے مولویوں کے متعلق لکھا ہے کہ:

"امام ابوحنیفہ کی تقلید چھوڑی اور خود غرض، خوشامدیوں، علماء زمانہ اور جاہل اہل مطابع کی تقلید اختیار کی۔" (اشاعۃ السنۃ، ص:۱۸۰، بحوالہ الوہابیت ر۱۸۰)

اور وحید الزماں حیدر آبادی کے متعلق کیا فتوی صادر ہوگا جنہوں نے لکھا ہے کہ:

"ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑ گئے برا بھلا کہنے لگے۔"

بھائیو! ذرا غور کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابوحنیفہ اور شافعی کی تقلید چھوڑی تو ابن تیمیہ، ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے۔

(حیات وحید الزماں، ص:۱۰۲)

حضرات! حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو غیر مقلد کہتے ہیں وہ مقلدین سے کہیں زیادہ متعصب اور غالی قسم کے مقلد ہوتے ہیں انہیں حالات کے پیش نظر خود اس فرقے کے اکابرین نے بھی اپنے لوگوں کی سرزنش کی ہے اور ان کے رویہ پر سخت تنقید کی ہے جیسا کہ مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے یہ صرف مفتی صاحب کا الزام نہیں ہے جیسا کہ مولوی مستقیم نے سمجھ رکھا ہے اگر اب بھی یقین نہ ہو تو دیکھو۔

غیر مقلدین کا اپنے علماء کی تقلید:

جیسا کہ ماسبق میں یہ بات آچکی ہے کہ غیر مقلدین خود اپنے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں اور دوسروں کو ائمۂ اربعہ کی تقلید سے منع کرتے ہیں لیکن مولوی مستقیم کی دھاندلی دیکھئے وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے نہ ائمۂ اربعہ کی نہ اپنے مولویوں کی تو اب ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ دو چند ایسے مسائل پیش کردئے جائیں جن کے جواز اور عدم جواز کے متعلق غیر مقلدوں نے نہ تو قرآن کی آیت پیش کی نہ کوئی حدیث بلکہ اپنے علماء کا قول پیش کیا ہے اور تقلید کی بھول بھلیا میں خود ہی پھنس گئے ہیں۔

پہلی مثال! میاں نذیر حسین دہلوی اس جماعت کی بڑی قد آور شخصیتوں میں شمار کئے جاتے ہیں جن کے متعلق غیر مقلدوں کا دعوی ہے کہ انہوں نے بڑی قربانیاں دے کر ہندوستان کے چپہ چپہ میں غیر مقلدیت کو پھیلایا ہے، آیئے ذرا ان کی تقلیدی روش اور شخصیت پرستی کا واقعہ ملاحظہ کیجئے الحیاۃ بعد المماۃ کے مؤلف نے لکھا ہے:

"ایک مرتبہ میاں صاحب رکشہ پر سوار ریلوے اسٹیشن جارہے تھے آپ کے ساتھ مولانا محمد ابراہیم آروی بھی تھے مولانا آروی نے میاں صاحب سے پوچھا کیا عورتوں کے لئے ساڑی پہننا جائز ہے؟ تو میاں صاحب نے جواب دیا ہمارے بڑے اس کو جائز کہتے ہیں۔" (الحیاۃ بعد المماۃ، ص:۱۲۶)

اب مولوی مستقیم بتائیں کہ یہ اندھی تقلید اور شخصیت پرستی نہیں تو اور کیا ہے نہ قرآن نہ حدیث دلیل کیا ہے؟ بس ہمارے بڑے اس کو جائز کہتے ہیں واہ سبحان اللہ یہ ہے غیر مقلدیت۔

دوسری مثال! حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی مشہور کتاب ازالۃ الخفاء میں خلفاء راشدین کی افضلیت کے متعلق اہلسنّت کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خلفاء راشدین کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے اہل سنت کے اس نظریہ کی

نواب وحید الزماں نے تردید کی ہے اور اپنے مخصوص عقیدہ پر نواب صدیق بھوپالی کے کلام سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ہمارے اصحاب میں سید صاحب کا قول ہے کہ ان میں کسی ایک کو افضلیت سے ہماری مراد من کل الوجوہ افضلیت نہیں ہے۔'' (ہدیۃ المھدی، ص:۵۵)

یعنی خلفاء راشدین جو اہلسنّت کے نزدیک بالترتیب افضل مانے جاتے ہیں وہ غیر مقلدین کے نزدیک ہر اعتبار سے افضل نہیں ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ بس ہمارے سید صاحب کا قول ہے، ماشاء اللہ کتنی عمدہ اہل حدیثیت اور غیر مقلدیت ہے، اب یہ معمہ مولوی مستقیم حل کریں کہ سید صاحب کا فرمان قرآن ہے یا حدیث اجماع ہے یا قیاس اور حیدرآبادی صاحب نے آنکھ بند کرکے جو ان کے قول کو تسلیم کرلیا ہے یہ اجتہاد ہے یا تقلید؟

تیسری مثال !اب آخر میں نواب حیدرآبادی صاحب کا ایک اور شخصیت پرستانہ استدلال ملاحظہ کیجئے لکھتے ہیں مولانا اسحٰق صاحب نے مأتہ مسائل میں فرمایا ہے کہ نبی اور غیر نبی کو پکارنے میں فرق ہے نبی کو پکارنا بظاہر جائز ہے۔ (ہدیۃ المھدی، ص:۲۲)

نواب صاحب نے نہ تو قرآن پیش کیا نہ حدیث بلکہ اپنے عالم کا فرمان نقل کیا ہے اب اہلِ انصاف بتائیں کہ اسے تقلید نہیں کہیں گے تو کیا کہیں گے اگر یہی طریقہ بیچارے حنفی اپنالیں تو بس ان کی خیر نہیں ہے تختۂ دار پر چڑھادئے جائیں پھر بھی ان کا یہ جرم قابل معافی نہیں ہوسکتا ہے ہاں اگر غیر مقلدیت کا لیبل لگا کر وہی سب کام کئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے آخر غیر مقلدوں کے یہاں ایک ہی مقدمہ کے فیصلے کے لئے الگ الگ قانون کیوں ہے اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

قارئین محترم ہم نے آپ کی تسلی کے لئے بطور نمونہ چند مسائل پیش کردئے ہیں جن میں غیر مقلدوں نے اپنے مولویوں کی تقلید کی ہے کتاب طویل ہوتی جارہی ہے ورنہ ہم ایسے بے شمار مسائل دکھاتے جن میں غیر مقلدین اپنے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں اور دوسروں کو اس پر عمل کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔

عاقل کے لئے کافی ہے اک حرف اشارہ

فقہ حنفی اور غیر مقلدین:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نشانی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہیں ان کی عبقریت، اجتہادی بصیرت اور اسلام کی بے پایاں خدمات کا اعتراف شرق وغرب اور شمال وجنوب کا ہر صاحب علم ودیانت کرتا ہے ہاں جن کے دلوں میں کجی اور عقلوں کو روگ لگا ہوا ہے وہ ضرور ان پر کیچڑ اچھالنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں اور ان کی وقیع وگراں قدر خدمات پر رکیک اور بیجا حملہ کرکے اپنی بدگہری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں انہیں ناکام کوشش کرنے والوں میں غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث بھی ہیں جو امام صاحب پر طعن وتشنیع اور سب وشتم کی بوچھار کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں ان حضرات کو جس طرح حضرت امام اعظم سے بغض وعناد ہے ایسے ہی فقہ حنفی سے عداوت بھی آسمان چھورہی ہے، ان کے چھوٹے بڑے سب اس حمام میں ننگے نظر آتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنی مجرمانہ ذہنیت کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور یہ تو ان کے ہر فرد کی زبان زد ہے کہ فقہ حنفی قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ بعض تو اتنی غلیظ اور گھناونی زبان استعمال کرتے ہیں کہ کلیجہ منہ کو آجاتا ہے اور آدمی بے اختیار ہوجاتا ہے بطور نمونہ صرف دو غیر مقلد کی تحریر پیش کرتا ہوں جس سے ان شریفوں کی تہذیب وشرافت کا پتہ چل جائے گا...... جماعت غرباء اہل حدیث کے سابق امام مولوی عبدالستار صاحب اپنے والد مولوی عبدالوہاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''فرمایا کہ کتب فقہ مروجہ شریعت اسلام کے بالکل منافی ہیں کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے بھلا اکل حلال کے ہوتے ہوئے خنزیر کھانا کب روا ہے۔ (خطبہ امارت، ص:۱۳)

اور مولوی مستقیم نے فقہ حنفی کے متعلق یہ زہرافشانی کی ہے:

مقصود ہے کہ ماہ رخوں کا وصال ہو
مذہب وہ چاہئے کہ زنا بھی حلال ہو

قارئین! یہ ہے غیر مقلدوں کی فقہ حنفی کے خلاف ہرزہ سرائی اور بکواس کا ایک نمونہ۔ اب اس سے آپ بخوبی یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان حضرات میں کتنی صداقت، شرافت اور سنجیدگی پائی جاتی ہے...... آپ بتائیے کس حنفی نے معاذ اللہ رب العالمین زنا کو حلال و جائز کیا ہے؟ آخر اس افترا اور کذب بیانی سے مولوی مستقیم اپنی جماعت سے کون سا انعام حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ میری عقل حیران ہے کہ ایک طرف تو یہ لوگ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو اپنی جماعت کا مقتدائے اعظم سمجھتے ہیں اور دوسری طرف ان کے پسندیدہ اور محبوب مسلک حنفی کو خنزیر کھانے سے تعبیر کرتے ہیں، استغفر اللہ۔

اب یہ معمہ غیر مقلدین حل کریں کہ حضرت شاہ صاحب کو جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت کشف میں یہ بتایا کہ فقہ حنفی ہی قرآن وحدیث کے معیار پر مکمل اترتی ہے اور شاہ صاحب زندگی بھر اسی فقہ حنفی پر عمل پیرا رہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے تو کیا شاہ صاحب اکل حلال چھوڑ کر زندگی بھر خنزیر کھاتے رہے اور بقول مستقیم اس مسلک پر چلتے رہے جس میں زنا حلال ہے؟ اور پھر شاہ صاحب کی کیا تخصیص بارہ سو سال سے تمام مومنین علماء صلحا اولیاء جو بھی حنفی تھے کیا سب خنزیر کھاتے رہے اور اس مذہب پر چلتے رہے جس میں زنا حلال ہے۔

انصاف کو آواز دو انصاف کہاں ہے

زنا کی اجازت کس نے دی؟

حضرات ابھی آپ نے ملاحظہ کیا کہ مولوی مستقیم نے احناف پر یہ شرمناک الزام لگایا کہ ان کے مذہب میں زنا بھی حلال ہے توبہ صد بار توبہ۔ بات آگئی ہے تو ضروری ہے کہ ان کذابوں کا اصلی چہرہ بھی آپ کے سامنے کر دیا جائے تاکہ غیروں پر بہتان تراشی کرنے والوں کو اپنی بھی بدصورتی کا کچھ احساس ہو تو لیجئے ملاحظہ کیجئے نور الحسن

بھوپالی غیر مقلد نے لکھا ہے:

"ہر که مکروه باشد برزنا اوراز نا جائز است و حد غیر واجب چه احکام شرعیه مقید باختیار ست"

''جو شخص زنا پر مجبور کیا جائے اس کو زنا کرنا جائز ہے اور اس پر حد واجب نہیں کیونکہ احکام شرعیہ اختیار سے مقید ہیں۔''

(الوہابیت بحوالہ عرف الجاوی، ص:۲۱۵)

ناظرین اب بتائیں کہ زنا کی اجازت کس نے دی ہے علماء احناف نے یا غیر مقلدوں نے اور اس شیطانی تعلیم کی اشاعت حنفی کر رہے ہیں یا غیر مقلدین؟

مولوی مستقیم تمہاری عقل کہیں ماری تو نہیں گئی ہے کہ اپنے مذہب کے مسائل کو احناف پر تھوپ تھاپ کر قوم کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہو اور خود عامل بالحدیث ہونے کا پرچار کر رہے ہو۔

حسن کا اپنے کچھ احساس نہیں ہے تم کو
آئینہ سامنے رکھ دوں تو پسینہ آجائے

چوتڑوں میں وطی کرنا کس نے جائز کیا؟

حضرات تھوڑی دیر کے لئے صبر وضبط سے کام لیں ہم ہرگز ان بے ہودہ مسائل سے اپنے قلم وقرطاس کو ملوث نہیں کرنا چاہتے تھے مگر:

ع آواز دی کسی نے تو مجبور ہو گئے

آیئے غیر مقلدوں کی نفس پرستی کا شرمناک تماشہ بھی دیکھ لیں نواب بھوپالی نے لکھا ہے:

در جواز استمتاع وغیره از فخدین وطی الیتین ونحو آں خود هیچ شك وشبه نبا شدوسنت صحیحه بداں وارد گشته

رانوں اور چوتڑوں یا جسم کے دوسرے اعضاء وغیرہ کے ساتھ وطی جائز ہے اور یہ صحیح سنت سے ثابت ہے۔ (الوہابیت بحوالہ بدور الاہلہ، ص:۸۲۵)

مولوی مستقیم! شرم، شرم، شرم، اگر تم میں کچھ غیرت وحیا ہو تو بتاؤ یہ نواب صاحب غیر مقلدوں کے آقا جس طرح عیش پرستی کی دعوت دے رہے ہیں اس کی کس حدیث اور فقہ میں اجازت دی گئی ہے۔

شیشۂ مے بغل میں پنہاں ہے
پھر بھی دعوی ہے پارسائی کا

حضرات! ذرا دلیری دیکھئے نواب صاحب کی، اپنی عیاشی کی سند جواز کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی بہتان تراشی کر ڈالی اور جھٹ سے یہ بھی لکھ دیا کہ یہ سنت سے ثابت ہے اور چونکہ صرف سنت لکھنے میں کچھ کمزور پہلو نظر آیا اس لئے سنت صحیحہ لکھ کر معتقدین کے شک وشبہ کو بھی زائل کر دیا...... ماشاء اللہ کتنی عمدہ غیر مقلدیت ہے عیاشی وفحاشی بھی کیجئے اور سنت صحیحہ پر عمل کا ثواب الگ سے لیجئے، غالباً اسی طرح کی عیش پرستی کے لئے نجدی عیاشوں کے بل بوتے ہندوستان میں بھی بڑے بڑے عشرت کدے تیار کئے جا رہے ہیں اور قوم کے نونہالوں کے دامن عصمت کو تار تار کرنے کا اجتہاد کیا جا رہا ہے ایسے ہی نام نہاد مجتہدوں کو دیکھ کر کسی نے کہا تھا۔

آفت پڑی ہے دین پر اللہ خیر کر
اب کر رہے ہیں اجتہاد زاغ وبوم بھی

کیا فقہ حنفی کے مسائل مزاج شریعت کے منافی ہیں:

مولوی مستقیم نے ایک عنوان قائم کیا ہے، حنفی مذہب کے چٹخارے مسائل اور اس کے تحت چند مسائل ذکر کر کے جس سوقیانہ لب ولہجے میں تبصرہ کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے ہم ان کے اس انوکھے انداز تحریر پر کچھ تبصرہ نہیں کرنا چاہتے ہیں بلکہ ان کو اپنے اندرون خانہ کی خبر دینا

چاہتے ہیں، جن مسائل کو مولوی صاحب نے ذکر کر کے چٹخارہ لیا ہے ان میں نمبر ایک پر یہ مسئلہ لکھا ہے، مرد اور عورت برہنہ ہو کر باہم شرمگاہیں ملائیں تو وضو باطل نہ ہوگا۔ امام محمد کے نزدیک فتاویٰ عالمگیر، ج:۱، ص:۲۴، (تقلید شخصی، ص:۸۳)

یہ اور اسی طرح کے کچھ مسائل ذکر کر کے لکھا ہے:

> "یہ وہ مسائل ہیں جن کا لکھنا پڑھنا اور سننا تہذیب گوارہ نہیں کرتی اور انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہے مگر یہ احناف کی بنیادی کتابوں کے اہم مسائل ہیں جنہیں یہ قرآن وحدیث کا مغز کہتے ہیں۔ الحیاء الحیاء (تقلید شخصی، ص:۸۶)

حضرات! آنجناب کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری شرم وحیا اور تہذیب وشرافت انہیں میں سمٹ کر رہ گئی ہے اور دنیا بھر کے سارے احناف بدتہذیب ہو گئے ہیں اگر اس مسئلہ کا ذکر کرنا بدتہذیبی اور فحاشی ہے تو لو ملاحظہ کرو اپنے بدتہذیب اور فحاش مجتہد نواب وحید الزماں کے اس بیان کو، لکھا ہے:

وَكَذَا بِمُبَاشَرَةِ الْفَاحِشَةِ (نزل الابرار، ج:۱، ص:۱۹، کنز الحقائق، ص:۱۲)

اور ایسے ہی مباشرت فاحشہ (یعنی بالکل برہنہ ہو کر ایک دوسرے سے شرمگاہ ملانے) سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

کیوں مولوی صاحب! اگر احناف کے مسائل تہذیب وشرافت سے گرے ہوئے ہیں اور مزاج شریعت کے منافی ہیں تو آپ کے نواب صاحب کب سے بدتمیزی وبدتہذیبی کے گڑھے میں گر پڑے۔

تبصرہ غیر کے کردار پہ کرنیوالے
کیا تری خود سے ملاقات نہیں ہوتی ہے

اب ایک اور مسئلہ لکھ کر اس بحث کو یہیں ختم کرتا ہوں اور ناظرین سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ ان کور چشموں کے مکروفریب سے اپنے دامن کو بچائے رکھئے اور پوری اُمت مسلمہ کو ان سے محفوظ رہنے کی دعا بھی کرتے رہئے۔

مولوی صاحب نے حنفی مسائل کو خلاف قرآن وحدیث بتاتے ہوئے مثال میں ایک

مسئلہ یہ بھی ذکر کیا ہے۔

(۱۱) ذکر یا فرج کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (تقلید شخصی ،ص:۸۵)

یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے یا مخالف آیئے احادیث طیبہ کا مطالعہ کریں مسئلہ خود بخود واضح ہو جائے گا۔

(۱) محدث جلیل امام ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"عن النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم قال وهل هو الا بضعة منه"

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (شرمگاہ چھونے پر وضو کے متعلق) فرمایا اس سے وضو نہیں ہے وہ بھی جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔

(ترمذی شریف ، ج:۱،ص ۲۵)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں:

"وقد روی من غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وبعض التابعین انهم لم یروا الوضوء من مس الذکر وهو قول اهل الکوفة وابن المبارک وهذاالحدیث احسن شئ روی فی هذا الباب"

"بے شمار صحابۂ کرام اور تابعین سے مروی ہے کہ یہ حضرات شرمگاہ کے چھونے سے وضو واجب نہیں سمجھتے تھے اور یہی اہل کوفہ اور حضرت ابن مبارک کا قول ہے اور اس باب کی سب سے حسن یہ حدیث ہے۔

(ترمذی شریف ، ج:۱،ص:۲۵)

(۲)" عن ابن عباس قال لیس فی مس الذکر وضوء"

"حضرت ابن عباس سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ شرمگاہ چھونے سے وضوء واجب نہیں ہے۔ (مؤطا امام محمد ،ص:۵۳)

(۳)"عن ابراهیم ان ابن مسعود سئل عن الوضوء من

مس الذکر فقال ان کان نجسا فاقطعة"

"حضرت ابراہیم سے مروی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا شرمگاہ چھونے سے وضو کرنا ضروری ہے آپ نے فرمایا اگر وہ ناپاک ہے تو کاٹ کر پھینک دو۔ (ایضاً،ص:۵۴)

(۴)" عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال: ما ابالی ایاه مَسَسْتُ او انفی اواذنی"

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ شرمگاہ کو چھوؤں یا ناک اور کان کو" (ایضا،ص:۵۶)

(۵) سعید بن المسیب یقول لیس فی مس الذکر وضوء"

"سعید بن میسب فرماتے ہیں شرمگاہ چھونے سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔ (ایضا،ص:۵۳)

حضرات! یہ پانچ احادیث وآثار بطور نمونہ ذکر کئے گئے ہیں ورنہ بے شمار آثار واقوال اور احادیث طیبہ میں یہ مسئلہ صراحتاً مذکور ہے ان سب کے باوجود غیر مقلدوں کو یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف نظر آرہا ہے اور صرف یہی نہیں کہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے بلکہ تہذیب وشرافت کے بھی منافی ہے۔

اللہ اکبر کیا اندھیر ہے کہ جو بات رسول کریم اور ان کے اصحاب کرام نے کہی اور سنی اور پھر اس پر سبھوں کا عمل بھی رہا وہ ان شریفوں کے نزدیک قرآن، حدیث تہذیب اور شرم سے خالی ہے اور انسانیت ان مسائل کو سن کر شرم کے مارے پانی پانی ہو جاتی ہے۔

ہے کوئی غیر مقلد جو اس نانجار کے منہ میں لگام دے جو رسول اللہ سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کو بدتہذیب اور شرم وحیا سے خالی کہہ رہا ہے اور اس کے باوجود اپنے آپ کو اہل حدیث ہونے کا بھی مدعی بنتا ہے۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ناظرین! انشاء اللہ پھر کبھی مستقل عنوان کے تحت غیر مقلدوں کے اس فریب کی قلعی کھولوں گا کہ فقہ حنفی خلاف قرآن وحدیث ہے، سردست یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان مفلسوں کے یہاں مخالفت کا کیسا انداز ہے اور خلاف حدیث ہر کام کرنے کے باوجود کتنی ڈھٹھائی سے خود اہل حدیث ہونے کا ڈنڈا گھماتے پھر رہے ہیں، شاید ہی دنیا میں اتنا پرفریب کوئی طبقہ ہو جو ان مکاروں سے زیادہ آنکھ سے کاجل چرانے میں مہارت رکھتا ہو۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصا وہابیت کی وبا سے

ملفوظات اعلیٰ حضرت اور غیر مقلدین:

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے مجلسی افادات علمیہ کو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان نے جمع فرما کر الملفوظ کے نام سے شائع فرمایا الملفوظ کیا ہے۔ علم وحکمت کا ایک دفتر ہے جس میں بے شمار علمی جواہر پارے بکھرے ہوئے ہیں، امام احمد رضا کا قد علم کتنا بلند تھا دنیا پر مثل آفتاب روشن ہے۔ صاحب علم کی زبان وبیان کو سمجھنا ایک صاحب علم ہی کا کام ہے، بے علم جاہل اگر اسے سمجھنے کا شوق رکھتا ہے تو علماء کی بارگاہ میں شرف باریابی حاصل کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس پر زبان طعن دراز کرنے بیٹھ جائے۔

مگر وقت کا المیہ ہے کہ بے علم مجتہد بنے گھوم رہے ہیں اور اپنی کم فہمی اور دماغی خلل کا علاج کرنے کے بجائے ائمہ دین اور علماء اسلام پر سب وشتم کا تیر برسانے میں ہی اپنی کامیابی تصور کر رہے ہیں ایسے ہی بیمار عقل لوگوں میں ایک کودک ناداں مولوی مستقیم صاحب کی بھی ذات بافسادات ہے جس نے عالم اسلام کے مقتدر علماء کی بارگاہ میں دریدہ دہنی اور ان پر افترا کرنے کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے جس کا ثبوت موصوف کے ہذیانات وخرافات کا پلندہ تقلید شخصی کے آسیب ہے۔

آنجناب کے مبلغ علم کا حال یہ ہے کہ اُردو عبارات بھی صحیح ڈھنگ سے سمجھنے کا شعور نہیں رکھتے مگر شوق اعتراض کا یہ عالم ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام اُمت مسلمہ پر جارحانہ تنقید اور تنقیص کرنے کو اپنا فطری حق سمجھتے ہیں۔ جس کی قدرے تفصیل گزر چکی ہے۔

میں اپنے قارئین کو فی الحال یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے ملفوظات اعلیٰ حضرت سے چند مسائل کو لے کر جو دھینگا مشتی مچائی ہے اس کی حقیقت کیا ہے اور اس طرح ان ملفوظات پر اعتراض کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے ان کے اکابر واصاغر سب کا یہی حال ہے کہ گاہے بگاہے انہیں مہمل اور لغو اعتراضات کو لکھ لکھ کر شائع کر کے اپنی اصل فطرت کو اُجاگر کرتے رہتے ہیں جب کہ علماء اہلسنت نے ایک ہی نہیں پچاسوں مرتبہ ان کا جواب دے دیا ہے جو مسائل مولوی صاحب نے نقل کیا ہے ان سب کے تفصیلی جوابات کے لئے شارح بخاری فقیہ الہند حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف تحقیقات کا ضرور مطالعہ کریں، ناظرین کی تسلی کے لئے یہاں صرف ایک مسئلہ پر اعتراض اور اس کا جواب نقل کیا جا رہا ہے۔ مسئلہ اور اس پر اعتراض خود مولوی صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے لکھا ہے۔

مسئلہ: ۲۴- اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شمالی ہوا پر حکومت نہیں دیکھو اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔

''جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں، غزوۂ احزاب کا واقعہ ہے رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست ونابود کر دے اس نے کہا الحلائل لا یخرجن باللیل بی بیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں فاعقمها الله تعالیٰ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بانجھ کر دیا اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا۔

قارئین ذرا توجہ فرمائیں! احکم الحاکمین ہواؤں کو حکم دیں اور وہ اس کے حکم کی سرتابی کریں، امر محال ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس وقت خاں صاحب پر حقہ کا نشہ غالب تھا، ان کہی کہہ گئے کیونکہ ہندوستان میں اکثر بارش شمالی ہوا ہی

سے ہوتی ہے۔ (تقلید شخصی، ص:۹۰)

حضرات! مولوی صاحب کو اس واقعہ پر تین اعتراض ہے۔

اول: یہ کہ ہواؤں کو اگر خدا حکم دے تو ہوائیں اس کے حکم کی سرتابی نہیں کرسکتیں۔

دوم: یہ کہ بریلوی حضرات کے عقیدے میں شمالی ہوا پر اللہ کی حکومت نہیں۔

سوم: یہ کہ اعلیٰ حضرت کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ شمالی ہوا سے پانی نہیں برستا کیونکہ ہندوستان میں اکثر شمالی ہوا سے ہی پانی برستا ہے۔

ان اعتراضات کا دندان شکن جواب جاننے کے لئے ''تحقیقات'' کا مطالعہ کریں ہم یہاں اختصار کے ساتھ جواب دے کر گزر جائیں گے مگر پہلے اس حقیقت کا انکشاف کر دینا از حد ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ واقعہ اعلیٰ حضرت کا گڑھا ہوا نہیں ہے بلکہ تاریخ و سیرت کی متعدد کتابوں میں اس کا ذکر ہے یہاں مدارج النبوۃ کے حوالے سے نقل کیا جا رہا ہے اس میں مذکور ہے کہ:

"ابن مردویہ در تفسیر خویش از ابن عباس رضی اللہ عنہما نکتہ غریب آوردہ کہ درلیلۃ الاحزاب بادصبا بابادشمالی گفت بیاتا رویم ورسول خدارا یاری دہیم بادشمالی در جواب گفت ان الحرۃ لا تسیر باللیل زن اصیل آزاد سیر نمی کند درشب، حق تعالیٰ برشمالی غضب کردوے راعقیم کرد"

''ابن مردویہ اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک عجیب نکتہ نقل کرتے ہیں کہ لیلۃ الاحزاب میں بادصبا نے بادشمالی سے کہا چلو رسول خدا کی مدد کریں شمالی ہوا نے جواب دیا شریف آزاد عورت رات میں نہیں نکلتی حق تعالیٰ نے شمالی ہوا پر غضب فرمایا اور اسے بانجھ کردیا۔

(مدارج النبوۃ، ج:۲،ص ۲۳۷)

اب اگر بقول مولوی مستقیم اعلیٰ حضرت کا عقیدہ یہ تھا کہ شمالی ہوا پر اللہ تعالیٰ کی حکومت

نہیں ہے تو لازم آئے گا کہ علامہ ابن مردویہ، حضرت ابن عباس، صاحب مدارج النبوۃ اور ان حضرات کے علاوہ جتنے لوگوں نے اس واقعہ کو نقل کیا وہ سب معاذ اللہ یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ کیا مولوی صاحب میں یہ جرأت ہے کہ کہہ دیں ہاں سب کا یہی عقیدہ تھا۔

ناظرین! مولوی صاحب کے اعتراضات کا مختصر جواب سنیں اور غور کریں کہ غیر مقلدین کس کمال چابکدستی سے قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا کام کرتے ہیں۔

پہلے اعتراض کے جواب میں گزارش ہے کہ یہ بات مسلم ہے کہ جس طرح جن وانس میں معصیت اور نافرمانی کا مادہ ہوتا ہے اسی طرح دیگر اشیاء میں بھی نافرمانی کا مادہ ہوتا ہے اور انہیں ان کے لائق سزا بھی ملتی ہے۔ ابن راہویہ نے اپنی مسند میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ماصید صید ولا عضدت عضاۃ ولا قطعت وشیجۃ الابقلۃ التسبیح"

''جو جانور بھی شکار ہوتا ہے جو درخت کاٹا جاتا ہے وہ تسبیح کی کمی کی وجہ سے۔

(تاریخ الخلفاء، ص:۶۷)

اس سے ثابت ہوا کہ درختوں اور جانوروں میں بھی نافرمانی کا مادہ ہوتا ہے اور نافرمانی کی ان کو سزا بھی ملتی ہے لہذا غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ اللہ کے حکم کی سرتابی کرنا محال ہے یہ لاعلمی اور حماقت ہے۔

دوسرے اعتراض کے متعلق کیا عرض کروں ان مہربانوں کی عقل کا فتور مانا جائے یا فریب اور دھوکہ کہا جائے بتائے انصاف سے اعلیٰ حضرت نے کہاں لکھا ہے کہ شمالی ہوا پر اللہ کی حکومت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کسی کو حکم دے اور وہ اللہ کی نافرمانی کر جائے تو اس کا مطلب یہ کیسے ہو گیا کہ اس پر اللہ کی حکومت نہیں ہے دنیا میں بے شمار لوگ اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اب اگر کوئی یہ کہے کہ ان لوگوں پر اللہ کی حکومت نہیں ہے تو اس کا علاوہ اس کے کیا راستہ ہے کہ کسی پاگل خانے میں اسے بھیج دیا جائے۔

اور تیسرے اعتراض کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ یہ وہابیوں کی اعلیٰ حضرت سے عداوت اور عقلی فتور کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ واقعہ عرب شریف کا ہے عربوں سے پوچھ لیا جائے

تو معلوم ہوگا کہ وہاں بادشالی سے پانی کبھی نہیں برستا ہندوستان پر عرب کو قیاس کرنا عقل وخرد کا دیوالیہ پن اور دماغی بیماری کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اور اگر بالفرض یہی مان لیا جائے کہ اعلیٰ حضرت نے ہندوستان ہی کے متعلق فرمایا ہے پھر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ ہندوستان میں بھی بارش اتری ہوا سے نہیں ہوتی ہے چنانچہ پرائمری درجہ میں پڑھائی جانے والی کتاب ہماری دنیا ہمارا سماج میں بصراحت لکھا ہے۔

"جون کے آخر میں بارش شروع ہوجاتی ہے اس پردیش میں یہ بارش پورب کی طرف سے آنے والی ہواؤں سے ہوتی ہے ان کو مان سون ہوائیں کہتے ہیں یہ بنگال کی خلیج سے آتی ہیں پردیش میں زیادہ تر بارش انہیں ہواؤں کے ذریعہ ہوتی ہے پچھمی حصے میں کچھ بارش بحر عرب سے آنے والی مان سون ہواؤں کے ذریعہ بھی ہوتی ہے۔ (ہماری دنیا ہمارا سماج، ح:۲،ص:۱۱)

مولوی مستقیم اب بتائے خان صاحب نے حقہ کے نشے میں ان کہی کہی ہے یا آپ نے اپنی جہالت وحماقت کے نشے میں بدمست شرابی کی طرح بکواس کی ہے۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ پرائمری درجہ پڑھ کر آگے بڑھے ہوں گے مگر اب یہ راز کھلا کہ آپ کو تو ابھی درجہ پرائمری کی بھی کتابوں کا سبق یاد نہیں ہے اور اس پر طرفہ یہ کہ مجتہد بن کر ائمۂ اسلام اور علماء دین پر تبرا کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔

ایک کریلا کڑوا دوسرے نیم چڑھا

مفتی صاحب کی خیانت یا غیر مقلدوں کا فریب:

غیر مقلد مولوی یوسف جے پوری نے فقہ حنفی پر تبرا بازی کرتے ہوئے حقیقۃ الفقہ نامی کتاب لکھ کر دنیائے فریب میں جو ایک نیا باب قائم کیا ہے اس کی مثال دور دور تک نظر نہیں آتی ہے کتاب کیا ہے مکروفریب اور کذب وافترا کا پلندہ ہے، مصنف کا دعویٰ تو یہ ہے کہ ہم

نے اس کتاب میں فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے مسائل اخذ کیے ہیں اور جگہ جگہ ان مستند کتابوں کا حوالہ بھی مذکور ہے، مگر اس کتاب میں بے شمار ایسے مسائل درج ہیں جن کا فقہ حنفی کی کسی مستند ومعتمد کتاب میں کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

حضرت فقیہ ملت صاحب قبلہ نے اس کتاب کے چند مسائل کو اپنی کتاب غیر مقلدوں کے فریب میں لکھ کر یہ ثابت فرمایا ہے کہ جے پوری نے جن کتابوں کے حوالوں سے یہ مسائل لکھے ہیں ان کتابوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے البتہ جے پوری نے مکروفریب کرکے قوم کو گمراہ کرنا چاہا ہے اور غلط سلط حوالہ دیا ہے بلکہ اپنی طرف سے عبارت بھی گڑھ لی ہے، تفصیل کے لئے غیر مقلدوں کے فریب دیکھیں مفتی صاحب نے یوسف صاحب کے فریبوں کو شمار کراتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"حنفی سینوں کو غیر مقلد وہابی بنانے کے لئے غیر مقلدوں کا یہ انتہائی خطرناک فریب ہے کہ شرح وقایہ جیسی معتمد کتاب کے حوالے سے مولوی اسمٰعیل دہلوی جیسے گمراہ اور گمراہ گر کی تعریف لکھ دی اور یہ بھی نہ سوچا کہ جب شرح وقایہ مولوی اسمٰعیل کی پیدائش سے تقریباً پانچ سو برس پہلے لکھی گئی تھی تو اس میں ان کا ذکر کیسے آسکتا ہے اور دنیا اتنے بڑے جھوٹ پر کتنی لعنت وملامت کرے گی۔

(غیر مقلدوں کے فریب/۵۷)

اس پر مولوی مستقیم نے آپے سے باہر ہوکر جو زہر افشانی کی ہے اور حضرت مفتی صاحب کے متعلق جس بازاری انداز میں ہرزہ سرائی کی ہے اس سے جناب کی اصلی فطرت، علمی بے مائیگی اور جواب سے عاجز ہوکر بوکھلاہٹ کا خوب پتہ چلتا ہے، مفتی صاحب نے چالس فریب شمار کرائے ہیں مگر مستقیم صاحب کی ہمت مردانہ ایک ہی کا جواب دیتے دیتے جواب دے گئی اور کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے بموجب اول فول بکنے لگے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

قارئین حضرات! خدارا انصاف کیجئے کہ مولانا موصوف کی اپیل اور التماس کے مطابق حق ودیانتداری تو یہ تھی کہ اس مسئلہ کو نورالھدایہ مطبع مجیدی کانپور ۱۹۱۴ء کے طبع کے صفحہ:۱۰۲ پر دیکھتے نہ کہ اصل کتاب شرح وقایہ میں اس لئے کہ مؤلف

> نے تراجم کو مرجع بنایا ہے نہ کہ اصل کتاب کو جیسا کہ شروع میں لکھا جاچکا ہے۔
> لیکن! بے حیا باش ہر چہ خواہی کن، انسان جب بے حیائی اور بے شرمی پر کمر
> بستہ ہوجاتا ہے تو اپنے فن کے مظاہرے کی خاطر کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہ لکھتے
> ہوئے مفتی صاحب نے اتنا بھی خیال نہ کیا کہ محولہ ماخذ کو چھوڑ کر غیر محولہ کو اپنا
> ماخذ بنائیں گے تو ہماری اس عیاری ومکاری کی پاداش میں ہمارے سر پر لعنت
> ملامت کے کتنے جوتے پڑیں گے اور دنیا ہم پر کس قدر تھوکتی رہے گی۔
> (تقلید شخصی ۱۰۱/۱)

مولوی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جناب کا
حضرت مفتی صاحب پر دو اعتراض ہے۔ **اول**: یہ کہ مفتی صاحب نے شرح وقایہ کا ترجمہ
دیکھنے کے بجائے اصل کتاب شرح وقایہ کو سامنے رکھ کر تبصرہ کیا ہے جب کہ مولوی
یوسف صاحب نے شروع ہی میں کہہ دیا ہے کہ اصل کتاب کا ترجمہ پیش نظر رکھا گیا ہے
یہ مفتی صاحب کی خیانت اور فریب کاری ہے...... اور **دوسرا**: اعتراض یہ ہے کہ محولہ
ماخذ کو چھوڑ کر غیر محولہ کتاب کو ماخذ بنایا ہے یہ مفتی صاحب کا دوسرا فریب اور ان کی
زبردست خیانت ہے۔

حضرات! اب آپ ان دونوں اعتراض کا جواب ملاحظہ کریں اور فیصلہ کریں کہ
حضرت مفتی صاحب نے خیانت اور فریب سے کام لیا ہے یا غیر مقلدین دھوکہ دھڑی اور
دغابازی کر کے قوم کو گمراہ کر رہے ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب یوسف صاحب نے شرح وقایہ کا ترجمہ پیش کیا
ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسمٰعیل دہلوی کی تعریف شرح وقایہ میں ہے البتہ وہ عبارت عربی
میں ہے اس لئے اسے نہ لکھ کر یوسف صاحب نے اس کا اردو ترجمہ لے لیا ہے اب مولوی
مستقیم جیسے عربی داں بتائیں وہ عربی عبارت شرح وقایہ میں کہاں ہے جس کا ترجمہ جے پوری
صاحب نے لکھا ہے میرا ان کی پوری برادری کو چیلنج ہے کہ شرح وقایہ میں کوئی ایسی عبارت نہیں
ہے جس کا ترجمہ وہ ہوتا ہو جو جے پوری نے کیا ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی دیوبندی وہابی نے

شرح وقایہ کا ترجمہ کر کے کسی جگہ تفسیر وتشریح کے طور پر اسماعیل کا ذکر کر دیا ہو مگر ایسی صورت
میں وہ شرح وقایہ کا ترجمہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی بطور حوالہ شرح وقایہ کو پیش کرنا
درست ہوگا اور اگر کوئی اس طرح کی حرکت کرتا ہے تو یقیناً وہ فریب اور دھوکہ ہی ہوگا۔

ذرا انصاف ودیانت کے ساتھ بتایئے اگر کوئی شخص سر راہ بڑے زور وشور سے یہ
اعلان کرے کہ قرآن شریف میں ابن تیمیہ، قاضی شوکانی، نواب بھوپالی اور محمد بن
عبدالوہاب نجدی کو شیطان فرمایا گیا ہے اور قرآن پاک کی آیت وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی
شَیٰطِیْنِهِمْ پڑھ کر اپنی طرف سے آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہے کہ شیاطین سے مراد ابن
عبدالوہاب نجدی وغیرہ ہیں اور پھر کمال بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حوالے میں قرآن
کی آیت، رکوع اور پارہ نمبر پیش کرے تو آخر غیر مقلدین اسے کیا کہیں گے...... کسی بھی صحیح
العقل سلیم الطبع منصف مزاج انسان سے پوچھئے تو وہ یہی کہے گا کہ یقیناً یہ فریب اور دھوکہ
ہے...... اب اگر اس طرح کی حرکت کرنا دھوکہ ہے تو ٹھیک یہی حرکت جے پوری نے بھی کی
ہے اعلان کیا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب سے حوالہ دوں گا اور عبارت نقل کی نور الہدایہ ترجمہ شرح
وقایہ کی اور شرح وقایہ کا ترجمہ نہ لکھ کر اس کی تشریحی عبارت پیش کی اور پھر کمال جرأت
وفریب کا مظاہرہ کرتے ہوئے شرح وقایہ کو حوالہ میں پیش کیا اب یہ فریب در فریب نہیں ہے تو
کیا دیانت اور صداقت ہے؟

میری دانست کے مطابق دنیائے علم وادب میں شاید ہی کہیں اس طرح کی فریب دہی،
دغا بازی اور ہٹ دھرمی کا گورکھ دھندہ کیا جاتا ہو جس طرح یہ غیر مقلدین کر رہے ہیں۔
الامان والحفیظ۔

اب مولوی مستقیم صاحب ذرا بتائیں کہ چورا ہے پر خیانت اور فریب کی ہانڈی کس کی
پھوٹ رہی ہے حضرت فقیہ ملت کی یا آپ کے محبوب نظر یوسف جے پوری کی؟

ہے ایک تو تمہارا شرارت بھرا مزاج
پھر اس پہ بھی کرتے ہو رعونت کی گفتگو

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مفتی صاحب نے محولہ ماخذ کو چھوڑ کر غیر محولہ کو ماخذ بنایا ہے اس

پر کیا عرض کروں۔لگتا ہے کہ آنجناب لکھتے کچھ ہیں سمجھتے کچھ ہیں اور کہنا کچھ اور چاہتے ہیں......ان کا کہنا یہ ہے کہ مفتی صاحب نے محولہ ماخذ چھوڑ دیا ہے،شاید ان کو یہی نہیں معلوم ہے کہ محولہ ماخذ کا معنی کیا ہوتا ہے ورنہ ہرگز یہ جملہ نہ لکھتے اٹھائیے فیروز اللغات اس میں صاف لکھا ملے گا کہ محولہ کا معنی ہوتا ہے جس کا حوالہ دیا گیا ہو اب محولہ ماخذ کا مطلب یہ ہوگا کہ جہاں سے عبارت لی گئی ہے اس کا حوالہ دیا گیا ہے،اور جے پوری نے شرح وقایہ ۲/۱۰۲ کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔تو محولہ ماخذ شرح وقایہ ۲/۱۰۲ ہوئی اور مفتی صاحب نے اسی پر ریمارک لگایا ہے......اب بتائیے مفتی صاحب نے محولہ ماخذ کیسے چھوڑ دیا؟ جس کی وجہ سے آپ جامے سے باہر ہو کر اپنی بدطینتی کا مظاہرہ کرنے لگے اور یہ بھی نہ سوچا کہ اس جہالت اور عیاری مکاری کی پاداش میں ہمارے سر پر لعنت وملامت کے کتنے جوتے پڑیں گے اور دنیا ہم پر کس قدر تھوکتی رہے گی۔

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

مولوی صاحب! خدا کے واسطے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے توبہ کیجئے اور ہوش وخرد سے کام لیتے ہوئے غیر مقلدیت سے توبہ کرکے سچے مسلمان بن کر خدمت دین کیجئے تاکہ دنیا وآخرت دونوں بنی رہے ورنہ یاد رکھئے آتش دوزخ سے کسی بدعقیدہ کو چھٹکارا نہ ملے گا اور نہ ہی مال وزر، ریال وڈالر دنیا کے عشرت کدے اسے اللہ ورسول کے قہر وغضب سے بچا سکیں گے۔ دعا ہے کہ مولی تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلائے اور غیر مقلدیت وگمراہیت سے محفوظ رکھے۔(آمین)

●●

مراجع وماخذ

(١) القرآن الکریم
(٢) تفسیر کبیر
(٣) تفسیر ابن کثیر
(٤) تفسیر بحر محیط
(٥) روح المعانی
(٦) تفسیرات احمدیہ
(٧) تفسیر نسفی
(٨) تفسیر صاوی
(٩) الجامع لاحکام القرآن
(١٠) جامع البیان
(١١) تفسیر بیضاوی
(١٢) تفسیر نعیمی
(١٣) تفسیر ضیاء القرآن
(١٤) تفسیر حقانی
(١٥) تدبر قرآن
(١٦) تفسیر جمل
(١٧) بخاری شریف
(١٨) مسلم شریف
(١٩) ترمذی شریف
(٢٠) ابوداؤد شریف
(٢١) ابن ماجہ شریف
(٢٢) بیہقی شریف
(٢٣) موطا امام مالک
(٢٤) موطا امام محمد
(٢٥) دار قطنی
(٢٦) مشکوۃ المصابیح
(٢٧) مصنف ابن ابی شیبہ
(٢٨) فتح الباری
(٢٩) اشعۃ اللمعات
(٣٠) مرقاۃ المفاتیح
(٣١) نووی شرح مسلم
(٣٢) نیل الاوطار
(٣٣) لغات الحدیث
(٣٤) نصب الرایہ
(٣٥) اوجز المسالک
(٣٦) نسیم الریاض
(٣٧) مبسوط للسرخسی
(٣٨) بدائع صنائع
(٣٩) البحر الرائق
(٤٠) درمختار مع شامی
(٤١) فتح القدیر
(٤٢) ھدایہ
(٤٣) فتاوی عالمگیری
(٤٤) فتاوی رضویہ
(٤٥) المغنی لابن قدامہ
(٤٦) فتاوی نذیریہ
(٤٧) فتاوی ثنائیہ

(۴٨) فتاوی ابن تیمیہ
(٥٩) فتاوی ابن باز مترجم
(٥٠) توضیح الاحکام شرح بلوغ المرام
(٥١) ابحاث ھیئہ کبار العلماء
(٥٢) فتاوی الحرمین
(٥٣) نزل الابرار
(٥۴) ہدیۃ المھدی
(٥٥) حجۃ اللہ البالغہ
(٥٦) القول الجلی
(٥٧) القول الجمیل
(٥٨) فیوض الحرمین
(٦٩) اظہار الحق الجلی
(٦٠) الملفوظ
(٦١) الامن والعلی
(٦٢) حیات اعلیٰ حضرت
(٦٣) اکرام امام احمد رضا
(٦۴) دبستان رضا
(٦٥) حدائق بخشش
(٦٦) تحقیقات
(٦٧) فتنوں کی سرزمین کون
(٦٨) اندھیرے سے اُجالے تک
(٦٩) غنیۃ الطالبین
(٧٠) بہجۃ الاسرار
(٧١) کشف الارتیاب
(٧٢) الفجر الصادق
(٧٣) الوہابیت
(٧۴) ذوق نعت
(٧٥) دار العلوم دیوبند کا بانی کون
(٧٦) تین طلاق کا مسئلہ
(٧٧) التاج المکلل
(٧٨) الحیاۃ بعد المماۃ
(٧٩) البریلویۃ
(٨٠) منصب امامت
(٨١) سیرت والا جاہی
(٨٢) حقیقۃ الفقہ
(٨٣) غیر مقلدوں کے فریب
(٨۴) تقلید شخصی کے آسیب
(٨٥) جاء الحق
(٨٦) شمع توحید
(٨٧) موج کوثر
(٨٨) حیات شبلی
(٨٩) الشہاب الثاقب
(٩٠) افاضات یومیہ
(٩١) حیات طیبہ
(٩٢) مجلہ البحث الاسلامی
(٩٣) آئینۂ غیر مقلدیت
(٩۴) تذکرۃ الرشید
(٩٥) الجوابات الفاخرہ
(٩٦) ماہنامہ مظاہر العلوم
(٩٧) تعارف علماء اہل حدیث
(٩٨) حدیث خیر و شر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدد غفار الملقب بہ

ہدایۃ الطریق فی بیان التقلید والتحقیق

اور

الدلائل السنیہ فی تقدیر شعور النساء والحجاب الشرعیہ

تالیف:

حضرت علامہ سید محمد دیدار علی شاہ صاحب الوری علیہ الرحمۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد حمد وصلوۃ جمیع اہل اسلام پر واضح ہو کہ مختلف مقامات پر زمانہ طالب علمی سے آج تک اس احقر العباد ابو محمد محمد دیدار علی غفر اللہ لہ ولوالدیہ الوری سے جو جو معاملات غیر مقلدین کے ساتھ واقع ہوئے اور مناظروں کا اتفاق ہوا اور وہ سب خاکسار کے پاس مختلف پرچوں میں قلم بند تھے اور بعض مقامات پر بعض لوگ ان کو سن کر تائب بھی ہوئے اور ہوتے ہیں لہذا ابداعیہ بعض احباب بامید ثواب بغرض ہدایت بعض غیر مقلدین باانصاف اولی الالباب ان سب کا بطریق سوال و جواب ایک جگہ جمع کر دینا مناسب سمجھا گیا تا کہ ناظرین باانصاف بنظر انصاف اس کو ملاحظہ فرما کر اس گروہ قلیل کے فریبوں سے محفوظ رہیں۔ اور اس گروہ کے اہل انصاف انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرما کر صراط مستقیم جمہور اسلام اختیار کریں۔ اور رخنہ۔ اندازی سے جماعت اہل اسلام میں خود بچیں اور دوسروں کو بچائیں۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین. وجمیع المومنین والمسلمین. امین. امین. ثم امین. وھا انا اشرع فی المقصود. متوکلاً علی و اھب الخیر والجود.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین والہ واصحابہ اجمعین۔

محمدی۔ اجی حضرت کتراتے کیوں ہو۔ ذرا آؤ تو اگر اپنی تقلید پر کوئی دلیل رکھتے ہو لاؤ۔ اس تقلید میں کب تک پھنسے رہو گے۔ میاں جس کا کلمہ پڑھتے ہو اسی کے بنے رہو۔ حنفی یا شافعی ہونے سے توبہ کر کے محمدی بن جاؤ تا کہ قید تقلید سے

رہائی پاؤ۔ اس تقلید سے خدا کے لیے خود بچو اور دوسروں کو بچاؤ۔

مقلد۔ مولوی صاحب! کیا ہم محمدی نہیں ہیں! اجی حضرت محمدی تو جتنے کلمہ گو ہیں خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ رافضی ہوں یا خارجی سب ہی ہیں۔ کوئی مسلمان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں موسوی ہوں یا عیسائی ہوں۔ مگر چونکہ محمدیوں کے بھی مثل عیسائی وغیرہ کے بہت سے فرقے ہیں لہذا پہچان کے لیے ضرور کہا جاتا ہے کہ محمدیوں میں سے ہم سنی ہیں۔ دوسرا کہتا ہے ہم شیعہ ہیں۔ اسی طرح سنیوں میں بوجہ اختلاف تحقیقات چار اماموں کے بعض مسائل اجتہادیہ میں کہ جن کی مقدار غالباً شاہ صاحب نے تحفہ میں دوسو یا چار سو لکھی[1] ہے۔ چونکہ بظاہر چار گروہ ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں حنفی ہوں یعنی بموجب تحقیق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قرآن پر اور قول وفعل رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتا ہوں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں تحقیقات امام شافعی رحمہ اللہ کا پابند ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ورنہ بوجہ اتفاق اصول عقائد اور اکثر مسائل کے یہ چاروں گروہ باہم شیر وشکور رہتے ہیں اور خود کو ایک ہی گروہ اہلسنت و جماعت سمجھتے ہیں۔ ہاں اگر محمدی سے مراد آپ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں۔ جس کا بے دین ہونا تاریخ مکہ مصنفہ سید احمد دحلان رحمہ اللہ اور بوارق وغیرہ سے ثابت ہے جس کے پیرووں کا نام پہلے وہابی مشہور تھا اب چند روز سے بمصلحت انھوں نے اپنا نام محمدی مشہور کر رکھا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ خدا ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ایسے محمدیوں سے بچائے مگر تم جو بار بار

[1] چنانچہ کید بست ودنہم تحفہ اثناعشریہ میں ہے "وعجب است از شریف مرتضی کہ دریں حکایت کثرت اختلاف رانسبت باہل سنت کردہ حالانکہ اہل سنت را در اصول عقائد واعمال اختلافے نیست اگر اختلافیست در فروع است ودنہم منجر بہ تکفیر وتضلیل ہمدیگر نیشود ومعہذا اختلاف از اتفاق بسیار کمتر است بعد از تفحص واستقرا مجموع مسائل مختلف فیہا در مذہب اربعہ کی صد وچند مسئلہ فروعی یافتہ اند کہ دراں تصریح موجود نیست ۱۲ منہ غفرلہ۔

رستہ چلتے مسلمانوں کو بلا بلا کر چھیڑتے ہو اور پھر اس تہذیب کے ساتھ کیا اتباع حدیث اسی تہذیب کا نام ہے؟ لو آج فیصلہ کر لو۔ اور پہلے یہ تو بتاؤ کہ تم تقلید کے معنی کیا سمجھے ہوئے ہو؟

محمدی: میاں تقلید اسی کو کہتے ہیں کہ بلا دلیل قرآن اور حدیث کے کسی کے قول کو مان لینا۔

مقلد۔ بھلا صاحب یہ بات ہر شخص کو ہمیشہ بالکل حرام ہے یا کسی وقت کسی کو جائز بھی ہے؟

محمدی۔ حکم شریعت ہر وقت ہر شخص کے حق میں برابر ہے لہذا ہر شخص پر ہر وقت تقلید حرام ہے۔ دیکھو قرآن مجید میں ہے ان الحکم الا للہ یعنی بجز خدا کے کسی کا حکم قابل اطاعت نہیں ہے۔ اور جو لوگ اپنے عالموں اور درویشوں کے قول وفعل کی پیروی کرتے تھے ان کی شان میں اللہ اس طرح فرماتا ہے

اتخذوا احبارھم و رھبانھم ارباباً من دون اللہ والمسیح ابن مریم و ما امروا الا لیعبدوا الھاً وّاحِداً لآ الہ الا ھو سبحانہ عما یشرکون۔

یعنی ٹھہرایا انھوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو مالک اپنا ورے اللہ سے اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ ان کو تو حکم یہی ہوا ہے کہ بندگی کریں ایک مالک کی کہ نہیں کوئی مالک سوا اس کے نرالا ہے ان کے شریک بنانے سے

اور ترمذی شریف میں ہے۔

عن عدی بن حاتم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرا. اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ. قال انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا احلولھم شیئاً استحلوہ و اذا

حرموا علیهم شیئاً حرموه۔

یعنی حضرت عدی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے تھے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ لوگ اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت کرتے تھے بلکہ جس چیز کو ان کے عالم حلال کر دیتے اس کو حلال سمجھ لیتے تھے اور جس کو وہ حرام کر دیتے تھے اس کو حرام سمجھ لیتے تھے۔ جس طرح فی زمانہ مقلدوں کا حال ہے۔

اور دوسری جگہ اللہ فرماتا ہے

ام لهم شرکاء شرعوا لهم من الدین مالم یاذن بهٔ اللّٰه۔

یعنی کیا واسطے ان کے خدا کے شریک ہیں کہ انھوں نے راہ ڈالی ہے ان کے واسطے دین کی جس کا حکم نہیں دیا اللہ نے

اور اس قسم کی آیتیں حدیثیں بہت ہیں جن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سوائے خدا رسول کے کسی کی پیروی اور تقلید جائز نہیں۔ دیکھو اسی واسطے سعدی علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں۔

عبادت بہ تقلید گمراہی است خنک رہروے را کہ آگاہی است

اور مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دین شان تقلید شاں برباد داد ہفت صد لعنت براں تقلید باد
زانکہ تقلید آفت ہر نیکو یست کہ بود تقلید اگر کوہ قویست
بشنو ایں قصہ پے تہدیدرا تابد انی آفت تقلید را
از محقق تا مقلد فرقہاست کاں چو آوازست وایں دیگر صداست
نوحہ گر باشد مقلد در حدیث جز طمع بنود مراد آں خبیث
آں مقلد صد دلیل و صد بیاں برزباں آرد ندارد ہیچ جاں

بسکہ تقلید است آں ایمان او روئے ایماں را نہ دیدہ جان او
بس خطر باشد مقلد را عظیم از رہ رہزن و شیطان رجیم
کور کورہ جویداز کور دگر درچہ او باز افتدز و در
صد دلیل آرد مقلد درمیاں از قیاسے گوید اور انز عیاں
دین حق راچار مذہب ساختند رخنہ در دین نبی اند اختند

مقلد: مولانا! یہ تقریر تو آپ نے ایسی بیان کی کہ جاہل غیر صحبت یافتہ علماء اہلسنت والجماعۃ تو بلا شک اس کو سن کر ضرور فریفتہ ہو جائے۔ دین سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ مگر حضرت ہم نے تو بڑے بڑے علماء دین کی صحبت اٹھائی ہے۔ خود بھی کچھ لکھا پڑھا ہے۔ آپ تو عالم ہیں۔ آپ کو اتنا خیال نہیں کہ اول میں نے کیا کہا تھا اور اب کیا کہہ رہا ہوں۔ اول تو آپ نے فرمایا تھا کہ تقلید بلا دلیل قرآن و حدیث کے کسی کے قول ماننے کو کہتے ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ یہ ہر شخص کو ہر وقت حرام ہے اور پھر دلیل حرمت تقلید پر وہ آیت پیش کی جس کے لفظی معنوں کو حرمت تقلید سے لگاؤ ہے نہ حلت سے کیونکہ لفظی معنی تو آیت کے اتنے ہی ہیں کہ ”یہود اور نصاریٰ نے اپنے عالموں اور درویشوں اور مسیح علیہ السلام کو رب یعنی پروردگار بنالیا۔ حالانکہ ان کو حکم نہیں کیا گیا تھا مگر یہی کہ عبادت کریں وہ اللہ یکتا کی۔“ فقط دعویٰ حرمت تقلید کا کیا اور دلیل حرمت عبادت غیر اللہ کی بیان کی۔ اور پھر آیت کو اپنے مطلب کے موافق بنانے کی غرض سے ترمذی کی وہ حدیث بیان کی کہ جس حدیث کا حدیث ہونا فقط ترمذی کے قول بلا دلیل مان لینے پر موقوف ہے کہ جو عین تقلید ہے ایسے قول کی کہ جو ظاہر معنی قرآن کے بالکل مخالف ہے۔ حالانکہ ترمذی خود اس حدیث کے حدیث ماننے میں مقلد ہیں۔ اپنے استاد حسین بن یزید کوفی کے اور وہ اپنے

استادعبدالسلام بن حرب کے اور وہ اپنے استاد عظیف بن عین کے اور وہ مصعب بن سعد کے۔ لہذا ترمذی علیہ الرحمۃ جیسے مقلدوں کی مقلد کی جواز تقلید پر آپ کے پاس کونسی آیت یا حدیث ہے کہ جس میں اللہ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ترمذی جو کچھ کہیں اس کو بلا دلیل قرآن و حدیث مان ہی لینا۔ گو اس کے مان لینے میں ظاہر معنی قرآن کی بھی مخالفت کیوں نہ ہو اور وہ لوگ جن کی تقلید سے امام ترمذی علیہ الرحمۃ کسی امر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کریں کیسے بھی ہوں حضرت من حسین بن یزید کوفی استاد امام ترمذی کو محدثین لین الحدیث لکھتے ہیں۔ یعنی روایت حدیث میں ان کے قول کو ابودا جانتے ہیں۔ اور غطیف پر دادا استاد ترمذی کو روایت حدیث میں ضعیف تحریر فرماتے ہیں۔ لہذا آپ تو ضعیف راویوں کی تقلید کرنے والوں کی تقلید میں باوجود ہونے اس تقلید کے مخالف ظاہر معنی قرآن گرفتار ہو کر مرتکب حرام بن گئے اور دوسرے مسلمانوں کے واسطے تقلید مطلقاً حرام فرماتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ کو سوا اپنے گروہ کے تمام مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین میں داخل کر کر خارجیوں کی علامت جو حضرت عبداللہ بن عمر سے بخاری شریف میں مذکور ہے اپنے درمیان ظاہر کر دکھانا ہے۔

کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین بخاری شریف میں ہے۔ باب قتل الخوارج میں

وکان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الی ایات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین

یعنی امام بخاری تعلیقات میں فرماتے ہیں کہ ابن عمر خارجیوں کو شریر

ایسا ہی نخبۃ الفکر میں ہے: واسھلھا فلان لین الحدیث اوفی الحفظ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

ترین مخلوقات خدا سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ انھوں نے جو آیتیں کافروں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں ان کو مومنین کی شان میں پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

جس طرح آپ اور آپ کے گروہ کے لوگ کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ یہ تینوں آیتیں اور علاوہ اس کے اس قسم کی اور آیتیں جیسے

الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً۔ اور قالوا ابل نتبع ما الفینا علیہ ابائنا اولو کان ابائھم لایعقلون شیئًا ولا یھتدون۔

جن کو مقلدین کی شان میں آپ لوگ لکھتے پڑھتے ہیں۔ یہ سب ان یہود اور مشرکین کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جو ان عالم اور درویشوں کی تقلید کرتے تھے جن کو یقیناً جانتے تھے کہ یہ توریت اور انجیل میں بغرض تحصیل دنیا اور خوف زوال اپنی سرداری کے تحریف کرتے ہیں اور توریت اور انجیل کے صاف کھلے ہوئے حکموں کے مخالف جس چیز کو چاہتے حرام کر دیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے حلال کر دیتے ہیں۔ یا ان لوگوں کے بارہ میں ہیں جو بتوں کو پوجتے تھے چڑھاوے چڑھاتے تھے اور اس امر میں اپنے باپ دادوں کی تقلید میں گرفتار تھے۔ سو ایسی تقلید باتفاق سب کے نزدیک حرام ہے۔ ذرا انصاف سے تفسیروں کو ملاحظہ کیجئے اور صرف اپنے وہم و خیال اور اس قسم کے اردو رسالہ نویسوں کی تقلید نہ کیجئے غضب تو یہ ہے کہ ایسے ہی کاذب بہتان بند گمراہوں کی تقلید سے کہ جو بالکل حرام ہے بوستان اور مثنوی شریف کو بھی آپ نے نہ دیکھا اور جھٹ بے علموں کو فریب دینے کی غرض سے انہی کے رسالوں کی تقلید کے بھروسہ پر آپ یہ اشعار حرمت تقلید پر پڑھنے بیٹھ گئے۔ لو یہ بوستان ہے یہ مثنوی ہے ذرا نکال تو دو۔ اجی حضرت! ورق گردانی سے کیا فائدہ۔ آپ کو اور بوستان اور مثنوی

شریف سے علاقہ دیکھو۔ بوستان میں یہ شعر اس تقلید کی برائی میں ہے جو پنڈت سومنات بت کے پوجنے میں عبادت کرنے میں اپنے باپ دادوں کی تقلید کرتے تھے ایسی تقلید کے ساتھ عبادت کرنے کو گمراہی فرماتے ہیں۔ علیٰ ہذا مثنوی شریف میں یہ سب اشعار اس تقلید کی مذمت میں ہیں جس میں بجز اولیاء اللہ کے ہم تم سب گرفتار ہیں۔ اور وہ تحقیق جس کو مولانا فرماتے ہیں بجز پیروی اور تقلید اولیاء اللہ کے حاصل ہو نہیں سکتی۔ مراد ان کی یہ ہے کہ باپ دادا سے خدا خدا سن کر ان کی تقلید سے جیسا خدا کو جان رہے ہو اسی تقلید میں مت پھنسے رہو بلکہ اولیاء اللہ کی طرح ایسی کوشش کرو کہ آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیز میں شک ہو جائے۔ مگر خدا کے خدا ہونے میں جیسا اس کو بتقلید علماء جانتے ہو اور اس کی کسی صفت میں شک کیا وہم بھی نہ واقع ہو بلکہ بجز خدا کے کچھ نظر نہ آئے۔ دیکھو اس مضمون کا کیا عمدہ ہندی دوہرہ ہے۔

دیکھتے دیکھتے ایسا دیکھ۔ مٹ جائے دھوکا رہ جائے ایک۔

اس کے آفتاب وجود کے سامنے تمام عالم اور اپنا وجود بے بود اور نیست و نابود نظر آنے لگے تا کہ پھر تمام وہم اور شبہوں سے نجات حاصل ہو جائے اور زوال ایمان کا خطرہ باقی نہ رہے۔ ورنہ اس تقلید سے خدا کے خدا جاننے کے راستہ میں بہت سے خطرے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ جو نفحات میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے مشہور ہے کہ باوجود ایک سو ایک دلیل رکھنے کے وحدانیت خدا پر جب شیطان نے سو دلیلوں کو توڑ دیا اگر دستگیری اہل اللہ اور فضل خدا نہ ہوتا تو ان کا ایمان فقط ایک دلیل پر باقی رہ گیا تھا لہذا جب تک یہ تقلید ہے فرماتے ہیں کہ محبت

دنیا میں پھنسے ہوئے ہو ورنہ جب اولیاء اللہ کی طرح خدا کو اور اس کی صفات کو جان لیا پھر خدا مع جمیع صفات مثل آنکھوں کی دیکھی ہوئی چیز کے نظر آنے لگتا ہے۔ اور محبت غیر اللہ کافور ہو جاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں شعر۔

نفس تو سرمست نقلست و نبید   زانکہ روحت خوشہ غیبی نچید
مرغ چوں بر آب شورے می تند   آب شیریں راند ید است و مدد
بلکہ تقلید است آں ایمان او   روئے ایماں راند یدہ جان او
بس خطر باشد مقلد را عظیم   ازرہ و رہزن و شیطان رجیم
چوں بہ بیند نور حق ایمن شود   زاضطرابات شک اور کن شود
صد دلیل آرد مقلد درمیان   ازقیاسے گوید اورا نزعیاں
آں مقلد صد دلیل و صد بیاں   برزباں آرد ندارد ہیچ جاں
چونکہ گویندہ ندار دجان وفر   گفت اورا کے بود برگ و ثمر
شیخ نورانی زراہ آگاہ کند   باسخش ہم نور را ہمراہ کند
جہد کن تا مست و نورانی شوی   تا حدیثت راشود نورت بزوی

یعنی تیرا نفس چونکہ مست کھانے پینے کا ہے اور نور غیبی سے بالکل ناواقف لہذا اس کی شان بعینہ اس جانور کی سی ہے جو بوجہ ناواقفی کے شیریں پانی سے کھاری پانی پر گرا پڑتا ہے اور اپنے ماں باپ کی تقلید سے اس کی عمدگی پر ایمان رکھتا ہے۔ اسی طرح تیرا نفس دنیا پر بوجہ ناواقفی کے نور غیبی سے گرا پڑتا ہے۔ اور اگر نور حق اس پر ظاہر ہو جاتا تو تمام اضطرابات اور شکوک سے رہائی پا کر سچا بندہ خدا کا بن جاتا اور بغیر اس نور کے اگرچہ اس کی محبت حاصل کرنے پر اور اس کی ذات وصفات پر سیکڑوں دلیلیں لا رہا ہے مگر وہ سب دلیلیں قالب بیجان ہیں اور شیخ نورانی جو راہ بتلاتا ہے اس کی باتوں کے ساتھ نور الٰہی ہمراہ ہوتا ہے اور وہ خود اس

نور میں غرقاب رہتا ہے۔ لہذا تو بھی نورانی بننے کی کوشش کر اور کسی نورانی کو ڈھونڈھ کر اس کا پیرو بن جاتا کہ تو بھی غرقاب نور ہو جائے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

کیف مد الظل نقش اولیاست او دلیل نور خورشید خداست
روز سایہ آفتاب رابیاب دامن چوں شمس تبریزی بتاب
خاک شو مردان حق را زیر پا خاک برسر کن حسد راہم چوما

یعنی وہ جو قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے سایہ کو کیسا پھیلایا ہے اس سایہ سے مراد اولیاء اللہ ہیں کہ ان سے خدا کا پتہ لگ جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ سایہ کی طرف سے چل تا کہ آفتاب کو پالے یعنی کسی شمس تبریز جیسے کامل کا دامن پکڑ لے اور مردان خداؒ کے پاؤں کی خاک بن جا اور حسد کو چھوڑ دے تا کہ پھر بجز خدا کے کچھ نظر نہ آئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

آنکہ اواز پردۂ تقلید جست او بنودو حق بہ بیند ہرچہ ہست
نور پاکش بے دلیل و بے بیاں نور بشگافد بیاید درمیاں

یعنی جو شخص پردہ تقلید سے رہائی پالیتا ہے تو وہ پھر وہ نہیں رہتا۔ لہذا جو کچھ دیکھتا ہے خدا ہی کو دیکھتا ہے اور اس کا دیکھنا نہ دلیل کا محتاج رہتا ہے نہ بیان کا بلکہ اس کی ہر بات سے نور خدا پیدا ہوتا ہے، اور یہ آپ کا شعر اول اس حکایت میں ہے جس میں اس مکار صوفی کی مذمت ہے جو رات بھر ''خر برفت و خر برفت'' پر حالت وجد میں رہا تھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

زیں حرارت پائے کوباں تاسحر کف زناں خر رفت و خر رفت اے پسر

جب صبح ہوئی خادم سے صوفی نے اپنا گدھا طلب کیا۔ وہاں گدھا کہاں تھا۔ اہل بزم نے اسی گدھے کو تو بیچ کر انتظام سماع کیا تھا اور قوالوں کو یہ مصرعہ سکھا دیا

تھا۔ خادم نے عرض کیا حضور گدھا تو رات ہی سے غائب ہے۔ صوفی نے کہا اب اہل بزم متفرق ہو گئے تم نے رات ہی کو کیوں نہ کہا۔ خادم نے عرض کیا کہ حضور میں نے کئی بار عرض کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر جب آیا حضور کو کف زناں ''خر برفت و خر برفت'' کہتا پایا۔ میں نے سمجھا کہ حضور ہی کی اجازت سے گدھا گیا ہے مجبوراً چپ ہو رہا۔ یہ سن کر صوفی متحیر ہو کر کہنے لگا۔

مرمرا تقلید شاں بر باد داد کہ دوصد لعنت بر آں تقلید باد

ہاں اس میں شک نہیں کہ آپ نے یا جس فریبی کی تقلید سے آپ نے یہ شعر پڑھا ہے اس نے بغرض رہزنی عوام اہل اسلام اس شعر میں بھی تحریف کی کہ ''مرمرا'' کی جگہ ''دین شاں'' کا لفظ رکھ دیا تا کہ مسلمان دھوکہ کھا جائیں۔ علیٰ ہذا اور اس قسم کے جتنے شعر مثنوی شریف میں ہیں وہ ایسے ہی موقعوں کے ہیں۔ اور شعر آخر یعنی۔ ''دین حق را چار مذہب ساختند''۔ الخ یہ مولانا پر محض افترا اور بہتان ہی ہے۔ اگر مثنوی میں دکھا دو تو ابھی دو سو روپے انعام دیتا ہے۔

مولوی صاحبؒ! میں نے اکثر معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ بمبئی کے شیعوں نے زمانہ غدر کے قریب ایک مثنوی چھپوائی تھی جس میں اکثر اس قسم کے شعر بھی بنا کر چھپوا دیئے تھے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ بعد نالش کرنے اور الحاقی ثابت ہو جانے ان شعروں کے مثنوی کے وہ سب نسخے دریا برد کر دیئے گئے منجملہ ان الحاقی شعروں کے ایک شعر یہ بھی ہے۔ اور دوسرے جو شعر مجھے یاد ہیں جن کا ساری مثنوی میں کہیں نشان نہیں ملتا یہ ہیں۔ بلکہ برخلاف ان کے جن سے ان شعروں کا رد ہوتا ہے بہت شعر پائے جاتے ہیں۔

چوں صحابہ حب دنیا داشتند مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند (معاذ اللہ)
ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام ہمچو سبزہ بار ہا روئیدہ ام

من زقرآں مغز را برداشتم　　استخواں پیش سگاں انداختم

مگر افسوس یہ ہے کہ آپ لوگ بھی روافض کی تقلید کرنے لگے۔ کشف الحجاب میں مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی رحمہ اللہ نے غیر مقلدوں کے مکروں کو جو روافض کے مکروں سے بعینہ مشابہ کر کے لکھا ہے جو کچھ لکھا ہے سچ لکھا ہے۔ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ مولانا کی مراد تقلید اور تحقیق سے اور ہے اور تقلید ائمہ مجتہدین جو مسائل اجتہادیہ میں غیر مجتہد پر واجب ہے وہ اور ہے مگر خیر لفظ تقلید ہی پر نظر رکھ کر کاش آپ مولانا معنوی رحمہ اللہ ہی کی تقلید کر لیتے اور ایسے دھوکہ بازوں کی تقلید سے جو حرام ہے پرہیز کرتے تو ضرور تقلید ائمہ مجتہدین کو مفید اور ضروری سمجھ لیتے اور کبھی ایسے لوگوں کی تقلید کر کے مجتہدین دین کی برابری کا دم نہ بھرتے اور بے سمجھے بوجھے مثل اس ناکردہ کار کے جو بڑے اعلیٰ درجہ کے استادوں کی کاروائی پر اعتراض کرے ائمہ دین پر اعتراض نہ کرتے۔ دیکھو مثنوی شریف کے دفتر پنجم میں مولانا فرماتے ہیں۔ مثنوی

یک مریدے اندر آمد پیش پیر　　پیر اندر گریہ بود و در نفیر
شیخ راچوں دید گریاں آں مرید　　گشت گریاں آب در چشمش دوید
چوں بسے بگریست خدمت کرد ورفت　　از پیش آمد مریدے خاص تفت
گفت اے گریاں چو ابر بے خبر　　از وفاق گریہ شیخ از نظر
اللہ اللہ اللہ اے وافی مرید　　گرچہ در تقلید ہستی مستفید
تانہ گوئی دیدم آں شہ میگریست　　من چو او بگریستم کایں منکریست
گریہ کر جہل و تقلید است وظن　　نیست ہمچو گریہ آں مؤتمن

یعنی ایک مرید اپنے پیر کو روتا دیکھ کر خوب رویا۔ جب ایک خاص مرید نے اس مرید کو جو شیخ کی تقلید سے رویا تھا اور شیخ کے رونے کی حقیقت سے بے خبر تھا

دیکھا اس کو سمجھایا کہ اگرچہ شیخ کی تقلید سے رونا فائدہ مند ہے مگر یہ نہ سمجھ لینا کہ میرے رونے اور شیخ کے رونے کا مرتبہ برابر ہے۔ ایسا سمجھنا شیخ کے مرتبہ کا انکار کرنا ہے کیونکہ جو رونا عارفوں کا ہے ان کے مرتبہ کو بزرگوں کی تقلید سے رونے والوں کا رونا ہرگز برابر نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ اشعار

تو قیاس گریہ برگریہ ساز　　ہست زیں گریہ بداں راہے دراز
ہست آں از بعدی سالہ جہاد　　عقل اینجا ہیچ نتواند فتاد

یعنی اس اپنے رونے کو شیخ کے رونے پر قیاس مت کرو کہ وہ رونا تیس سال کی محنت مشقت کے بعد کا ہے اور یہ رونا شیخ کے رونے کا پرتو ہے۔ بہرحال مراد مولانا کی یہ ہے کہ مجتہد محقق کے مرتبہ کو مقلد نہیں پہنچ سکتا۔ مگر مقلد کو چاہیے کہ مجتہدوں کی برابری کا خیال نہ کرے کہ یہ منکروں کا کام ہے۔ چنانچہ اسی حکایت کے درمیان میں فرماتے ہیں۔ ابیات

گوش کر یکبار خندد یا دو بار　　چونکہ لاغ املا کند یاری بیار
بار اول ازرہ تقلید و سوم　　کہ نمے بیند کہ مے خندند قوم
گر بخندد ہم چو ایشاں بیگماں　　بے خبر از حالت خندندگاں
پس مقلد نیز مانند کراست　　اندراں شادی کہ اور ا رہبراست
پرتو شیخ آمد و منہل ز شیخ　　قبض و شادی ترمریداں بل زشیخ
پرتو شیخ است و آں تقلید شیخ　　چوں بہ بیند شادی از تائید شیخ
چوں سبد پر آب و نوری برزجاج　　گرز خود داند آں باشد لجاج
چوں جدا گر دوز جو داند عنود　　کاندرو آں آب جوش از جوئے بود
آبگینہ ہم بد انداز غروب　　کاں لمع بود ازمہ تابان خوب

یعنی بہرا جس طرح قوم کو ہنستا دیکھ کر بے اختیار ہنسنے لگتا ہے حالانکہ قوم کے

ہنسنے کی وجہ سے بالکل بے خبر ہوتا ہے۔ اسی طرح مرید مقلد شیخ بھی گو حقیقت حال سے کماحقہ بے خبر ہوتا ہے مگر جیسے بہرے کی ہنسی قوم کی ہنسی کا پرتو ہے مرید مقلد کا بھی غم اور شادی پرتو غم اور شادی شیخ کا ہے جیسے ندی میں ٹوکرا اپنے اندر پانی کو اور چاندنی میں آئینہ اپنے درمیان نور کو دیکھتا ہے مگر چاند سے جدا ہو کر آئینہ اور ندی سے جدا ہو کر ٹوکرا جانتا ہے کہ وہ پانی فی الواقع ندی ہی کا تھا اور وہ نور فی الواقع چاند کا تھا۔ اب اگر ٹوکرا اور آئینہ اس پانی اور نور کو اپنا ذاتی تصور کریں ان کی جہالت اور منکر ہونے کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ وغیرہ جملہ شاگردان امام اعظم رحمہ اللہ اگرچہ بعض مسائل میں بوجہ حاصل ہونے قوت استنباط اور اجتہاد کے بظاہر امام کے مخالف معلوم ہوتے ہیں مگر چونکہ جانتے ہیں کہ ہمارا اجتہاد پرتو اجتہاد امام کا ہے اور طفیل انہیں کے اصول اور قواعد کی پابندی کا۔ حاوی۔ قدسی وغیرہ معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ سخت اور غلیظ قسمیں کھا کر فرماتے ہیں کہ واللہ جو کوئی قول ہم نے کہا ہے وہ فی الواقع قول امام ہی کا ہے اور چونکہ کمالات فقاہت امام بخاری رحمہ اللہ پرتو کمالات امام شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن اسمٰعیل بخاری شمار کئے گئے ہیں طبقات شافعیہ میں اور ذکر کیا ہے ان کو طبقات شافعیہ میں بہتوں نے کہ منجملہ ان کے ایک تاج الدین سبکی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ فقاہت حاصل کی بخاری نے حمیدی سے اور حمیدی نے شافعی رحمہ اللہ سے الخ۔

محمدی۔ کیوں صاحب! کیا امام ترمذی یا امام بخاری یا امام مسلم رحمہم اللہ وغیرہ محدثین معتبر جن کی لکھی ہوئی کتب حدیث کو تمام مقلد وغیر مقلد اہل اسلام صحاح ستہ کہتے ہیں آپ نہیں مانتے کیا ترمذی کی حدیث جو بواسطہ حضرت عدی

تفسیر آیہ کریمہ۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم الخ۔ میں نقل کی گئی آپ کے نزدیک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ کیا مخالف جمہور آپ ان کتابوں کی حدیثوں میں کے قول وفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے میں ان محدثوں کی تقلید نہیں کرتے۔ کیا امام ترمذی کی اسناد حدیث آپ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ اگر نہیں تو مخالف جمہور اہل اسلام آپ کا اعتراض بے جا قابل سماعت نہیں۔ اور اگر قابل اعتبار ہیں اور آپ ان حدیثوں کے حدیث ہونے میں انہیں کی تقلید کرتے ہیں تو ان کی تقلید کرنے میں ہم پر اعتراض کیوں؟ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ یہ آیتیں ار اس قسم کی جتنی آیتیں غیر مقلدین مقلدین کی شان میں پڑھتے ہیں سب کفار اور مشرکین اور منافقین کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور غیر مقلدین کا ان آیتوں کو مسلمانوں کی شان میں پڑھنا بموجب قول ابن عمر رضی اللہ عنہ شرار خلق اللہ بننا اور خارجیوں کی نشانی اپنے سر دھرنا ہے یہ آپ کا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اگر آپ کا دعویٰ صحیح ہے تو ذرا آپ ہی تفسیروں سے ثابت کر دیجئے کہ یہ سب آیتیں کفار اور مشرکین کی ہی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ مگر جب تفسیر قرآن میں حدیث ترمذی بیان کرنے میں بھی آپکو اعتراض ہے تو تفسیروں کے بیان کو تو آپ کیوں مانیں گے۔ لہذا بہتر تو یہ ہے کہ آپ نفس ترجمہ قرآن ہی سے یہ ثابت کر دکھائیں کہ یہ سب آیتیں مذکورہ مشرکین ہی کی شان میں ہیں مسلمان کچھ بھی کریں ان آیتوں کے مصداق نہیں بن سکتے۔ لو ذرا ایک آیت اور بھی سن لو۔ کہ جس سے صاف ثابت ہے کہ راستہ ایک ہی مستقیم اور سیدھا ہے۔ دیکھو سورۂ انعام کے اخیر رکوع میں ہے وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم وصاکم بہ لعلکم تتقون ۔ یعنی اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ ”بے شک یہ راستہ میرا مستقیم ہے پس پیروی کرو تم اس کی

اور نہ پیروی کرو تم اور راستوں کی پس تفرقہ میں ڈال دیں گے وہ سب راستے تم کو میرے اس مستقیم راستہ سے اسی بات کی اللہ تم کو وصیت کرتا ہے تا کہ تم ڈرو۔'' کیا یہ بھی مشرکین ہی کی شان میں ہے۔ اور خیر بوستان اور مثنوی سے آپ کے نزدیک بھی بروں کی تقلید کی گمراہی تو ثابت ہوگئی۔ اور آپ مان گئے کہ مولانا کے نزدیک مقلد مثل بہروں کے ہیں اور محقق مثل سن کر عمل کرنے والوں کے ہیں۔ اور ظاہر ہی ہے کہ بہروں سے سننے والے افضل ہوتے ہیں۔ اسی واسطے ہم پیروی قرآن و حدیث کی کرتے ہیں اور قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ ہاں جب تک تحقیق نہ ہو اس وقت تک بہروں کی طرح اگر کسی مسئلہ میں تقلید کر لیں تو مضائقہ نہیں مگر وہ بھی ایسوں کی جن کے اجتہاد کو امت کے اکثر عالم مسلمانوں نے قبول کر لیا ہو۔ جیسے یہ چاروں امام۔ مگر بہرا ہی بنا رہنا ٹھیک نہیں۔ جہاں تک ہو سکے در پے تحقیق رہے اور جب قرآن و حدیث سے خلاف تقلید ائمہ مذکور ثابت ہو جائے فوراً اس پر عمل کرے چنانچہ ہمارے مولانا اسمٰعیل شہید بھی تقویۃ الایمان میں ایسا ہی فرماتے ہیں۔

مقلد۔ مولانا جزاک اللہ۔ شاباش۔ آپ نے ہمارے تمام اعتراضوں کے جواب دے دئے۔ مگر گستاخی معاف۔ کیا سارے جلسہ میں آپ نے سب کو ہی بے سمجھ سمجھ لیا۔ اے اہل جلسہ ذرا انصاف سے بیان تو کرو کہ میں نے کیا عرض کیا تھا۔ اور مولانا نے کیا فرمایا۔

محمدی۔ جناب من میری گفتگو آپ سے ہے آپ ہی انصاف فرمائیں کہ میں نے کیا غلط کہا۔

مقلد۔ بہت اچھا۔ مولانا میں نے تو اپنی ساری تقریر میں نہ صحاح ستہ کے صحاح ہونے سے کہیں انکار کیا ہے اور نہ ترمذی کی حدیث کے حدیث ہونے سے

نہ ان کتابوں کی حدیثوں کے قول و فعل رسول اللہ ہونے میں ان محدثوں کی تقلید سے۔ میں تو انہیں محدثوں کا نہیں بلکہ ان کا اور جمہور محدثین کا اور ان کے اقوال کا جو حدیث کے صحیح۔ حسن۔ قوی۔ ضعیف۔ معلل۔ مضطرب۔ شاذ۔ ناسخ۔ منسوخ وغیرہ ہونے کے قواعد لکھنے والے رجال احادیث کے حالات تحریر فرمانے والے ہیں۔ قرآن سے احادیث سے استنباط کی قوت رکھنے والے ہیں جس طرح سے وہ فرما گئے ہیں۔ اور سب سواد اعظم امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس طریق پر اتفاق ہو گیا ہے بموجب حکم صریح کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ان سب کا مقلد ہوں۔ مگر اس حدیث کے حدیث ہونے میں جو تفسیر آیہ کریمہ اتخذوا احبارھم میں آپ نے ترمذی سے نقل کی اور ترمذی کے قول کی تقلید سے آپ نے اس حدیث کو حدیث مان لیا آپ پر اعتراض اس وجہ سے کیا تھا کہ آپ پہلے فرما چکے تھے کہ تقلید کسی کے قول بلا دلیل ماننے کو کہتے ہیں۔ اور وہ ہر شخص پر ہر وقت حرام ہے۔ اور پھر آپ نے جس امر کو ترمذی نے اپنے استادوں کی تقلید سے کہہ دیا کہ رسول اللہ نے ایسا فرمایا تھا بلا دلیل قرآن و حدیث مان لیا اور ترمذی کی تقلید سے نفس معانی قرآن پر بھی نظر نہ رکھی اور مخالف معانی قرآن اس امر کو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک سمجھ لیا کہ باوجود ہونے اس قول کے مخالف ظاہر معنی کلام اللہ تفسیر قرآن میں پیش کر بیٹھے اور ابھی ہوا کیا ہے۔ آپ تو جس حدیث کو بیان کریں گے اسی حدیث کے حدیث ہونے میں جس کتاب سے اس حدیث کو نقل کرو گے اسی کتاب والے کی تقلید کا الزام بوجہ ہونے اس تقلید کے بلا دلیل آپ پر لازم آئے گا بلکہ آپ اگر ذرا غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ فقط مقلد اسی زمانہ کے ان مولویوں کے ہو جنھوں نے آپ کو مخالف جمہور یہ سکھایا ہے کہ بجز قرآن اور حدیث کے اور حدیثوں میں سے بھی فقط احادیث صحاح ستہ

کے کسی کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں بلکہ ان کتابوں کی حدیثوں کے بھی وہی صحیح معنی سمجھنا جو ہم اور ہمارے ہم جنس علما لکھیں۔ ورنہ انہیں کتابوں میں بکثرت وہ حدیثیں موجود ہیں جن کے معانی اگر بانصاف موافق سمجھ علمائے محققین سمجھے جائیں تو تمام مسائل حنفیہ موافق احادیث صحیحہ کتب مذکور نکلیں گے۔ اگر شک ہو تو ہمارا رسالہ ''جواہر السنیہ فی احادیث فقہ الحنفیہ'' ملاحظہ کیجئے۔ اب فرمایئے کہ ان مولویوں کے اس قول کے ماننے پر آپ کو بلا تقلید کسی کے کونسی آیت بلا واسطہ اللہ سے یا کونسی حدیث بلا واسطہ رسول سے پہنچی ہے۔ اب آپ اول اپنی پہلی پچھلی تقریر کو غور سے بنظر انصاف ملاحظہ فرمالیں کہ آپ کے کلام میں کس قدر تعارض ہے اول تقلید کو ہر وقت ہر شخص کے واسطے حرام فرمایا۔ اور تقلید امام ترمذی میں خود ہی گرفتار ہو گئے پھر مولانا روم علیہ الرحمۃ اور سعدی علیہ الرحمۃ کے اشعار گمراہ ہونے پر مطلقاً برے بھلوں کی تقلید میں پیش کئے۔ جب ان شعروں کی حقیقت کھل گئی تو اب فرماتے ہو کہ چلو خیر الحمد للہ بروں کی تقلید کی برائی تو ثابت ہو گئی۔ مولانا! ہم نے بروں کی تقلید کو کب اچھا کہا تھا۔ اور ہم نے یہ کب کہا تھا کہ مقلد کا مرتبہ مجتہد سے بڑا ہے۔ جو آپ فرماتے ہیں کہ لو مولانا بھی مقلد کو مثل بہرے کے فرماتے ہیں اس واسطے جب تک قرآن حدیث نہ ملے اگر بہرے کی طرح تقلید کر لے تو مضائقہ نہیں۔ مگر جب مل جائے فوراً تقلید ترک کر دے۔ جب سننے لگے پھر کیوں بہرا بنا رہے۔ اور پھر اس قول میں مولوی اسمعیل صاحب کے مقلد بن گئے۔ ایسے ہی مقلدوں کی شان میں جو امام ترمذی بلکہ مولوی اسمعیل جیسے مقلدوں کی تقلید کرنے والے ہیں۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

کور کورہ جوید از کور دگر درچہ اد بار افتد زود تر

نہ کہ ان مقلدوں کی شان میں جو مجتہدوں کی تقلید کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ

مجتہدوں کا بینا ہونا سب پر ظاہر ہے۔ اب ذرا تامل کر کے ان سب باتوں کا جواب دو۔ یا ہم سے تقلید کی قسمیں سن کر جو تقلید حرام ہے اور جس میں آپ گرفتار ہیں اس سے توبہ کرو۔ اور جو تقلید واجب ہے اس کو لازم پکڑو اور ان آیتوں کا کفار کی شان میں جو ثبوت ہم سے طلب کیا گیا ہے خواہ نفس ترجمہ سے سمجھ لو خواہ بموجب تفاسیر معتبر سن لو۔

آیہ اول۔ ان الحکم الا اللہ الخ کی تفسیر میں صاحب تفسیر کبیر علامہ رازی علیہ الرحمۃ اور صاحب معالم وغیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو شرک کرنے پر نزول عذاب سے ڈراتے رہتے تھے۔ جب کفار کہنے لگے

ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ئتنا بعذاب الیم۔

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ بات تمھاری طرف سے حق ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا دو یا ہم پر عذاب درد دہندہ لے آؤ۔

اللہ جل شانہ نے حضور کو فرمایا کہ ان سے کہہ دو۔

ما عندی ما تستعجلون بہ ان الحکم الا للہ۔

یعنی جس کی جلدی کرتے ہو میرے پاس نہیں ہے بلکہ اس میں بجز اللہ کے کسی کا حکم نہیں ہے اسے تقدیم اور تاخیر عذاب کا اختیار ہے۔ چنانچہ یہی مضمون نفس ترجمہ آیت سے سمجھ میں آتا ہے۔ اوپر سے آیت کا ترجمہ دیکھ کر اچھی طرح سمجھ لو۔ دوسری آیت۔ اتخذوا احبارھم و رھبانھم الخ کا یہود اور نصاریٰ کی شان میں ہونا لفظ احبار اور رہبان سے ہی ظاہر ہے اس واسطے کہ یہود و نصاریٰ ہی کے عالموں کو احبار اور درویشوں کو رہبان کہتے ہیں۔ چنانچہ اصحاب تفاسیر معتبرہ امام بغوی وغیرہ تفسیر آیہ مذکور میں اس حدیث ترمذی کو جو مختصر آپ نے بیان

کی پوری حدیث اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

عن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ قال اتیت رسول اللہ ﷺ و فی عنقی صلیب من ذھب فقال لی یا عدی اطرح ھذا الوثن من عنقک فطر حتہ فلما انتھیت الیہ وھو یقرء اتخذوا احبارھم و رھبانھم الخ، حتی فرغ منھا قال فقلت لہ انا لسنا نعبدھم قال الیس یحرمون ما احل اللہ فتحرمونہ و یحلون ما حرم اللہ فتستحلونہ قال فقلت بلی قال فتلک عبادتھم،

یعنی حضرت عدی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سونے کی صلیب گلے میں ڈالے ہوئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عدی اس بت کو اپنے گلے سے اتار ڈال۔ میں نے اتار ڈالا اور آپ کے پاس پہنچ گیا تو آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ الخ جب آپ پڑھ چکے تو میں نے عرض کیا ہم تو ان کو نہیں پوجتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا وہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال نہیں کر دیتے تھے اور تم سب اس امر میں ان کی پیروی نہیں کیا کرتے تھے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یہ بات تو ضرور تھی۔ آپ نے فرمایا بس یہی معنی ہیں ان کی عبادت کرنے کے جو آیت میں مذکور ہے۔ اب فرمایئے مقلدوں میں ایسا کون ہے کہ جس نے کسی ایسے کی تقلید کی ہو جو اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام اور حرام کی ہوئی چیز کو حلال کر دے۔ مقلد تو ایسے شخص کو کافر جانتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ کیا ان اماموں کے ساتھ آپ کا ایسا خیال ہے؟

اور آیت تیسری کے معانی سے تو صراحۃً ظاہر ہی ہے کہ مشرکین کی شان میں ہے۔ چنانچہ امام محی السنۃ بغویؒ تفسیر معالم میں اور نیز دیگر مفسرین اس آیت کے

آگے تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی کفار مکۃ۔" یعنی آیت مذکور میں مراد کفار مکہ ہیں۔

اور آیت کریمہ ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعاً لست منھم فی شیء بھی جس کو مصنف قاتل الفجار نے اپنی کتاب میں نقل کر کے لکھا ہے کہ مصداق اس آیت کے یہی چاروں مذہب والے حنفی شافعی۔ مالکی۔ حنبلی ہیں۔ شان میں یہود و نصاریٰ ہی کے ہے۔ چنانچہ تفسیر معالم میں بروایت مجاہد اور قتادہ اور سدی مفسرین معتبرین وکانوا شیعاً کے آگے لکھا ہے ای صاروا فرقاً مختلفۃ و ھم الیھود والنصاریٰ فی قول مجاھد و قتادۃ والسدی یعنی تینوں مفسر فرماتے ہیں کہ یہ جو اللہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ تحقیق وہ لوگ جنھوں نے فرقہ فرقہ اپنے دین کو کر ڈالا اور متفرق ہو گئے تم کو ان سے لڑنے کی کچھ ضرورت نہیں ان سے مراد آیت میں یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ آیت معاملہ قتال میں آیت قتال کے ساتھ منسوخ ہے۔ چنانچہ آیہ مذکور کے ساتھ اگلی پچھلی آیتوں کو ملا کر دیکھنے سے بھی یہی امر ظاہر ہے کہ آیہ مذکور یہود و نصاریٰ اور مشرکین ہی کی شان میں ہے۔

علیٰ ہذا آیت پانچویں۔ و اذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا اولو کان اباؤھم لا یعقلون شیئاً ولا یھتدون۔ بھی یہود اور مشرکین ہی کی شان میں ہے چنانچہ ترجمہ آیت مذکور سے یہی ظاہر ہے (یعنی جب کہا جاتا ہے ان سے کہ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کی پیروی کرو تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو جس پر اپنے باپ دادوں کو پایا اسی کی پیروی کریں گے۔ گو ان کے باپ دادا کیسے ہی گمراہ اور بے سمجھ ہوں) اور مفسرین معتبرین امام محی السنۃ بغوی و امام رازی علیہ الرحمۃ وغیرہ بھی یہی تحریر فرماتے ہیں۔

اب رہی وہ آیت چھٹی جس کو زور شور سے آپ نے آخر میں پیش کیا ہے۔ وہ آیت بھی یہود اور مشرکین ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ آیہ کریمہ ان هذا صراطی مستقیماً کی پہلی پچھلی آیتوں کو ملا کر دیکھو تو یہی امر ظاہر ہے۔ اس سے اول کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے کہ اے ہمارے حبیب مت پیروی کرو تم ان کی جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ غیروں کو اپنے رب کے ساتھ برابر کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ آؤ جو اللہ نے حرام کیا ہے وہ میں تم کو پڑھ سناؤں۔ اس کے ساتھ کسی کو ساجھی مت بناؤ۔ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور خوف تنگدستی سے اپنی اولاد کو مت مار ڈالو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیں گے۔ اور فحش بات خواہ ظاہر ہو یا باطن اس کے قریب نہ جاؤ اور ناحق کسی کو مت قتل کرو۔ یہ تم کو اللہ وصیت کرتا ہے تو کہ تم سمجھو۔ اور یتیموں کے مال کے قریب نہ جاؤ۔ مگر نیک طریق سے یعنی جس طریق سے یتیموں کی بہتری متصور ہو۔ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں اور انصاف کے ساتھ ناپ تول پوری کرو۔ اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر اس کی طاقت کے اور جب بات کہو انصاف سے کہو گو اپنا نزدیکی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ تم کو اللہ وصیت کرتا ہے تو کہ تم نصیحت پکڑو۔ ان هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه۔ بے شک یہی ہے میرا راستہ سیدھا پس تم اس کی پیروی کرو۔ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله اور مت پیروی کرو تم اور راستوں کی اس واسطے کہ وہ راستے تم کو میرے سیدھے راستے سے تفرقہ میں ڈال دیں گے۔

چنانچہ مفسرین معتبرین علامہ ابوسعود امام محی السنۃ بغوی امام فخر الدین رازی وغیرہ بھی شان نزول ان آیتوں میں یہی تحریر فرماتے ہیں کہ جب مشرکوں بت

پرستوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اچھا وہ کیا باتیں ہیں جو اللہ نے ہم پر حرام کی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ

قل تعالوا اتل ماحرم علیکم ربکم الخ

یعنی کہہ دو اے ہمارے حبیب کہ آؤ جو اللہ نے حرام کیا ہے میں تم کو پڑھ کر سناؤں۔

پھر یہ سارا مضمون مذکورہ بالا بیان فرما کر آخر میں ان سب آیات کے فرما دیا

ذالکم وصاکم به لعلکم تتقون

یعنی ان سب امور کی اللہ نے تم کو وصیت کی ہے تا کہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔

اور آخر میں ان سب آیتوں کے یہ حدیث نقل فرماتے ہیں

عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه خط خطاً ثم قال هذا سبیل الرشد و فی المعالم هذا سبیل الله ثم خط عن یمینه وعن شماله خطوطا ثم قال هذه سبل علی کل سبیل منها شیطان یدعو الیه ثم تلی هذه الآیة۔

اور بعد اس حدیث کے تفسیر کبیر میں ہے۔

عن ابن عباس رضی الله عنه هذه الآیات محکمات لم ینسخهن شئی من جمیع الکتب من عمل بهن دخل الجنة ومن ترکهن دخل النار۔

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک خط کھینچا۔ پھر فرمایا کہ یہ راستہ ہدایت کا ہے۔ اور معالم کی روایت میں ہے کہ یہ راستہ اللہ کا ہے۔ پھر اس کے دہنے بائیں بہت سے خط کھینچ

کر فرمایا کہ یہ جو بہت سے راستے ہیں ان سب پر شیطان ہے کہ اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہ وہ آیتیں محکم ہیں جو کسی کتاب سے نسخ نہیں کی گئیں۔ جس نے ان پر عمل کیا وہ جنتی ہے اور جس نے ان کو چھوڑا وہ جہنمی ہے۔

اب آپ کو ان ساری آیتوں اور حدیثوں کے مضمون سے اگر ذرا بھی آپ کے مزاج میں انصاف ہوگا معلوم ہوگیا ہوگا کہ آیت مذکور میں صراط مستقیم سے وہی راستہ مراد ہے جس میں یہ نو باتیں مذکورہ آیات پائی جاتی ہوں اور جو راستے ایسے ہیں جن میں ان نو باتوں میں سے ایک بات میں بھی نقصان ہو وہی شیطانی راستے ہیں۔ چنانچہ یہود اور نصاریٰ میں جو لوگ اپنے اس عہد پر جو ان کے پیغمبروں نے بموجب حکم توریت اور انجیل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اور علاوہ بریں باعتبار حلت وحرمت بعض اشیاء جن جن امور کا ان سے عہد لیا تھا اور وہ آخر تک اس پر قائم رہے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ علماء یہود اور نصاریٰ اور ان کے پیرو تھے وہی لوگ پیرو صراط مستقیم کہلائے گئے۔ اور جنھوں نے اس عہد کو توڑ دیا توریت اور انجیل میں بغرض اپنی عزت وجاہ کے تحریف کرنے لگے اور ان کے پیرو مصداق الـذین فرقوا دینهم و كانوا شيعاً اور آیہ کریمہ فتفرق بكم عن سبيله کے بن گئے انہی کی شان میں یہ آیتیں نازل فرمائی گئیں۔ علیٰ ہذا اس امت کے وہ مولوی۔ مشائخ اور ان کے پیرو جس میں یہ صفت پائی جائے جیسے علماء نیچری اور آپ کے علماء جو قرآن اور حدیث تو درکنار اشعار میں بھی تحریف کریں۔ اور خدا تو قرآن مجید میں فرمائے

ومن اصدق من الله قيلاً. ومن اصدق من الله حديثاً۔

یعنی خدا سے زیادہ کون سچ بولنے والا ہے اور سچی بات کہنے والا۔

اور یہ کہیں کہ خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے گو کبھی بولے نہیں۔ اور اتنا نہیں سمجھتے کہ بغیر زائل ہونے صفت صدق کے امکان کذب محال ہے اور مرزائیہ مشائخ اور مولوی جو مخالف جمہور معانی قرآن میں تصرف کریں۔ احادیث میں تحریف کریں وہ بھی ان آیتوں کے مصداق بن سکتے ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ یوں کہہ دیا جائے کہ یہ آیتیں اسی امت کے ایسے مولویوں مشائخوں اور ان کے پیروؤں کی ہی شان میں نازل ہوئی ہیں پھر یہ تو ہر مسلمان سے بہت ہی بعید ہے کہ ہر اچھے، ہے۔ متقی۔ عالم۔ شیخ۔ مجتہد۔ فقیہوں کی تقلید کی ہی نسبت مطلقاً ان آیتوں کا لکھنا پڑھنا شروع کر دے۔ جیسا کہ مصنف قاتل الفجار وغیرہ اکثر وہابیوں نے اپنے رسالوں میں کیا ہے۔ بھائی اچھوں کی پیروی کو خود اللہ جلشانہ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ دیکھو سورۂ لقمان میں ہے۔

و اتبع سبيل من اناب الي۔

یعنی پیروی کر تو ان لوگوں کی جو میری طرف رجوع کرتے ہیں۔

اگرچہ شان نزول اس آیت کا خاص ہے۔ اطاعت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یا اطاعت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں۔ مگر حکم عام ہے۔

اور سورۂ شعراء کے آخر رکوع میں تو صراحۃً اللہ جل شانہ مطلقاً ان لوگوں کے واسطے جو متقیوں کے امام اور پیشوا بننے کی اور متقیوں کی پیروی کرنے کی دعا کرنے والے ہیں جنت کا وعدہ فرماتا ہے۔ حیث قال تبارک و تعالیٰ

والـذين يقـولـون ربـنـا هب لنا من ازواجنا و ذرياتنا قرة اعين واجـعـلـنـا لـلـمتقين اماماً. اوليک يجزون الغرفة بما صبروا و يلقون فيها تحية و سلاماً۔

اور صاحب معالم اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں

نقتدی بالمتقین ویقتدی بنا المتقون

(خلاصہ ترجمہ بموجب تفسیر معالم) یعنی جو متقیوں کے پیرو رہنے کی اور پھر متقیوں کے پیشوا بننے کی دعا کرتے ہیں ان کو تعظیم تکریم کے ساتھ جنت عطا کی جائے گی۔

اور اس سے بھی زیادہ دوسری جگہ یہ ارشاد ہوتا ہے کہ سب کو فقاہت یعنی قوت اجتہاد حاصل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ تم میں سے جو لوگ فقاہت حاصل کرلیں دوسروں کو ان کی پیروی لازم ہے۔ چنانچہ اس آیہ کریمہ سے یہ امر ظاہر ہے۔

وما کان المومنون لینفروا کافة. فلو لا نفر من کل فرقة طائفة لیتفقهوا فی الدین و لینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون۔

(یعنی سب کے سب مسلمان تو باہر جانے سے رہے پھر ہر گروہ سے تھوڑے سے آدمی کیوں نہیں نکلتے کہ دین میں سمجھ یعنی قوت اجتہاد حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرائیں کہ وہ مخالفت حکم خدا سے بچیں۔)

اور اچھے لوگوں ایمانداروں کی تقلید اور پیروی چھوڑنے والوں کی شان میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَ من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لهم الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم وساءت مصیراً۔

(یعنی جو شخص مخالفت کرے رسول کی بعد ظاہر ہونے ہدایت کے اور پیروی اور تقلید کرے وہ مومنوں کے راستہ کے سوا دوسرے راستہ کی۔ پھیر دیں گے ہم اس کو اسی طرف جدھر وہ پھرا تھا۔ اور پہنچا دیں گے ہم اس کو جہنم میں اور برا ہے ٹھکانا)۔

شان نزول اس آیت کا بھی اگرچہ قصہ طعمة بن ابیرق ہے مگر حکم عام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مومنین سے مراد آیہ کریمہ میں یہی جماعت مقلدین مذاہب اربعہ کی تقلید شخصی ہے جو مصداق ہے سواد اعظم اور جماعت کثیر کی کہ جس جماعت کا اور جس کے پیرووں کا اتباع شیطان سے بچا رہنا نص صریح کلام اللہ سے ثابت ہے اور اس کے جمیع مخالفین کا بوجہ ہونے ان فرقوں کے تنہا تنہا مصدق قلت بلکہ بوجہ ہونے سب فرقوں کے بھی بمقابلہ سواد اعظم مقلدین کے قلیل ان سب کا متبع شیطان ہونا قرآن سے ظاہر ہے۔ دیکھو پارہ ''والمحصنات'' میں خاص ذکر امت مرحومہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے

ولو لا فضل اللہ علیکم و رحمته لا تبعتم الشیطان الا قلیلاً۔

(یعنی اے امت مرحومہ اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور رحمت۔ تو تم بھی سب شیطان کے پیرو ہو جاتے مگر تھوڑے)۔

جس کا ماحصل یہ ہوا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے تم سب تو شیطان کے اتباع سے بچ گئے مگر تھوڑے تم میں سے پیرو شیطان کے ہوں گے۔ یعنی جس طرح اور پیغمبروں کی امت کی نسبت قرآن مجید میں بہت جگہ آیا ہے کہ تھوڑی ہی ہدایت پاتے ہیں۔ شکر گزار تھوڑے ہی ہوتے ہیں چنانچہ آل داؤد علیہ السلام کی شان میں فرمایا۔ وقلیل من عبادی الشکور۔

اور پھر دوسری جگہ داؤد علیہ السلام سے حکایۃً یوں ارشاد فرمایا

و ان کثیراً من الخلطاء لیبغی بعضهم علی بعض الا الذین امنوا وعملوا الصالحات و قلیل ماهم۔

اور نوح علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرمایا و ما امن معه الا قلیل۔

سارے قرآن میں امت مرحومہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں

کہیں بھی یہ نہ فرمایا کہ تم بھی تھوڑے ہی رہ جاؤ گے۔ رہا یہ امر کہ بہ نسبت زیادہ رہنے اور ہونے کفار کے جو کہیں ذکر آیا ہے وہ ہم کو مضر نہیں اس واسطے کہ ہمارا کلام تو ان میں ہے جو مسلمانوں میں سے ہدایت پر رہیں اور جو گمراہ ہو جائیں۔ بلکہ علاوہ آیت مذکورہ ولو لا فضل اللّٰہ علیکم و رحمتہ لا تبعتم الشیطان الا قلیلاً کے فرمایا تو اس سے بھی زیادہ اس امت کی نسبت یہ فرمایا کہ ثلۃ من الاولین و ثلۃ من الاخرین

اس کی تفسیر میں امام محی السنۃ بغوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وصحبہ وسلم من ادم الینا ثلثۃ ومنی الی یوم القیمۃ ثلۃ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاخرین کے یہ معنی ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک مع سارے پیغمبروں کے اہل جنت کی ایک جماعت بے شمار ہوگی۔ اور مجھ سے قیامت تک میرے امتیوں کی ایک جماعت بے شمار ہوگی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آدھی جنت میں تمام پیغمبر مع اپنے امتیوں کے ہوں گے اور آدھی جنت میں میں ہوں گا مع اپنے سارے امتیوں کے چنانچہ خاص اس مضمون کی کئی احادیث صاحب معالم تحریر فرماتے ہیں۔ یہ معنی تو اس تقدیر پر ہیں جب اس سے پہلے آیت ثلۃ من الاولین وقلیل من الاخرین کے یہ معنی کئے جائیں کہ ان لوگوں کی جو نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں پہلے امتیوں میں سے ایک جماعت بے شمار ہوگی اور پچھلے لوگوں میں یعنی آپ کے امتیوں میں سے ایسے لوگ کم ہوں گے۔ تا کہ یہ دوسری آیت بموجب حدیث مرویہ معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبر ببرکت گریہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فضل خداوند کریم ناسخ حکم آیۃ اول ہو جائے ورنہ بموجب قول اکثر

ہی معتبرین مجاہد و عطا بن ابی رباح وضحاک وغیرہ تو دونوں آیتوں میں دونوں امت مرحومہ کی مراد ہیں چنانچہ معالم میں ہے

مجاھد و عطاء ابن ابی رباح والضحاک قالوا ثلۃ من الاولین من سابقی ھذہ الامۃ و قلیل من الاخرین من ھذہ الامۃ فی اخر الزمان

یعنی یہ تمام مفسر معتبر جو اجلہ تابعین سے ہیں فرماتے ہیں کہ معنی آیت اولیٰ یہ ہیں کہ جو لوگ نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں ان کی ایک جماعت بے شمار ہوگی اس امت کے پہلے لوگوں میں سے اور نسبت ان کی اس امت کے آخر زمانے کے لوگوں میں سے ایسے لوگ کم ہوں گے ورنہ اس امت کے مطلقاً نیکوکاروں کی شان میں تو یوں ارشاد ہوتا ہے کہ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاخرین یعنی اس امت کے پہلے نیکوکاروں کی جماعت بھی بے شمار ہوگی اور پچھلے نیکوکاروں کی بھی جو صاحب یمین کہلائے جائیں گے۔ اور حوریں باکرہ اور تمام جنت کے عیش و آرام ان کے واسطے ہیں جماعت بے گنتی اور بے شمار ہوگی۔ اور حدیثیں اس مضمون کی کہ جب تم میں اختلاف ہو تو بڑی جماعت کی پیروی کرنا۔ کیونکہ جو بڑی جماعت سے نکلا۔ جہنم میں پھینکا گیا۔ بہت سی ہیں۔ چنانچہ قریب چالیس کے تو اس مضمون کی حدیثیں بخاری و مسلم وغیرہ کتب معتبر حدیث سے بغرض اختصار میں نے اپنے رسالہ ''مختصر المیز ان لکلام السجان'' میں نقل کی ہیں۔ جس کا جی چاہے دیکھ لے اور آیۃ مذکورہ نولہ ماتولی ونصلہ جھنم سے تو یہ مضمون خوب ظاہر ہو ہی چکا۔ اب فرمایئے وہ جماعت مقلدین کی جس کا نام محمدی جماعتوں اور فرقوں میں بڑی محمدی جماعت ہونا ہر چھوٹے بڑے پر ظاہر ہے کیونکر گمراہ ہو سکتی ہے اور اس کی تقلید کیونکر بدعت بن سکتی ہے۔ لامحالہ اس جماعت کا اور اس جماعت کے پیروؤں کا گمراہ کہنے والا بلاشبہ وہی ہو سکتا ہے۔ جو قرآن و

حدیث کی پیروی سے بے خبر۔ گمراہ۔ سراپا شر۔ مصداق آیہ کریمہ مذکورۂ بالا و یتبع غیر سبیل المومنین ہے۔

محمدی۔ جناب من! آپ کی اس تقریر سے تو ہمارا مدعا ثابت ہوگیا۔ آپ نے ابتداء تقریر میں فرمایا کہ میں سب کا مقلد ہوں۔ بس یہی ہمارا مدعا ہے کہ کسی ایک مجتہد خاص کے جمیع امور میں تقلید نہ کی جائے۔ ایسی تقلید کو ہم حرام کہتے ہیں۔ اس تقلید کو ہم حرام نہیں کہتے کہ جس امام کے قول کو خواہ وہ مجتہد ہو یا محدث موافق قرآن وحدیث قوی پایا اس کی اس میں تقلید کرلے اور جس قول کو مخالف قرآن و حدیث پایا فوراً اس میں اس کی تقلید چھوڑ دے۔ چنانچہ مولانا اسمٰعیل کے قول کے موافق اس بات کو آپ نے بھی تسلیم کرلیا ہے اور فرمادیا کہ میں سب کا مقلد ہوں اس واسطے کہ بصورت تقلید شخصی تو یہ کہنا کہ میں سب کا مقلد ہوں ایسا ہے جس طرح کوئی کہے کہ میں فقط ایک ہی حاکم کا تابعدار ہوں۔ اور پھر کہے کہ میں تو تمام حاکموں کا تابعدار ہوں۔ اور دلیلیں جو آپ نے بیان کیں ان سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ حنفی شافعی وغیرہ مقلدین بہ تقلید شخصی ہی جنتی ہوں گے۔ اس واسطے کہ تمام محمدیوں میں سے بڑی جماعت کے یہی مصداق ہیں اور محمدی بڑی جماعت کا ہی تمام محمدی فرقوں میں سے شیطان کے اتباع سے بچا رہنا قرآن سے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ کرام سے ۲۰۰ء دوسو تک کوئی مقلد بہ تقلید شخصی نہ تھا۔ چنانچہ مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں۔

وبعد المائتین ظهر فیهم التمذهب للمجتهدین باعیانهم و قل من كان لایعتمد علی مذهب مجتهد بعینه۔

یعنی بعد ۲۰۰ء کے اہل اسلام میں تقلید مجتہد معین کی اس درجہ ظہور پذیر ہوئی کہ بہت ہی کم لوگ تھے جو اپنے مجتہد معین کے قول پر اعتماد نہ رکھتے ہوں لہٰذا

اور اب آپ کے اس قول کے اگر بڑی جماعت کے مصداق یہی مقلدین ہیں جن کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسو برس بعد ہوا تو ہم لوگ اور صحابہ کرام یعنی ۲۰۰ء تک کے لوگ اور خود وہ امام جن کی تقلید تم ثابت کر رہے ہو اور تم خود اور اب اپنے پہلے قول کے کہ میں سب کا مقلد ہوں اتباع شیطان سے نہ بچے نعوذ باللہ من ذالک۔ اور اگر بڑی جماعت کے مصداق وہ لوگ ہیں جو ۲۰۰ء تک تھے اور بعدہ اس قسم کے کم رہ گئے اور اب تک کم ہی رہتے چلے آتے ہیں جیسے ہمارا گروہ تو بالضرور مقلدین متبع شیطان رہے اور آپ کی ہی دلیل سے ہمارا مدعا ثابت ہوگیا۔ رہے نیچری۔ مرزائی۔ قائلین امکان کذب۔ ان کو ہم بھی گمراہ سمجھتے ہیں۔ ہاں قائلین امکان کذب باری کو آپ شاید گمراہ نہ سمجھتے ہوں۔ کیونکہ یہ مسئلہ تو علماء حنفی مقلدین گنگوہ و دیوبند ہی سے شہرت پایا ہے بلکہ وہ تو اتنے بڑے حنفی مقلد ہیں کہ مخالف حدیث فقط باتباع کتب فقہ کو اتک کھا رہے ہیں۔

مقلد:۔ مولانا اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے میری دلیلوں کو تو تسلیم کرلیا مگر جو مدعا دلائل مذکور سے ثابت ہوتا ہے اس کو آپ قطعاً نہ سمجھے۔ حضرت میں نے جو دلائل بیان کئے ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بڑی جماعت امت مرحومہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع شیطان سے بچی رہے گی۔ اکثر لوگ اس امت کے ہمیشہ ہدایت پر رہیں گے گو قلیل گمراہ ہو جائیں لہٰذا ۲۰۰ تک جب تک اجماع امت مرحومہ تقلید شخصی ایک مجتہد معین پر نہ ہوا تھا اور سب لوگ بوجہ قرب زمانہ نبوت اور پائے جانے شروط اجتہاد کے بہت ہوں میں اپنی تحقیق پر عمل کرتے تھے۔ یا بلا قید مجتہد معین کے جس مسئلہ کو جس مجتہد سے چاہتے تھے پوچھ کر عمل کرلیتے تھے اس وقت تک بوجہ متفق ہونے جماعت اہل اسلام کے اس امر پر یہی امر حق تھا اور اسی میں اتباع سواد اعظم اور پیروی طریقہ مومنین کی تھی اور اس وقت اگر کوئی

جماعت قلیل اس کی مخالفت کرتی بے شک مصداق من شذشذ فی النار اور آیہ کریمہ و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی کی بن جاتی۔ اور جب اجماع سواد اعظم وجوب تقلید شخصی یعنی تقلید ایک مجتہد معین پر ان چاروں اماموں سے قرار پا گیا اسی وقت بموجب آیہ کریمہ ولولا فضل الله علیکم و رحمته معلوم ہوگیا کہ اب اسی طریق پر شیطان کی پیروی سے بچنا ممکن ہے اور اس کی مخالفت بوجہ مخالفت سواد اعظم مومنین سراسر پیروی شیطان کی ہے اور بموجب حدیث شریف مرویہ ابن ماجہ شریف لاتجتمع امتی علی الضلالة فاذا رایتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم فانه من شذشذ فی النار کہ جس کے ہم معنی بہت سی حدیثیں طرق مختلف اور اسانید معتبر سے کتب صحاح ستہ وغیرہ میں منقول ہیں جن میں سے چالیس احادیث کے قریب تو ہم نے اپنے رسالہ مختصر المیزان ہی میں نقل کی ہیں۔ اگر چاہو رسالہ مذکور کو دیکھ لو یہ موجود ہے۔

لو اب تو آپ پر بھی اگر انصاف دل میں ہے خوب ظاہر ہوگیا ہوگا کہ دوسو برس کے بعد سے اب تک اسی تقلید شخصی کا اتباع لازم ہے بوجہ اتفاق سواد اعظم مومنین کے وجوب پر اسی تقلید شخصی کے اور جس نے اس کی مخالفت کی دوزخ میں پھینکا گیا۔ چنانچہ ابو طالب مکی قوت القلوب میں بعد بیان اس امر کے کہ یہ نسخے کتب حدیث وفقہ کے مع اتفاق امت مرحومہ کے تقلید شخصی پر بعد ۲۰۰ کے ظاہر ہوئے۔ یہ عبارت بھی نقل فرماتے ہیں و کان هذا هو الواجب فی ذالک الزمان یعنی ایک مجتہد کی تحقیق پر اعتماد کرنا اس زمانہ میں واجب سمجھا جاتا تھا اور ایک مجتہد کی تقلید اختیار کرنے کے بعد دوسرے مجتہد کے دو چار بھی ان قولوں پر جو اپنے مجتہدوں کے مخالف ہوں عمل کرنے کو سخت معیوب سمجھتے تھے۔

چنانچہ بستان المحدثین میں مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

[illegible] یحیی بن یحیی در ہر مسئلہ اتباع اجتہاد امام مالک لازم گرفتہ بود مگر در چہار [illegible] مذہب ابن سعد مصری اختیار میکرد و مردم آں دیار بسبب کمال اعتقاد امام مالک او دریں مخالفت قلیلہ ہم برو گرفت مے کروند و انکار مینمودند۔

اور ظاہر ہے کہ اہل علم کی گرفت اہل علم ہی کرتے ہیں۔

اب رہا یہ امر کہ ۲۰۰ تک اتفاق امت مرحومہ اس طریق پر اور ۲۰۰ کے بعد بالکل اس طریق پر کیوں ہوا۔ اس کے بیان کی ہم کو ضرورت نہیں۔ جب کوئی ہم سے پوچھے کہ نماز کے ہونے کی کیا دلیل ہے تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ آیہ کریمہ اقیموا الصلوۃ اور اگر کوئی پوچھے کہ اللہ نے اس کو فرض کیوں کیا تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کی واقعی وجہ اللہ ہی خوب جانتا ہے گو مختلف وجوہ علماء نے بھی اپنی دانست سے بیان کی ہیں۔ اگر رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف کو خود ملاحظہ کر لیا آپ نے عبارت مذکورہ انصاف پیش کی ہوگی تو اس کی وجہ بھی جو علماء نے بیان کی ہے آپ پر خوب ظاہر ہوگئی ہوگی۔ مگر خیر کچھ ہم بھی آپ کے اطمینان کے لیے بیان کیے دیتے ہیں کہ قرآن مجید سے اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ جس کسی امر میں قرآن مجید کے مضامین سے باہم اختلاف معلوم ہو یا کسی اور امر میں جس کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہو یا صحابہ کرام سے اس کو اپنی سمجھ کے موافق باہم اختلاف سمجھ لینا اور شہرت دے دینا منافقوں کی نشانی ہے لہذا بموجب نص صریح کلام اللہ جو کوئی اس قسم کا مضمون بظاہر مختلف معلوم ہو اس کا تحقیق کرنا زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا ان علماء سے جو قوت استنباط کی رکھتے تھے اور جب تک اس قسم کے علماء پائے جاتے ہیں فرض تھا اور [illegible] فرض ہے اور یہ بھی قرآن ہی سے ثابت ہے کہ ہر ایک عالم میں قوت اجتہاد اور استنباط کی نہیں ہوتی۔ چنانچہ پارہ والمحصنات کے آٹھویں رکوع میں ان سب

باتوں کو خداوند کریم منافقوں کی شان میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے۔

افلا یتدبرون القران ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافا کثیراً واذا جاء هم امر من الامن او الخوف اذا عوابه ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم

یعنی کیا یہ منافق قرآن کو نہیں سمجھتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کے پاس سے آتا تو بے شک اس میں بہت اختلاف پاتے اسی واسطے جب کوئی بات امن کی یا خوف کی ان کے پاس آتی ہے تو اس کو پھیلا دیتے ہیں اور اگر اس میں رسول کی یا علماء دین کی طرف رجوع کرتے تو البتہ ان سب عالموں میں سے وہ عالم جو قرآن وحدیث سے قوت استنباط اور اجتہاد کی یعنی ان مسائل کے نکالنے کی رکھتے ہیں جو ہر عالم میں نہیں ہوتی۔ اس ظاہری اختلاف کی حقیقت جان لیتے۔

اسی واسطے بموجب آیہ کریمہ مذکور جب تک اس قسم کے سارے مسائل کسی ایک مجتہد نے ایک جگہ جمع نہیں کئے تھے جس مجتہد سے چاہتے تھے دریافت کر کے اس پر عمل کر لیتے تھے۔ اور جب اس قسم کے سارے مسائل مجتہدوں نے باب باب اور فصل فصل کر کے جمع کر دیئے اور پھر بوجہ بعد زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ بغیر حاصل ہونے قوت اجتہاد مطلق دعویٰ اجتہاد کر کے مخالف سلف فتویٰ دینے لگے اور اس وجہ سے بہت سے باطل مذہب پھیل گئے جس طرح غیر مقلدوں میں سے جب سے ترک تقلید کا شہرہ ہوا ہے مثل نیچری۔ مرزائی۔ نذیریہ۔ عبدالوہابیہ۔ اشاعۃ القرآن وغیرہ بہت سے گمراہ فرقے اب تھوڑی ہی مدت سے پھیل گئے۔ اور پھر بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ باوجودیکہ ایک مجتہد کو ہر وجہ سے علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاننے والوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں اور باایں ہمہ بعض اوقات ان کے کسی مسئلہ کو مخالف اپنی

[illegible] کے مجھ کر دوسرے مجتہد سے جن کا قول اس قسم کے مسائل میں ان [illegible] ہے پوچھ کر عمل کر لیتے ہیں اور گمراہ فرقوں میں جا ملتے ہیں۔ بغرض بند [illegible] اس قسم کے احتمالات کے جو بموجب ظاہر حال اکثر آدمیوں کے [illegible] آتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رفتہ رفتہ سب امت کو اس امر پر مجتمع کر دیا [illegible] مجتہد کو جو کوئی شخص اپنی سمجھ کے موافق معتبر سمجھ کر اس کی تقلید کر لے اب اس [illegible] کرنا گویا آیہ کریمہ ولو ردوه الی الرسول الخ کی مخالفت کرنا ہے۔ [illegible] جانے بعض ناکسوں اور بدعتیوں کے داعی اجتہاد اور بوجہ چھوڑنے بعض [illegible] کے تقلید مجتہد اول کو محض بغرض خواہش نفس اور ترک کرنے احتیاط اور [illegible] رخصت کے موقعوں کے اور بن جانے اور ہو جانے اس شخص کے بعینہ [illegible] اس بے وقوف کے جو کامل استادوں کی بنائی ہوئی عمارت مثل تاج گنج آگرہ اور جامع مسجد دہلی کے بعض در و دیوار کو خود کاریگری کا مدعی بن کر یا کسی دوسرے [illegible] معمار کے بہکانے سے اس کی نکمی بودی عمارت کے ظاہر حال کو اپنی حالت یا اپنی سمجھ کے موافق اس سے بہتر جان کر کھودنا شروع کر دے اور یہ بالکل نہ جانے [illegible] اس عمارت میں ایسے ہی در و دیوار موزوں ہوتے ہیں اور جن کاریگروں نے ان کو بنایا ہے وہ ایک استاد کامل تھے اور پھر اس سے ایسے بن سکیں نہ ویسے۔

ہاں البتہ اگر کوئی شخص فی الواقع مرتبہ اجتہاد کو کل مسائل یا بعض مسائل میں پہنچ جائے اور بموجب شرائط اجتہاد اس کے نزدیک کوئی حدیث مرتبہ صحت کو پہنچ جائے بے شک وہ شخص بموجب قول امام اذا صح الحدیث فهو مذهبی یعنی جب حدیث بموجب شرائط اجتہاد مرتبہ صحت کو پہنچ جائے اس پر عمل کرنا میرا ہی مذہب ہے۔ اور اترکوا قولی بخبر الرسول صلی الله علیه وسلم یعنی میرے قول کو حدیث کے مقابلہ میں چھوڑ دو۔ بموجب قول جمہور سلف و خلف اس

حدیث پر ضرور عمل کرے اور مخالف حدیث بلاشبہ اس کو تقلید کرنا اس مسئلہ خاص میں حرام ہے۔ اسی واسطے مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ عقد الجید مطبوعہ مطبع محمدی لاہور کے صفحہ ۳۸ میں انہیں چاروں مذہبوں میں سے ایک مذہب کی تقلید اس زمانہ میں ضروری ہونے کے دلائل بیان کر کے ابتداء صفحہ ۴۰ سے آخر صفحہ ۴۲ تک ابن حزم کا وہ قول جو بالکل ان دلائل کے مخالف ہے نقل کرتے ہیں اور اس قول کی ان دلائل کے ساتھ اس طرح موافقت بیان فرماتے ہیں

وانما یتم ذالک فیمن لہ ضرب من الاجتہاد ولو فی مسئلة واحدة و فیمن ظہر علیہ ظہوراً بیناً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر ھکذا ونہیٰ عن ھذا

یعنی یہ قول ابن حزم کا اس شخص کی شان میں پورا ہو سکتا ہے جس کو ایک قسم کی قوت اجتہاد کی حاصل ہو۔ اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں سہی تو اس کو اسی ایک مسئلہ میں ترک تقلید جائز ہے۔ علیٰ ہذا اس شخص کی شان میں ہے کہ جس پر خوب یقینی طور سے ظاہر ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے۔ اس بات کا حکم دیا ہے۔ خواہ بطور کشف وشہود کے یا بوجہ قرب زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہیٰ۔ نہ کہ ہر عام وخاص کی شان میں کہ جو حدیث کے حدیث ہونے اور قوی اور ضعیف اور صحیح اور حسن ہونے میں بھی انہی محدثوں کا مقلد ہو جو خود ان مجتہدوں کے مقلد تھے۔ چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں اور جن کے بڑے بڑے استاد اپنے ضعف علم کے ان مجتہدوں کے مقابل میں قائل تھے۔ چنانچہ خیرات الحسان میں امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ

امام المحدثین اعمش کہ ائمہ تابعین میں سے بڑے امام جلیل القدر تابعی شاگرد حضرت انس رضی اللہ عنہ استاد امام بخاری کے ہیں ایک روز امام اعظم رحمہ

اللہ کے چند مسئلے سن کر پوچھ بیٹھے کہ یہ مسئلے تم کہاں سے کہتے ہو۔ فرمایا ان حدیثوں سے جو تم سے مجھ کو پہنچیں ہیں اور مع سند ساری حدیثیں لفظ بلفظ پڑھ کر سنا دیں۔ اعمش رضی اللہ عنہ ان سب حدیثوں کو سن کر فرمانے لگے۔

اے جماعت فقہاء کی تم نے دونوں مرتبے روایت (یعنی حدیث دانی) اور فقاہت کے حاصل کر لیے۔ جن حدیثوں کو سو دن میں میں نے سنایا تھا تم نے مع اس کی فقہ کے ایک ساعت میں پڑھ سنایا۔

حضرت اسی خیرات الحسان میں ہے کہ آپ کے علم حدیث میں چار ہزار استاد تو تابعیوں میں سے وہ تابعی ہیں جو امام گنے جاتے تھے۔ اور اسی میں ہے کہ حضرت مسعر بن کدام رحمہ اللہ دادا استاد امام بخاری رحمہ اللہ بوجہ آپ کے مرتبہ بلند اور پایہ عالی کے علم وفقاہت میں آپ کے ساتھ آپ کے گھوڑے کی رکاب پکڑ کے دوڑا کرتے تھے۔

اور نیز خیرات الحسان تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی تنویر الصحیفہ یوسف بن عبد الہادی الحنبلی وغیرہ معتبر کتابوں میں ہے کہ آپ کے شاگرد علم حدیث جو آپ سے حدیثیں سن کر روایت کرنے والے ہیں وہ مثل امام مالک بن انس۔ امام سفیان ثوری۔ امام لیث بن سعد۔ امام مسعر بن کدام کی کہ یہ دونوں امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ہیں اور مثل امام زفر امام عبداللہ بن مبارک جیسے فقہاؤ محدثین اس کثرت سے ہیں کہ ان کا لکھنا اور ضبط کرنا مشکل ہے مگر پچھلے محدثوں کے نزدیک اگر لفظ حدیث کے یاد نہ رہیں اس حدیث کو بذریعہ معنی چونکہ روایت کرنا جائز ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز۔ اس واسطے بوجہ نہ پائے جانے اس شرط کے اپنے درمیان اور نہ یاد رہنے الفاظ حدیث کے مثل شرط امام کے آپ سے روایت کرتے ہوئے ڈرتے ہیں ورنہ اس کے کیا معنی کہ آپ کو تمام محدثین حافظ حدیث جانیں اور پھر آپ سے روایت نہ کریں۔ علیٰ ہذا القیاس ایسا ہی حال علم وکمال ان دوسرے مجتہدوں کا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ میزان میں حضرت امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ سے نقل فرماتے ہیں کہ

ایاکم ان تبادروا الی الانکار علی قول مجتهداد تخطیته الابعدا حاطتکم بادلة الشریعة کلها و معرفتکم بجمیع لغات العرب التی احتوت علیها الشریعة و معرفتکم بمعانیها و طرقها و انی لکم ذالک۔

یعنی بچاؤ تم اپنے آپ کو انکار کرنے اور خطا نکالنے سے کسی مجتہد کے مگر بعد احاطہ کر لینے کے کل دلیلوں پر شریعت کے اور پہچان لینے تمام ان عربی لغتوں کے جن کو شریعت حاوی ہے۔ اور بعد پہچان لینے ان کے تمام معانی اور طریقوں کے۔ اور یہ بات تم کو کہاں میسر ہے۔ اور علامہ شامی بھی ایسا ہی تحریر فرماتے ہیں۔ اور اسی طرح بہت سے محدثین اور فقہاء لکھتے چلے آئے ہیں۔ لہذا مولوی اسمٰعیل صاحب کا بھی قول ایسے ہی لوگوں کی شان میں ہے جو قوت اجتہاد یہ رکھتے ہوں ورنہ ان کا قول کوئی وحی نہیں ہے کہ خواہ مخواہ مخالف جمہور اہل اسلام اور مخالف انہیں کی بزرگوں کے مانا ہی جائے۔ چلو کسی کی نہ مانو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تو قول مانو گے۔ امام قسطلانی اپنے مقدمہ میں اور اشباہ والنظائر میں علامہ شیخ زین العابدین رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں۔

ذکر البزازی فی المناقب عن الامام البخاری رحمه الله الرجل لا یصیر محدثاً کاملاً الا ان یکتب اربعه مع اربع کاربع مع اربع فی اربع عند اربع با ربع علی ازبع عن اربع لاربع و هذه الرباعیات لاتتم الاباربع مع اربع فاذا تمت له کلها هانت علیه اربع وا[illegible]ی باربع فاذا صبر اکرمه اللّٰه تعالیٰ فی الدینا باربع و اصابه فی الاخرة باربع اما الاولی فاخبار الرسول صلی الله علیه وسلم و شرائعه و اخبار اصحابة و مقادیرهم والتابعین و احوالهم وسائر العلماء و تواریخهم

مع اربع اسماء رجالهم و کناهم و امکنتهم و ازمنتهم کا ربع التحمید مع الخطب و الدعاء مع الترسل والتسمیة مع السورة والتکبیر مع الصلوة مع اربع المسندات والمرسلات والموقوفات والمقطوعات فی اربع فی صغره فی ادراکه فی شبابه فی کهولته عند اربع عند شغله عند فراغه عند فقره عند غناه باربع بالجبال بالبحار بالبراری بالبلدان علی اربع علی الحجارة علی الاخذف علی الجلود علی الاکتاف الی الوقت الذی یمکن نقلها الی الاوراق عن اربع عن من هو فوقه و دونه و مثله و عن کتابة ابیه اذا علم ان خطه لاربع لوجه اللّٰه تعالیٰ و رضاه و للعمل به ان وافق کتاب اللّٰه تعالیٰ و نشرها بین طالبیها ولا حیاء ذکره بعد موته ثم لاتتم له هذه الاشیاء الاباربع من کسب العبد وهو معرفة الکتابة واللغة والصرف والنحو مع اربع من عطاء اللّٰه تعالیٰ الصحة والقدرة والحرص والحفظ فاذا تمت له هذه الاشیاء هانت علیه اربع الاهل والولد والمال والوطن و ابتلی باربع بشماتة الاعداء و ملامة الاصدقاء و طعن الجهال وحسد العلماء وفاذا صبر اکرم اللّٰه تعالیٰ فی الدنیا باربع بعز القناعة و هیبة النفس ولذة العلم و حیات الابدو اصابه فی الاخرة باربع بالشفاعة لمن اراد من اخوانه و بظل العرش حیث لاظل الاظله و الشرب من الکوثر وجوار النبیین فی اعلیٰ علیین فان لم یطق احتمال هذه المشاق فعلیه بالفقه الذی یمکن تعلمه وهوفی بیته قار ساکن لا یحتاج الی بعد اسفار ووطی دیار و رکوب بحار و هو مع ذالک ثمرة الحدیث ولیس ثواب الفقیه و عزه اقل من ثواب المحدث وعزه. انتهیٰ۔ یعنی بزازی رحمہ اللہ اپنی کتاب مناقب

میں امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی محدث کامل نہیں بنتا جب تک چار باتوں کو ساتھ چار باتوں کے ایسا لازم نہ لکھ رکھے جیسے چار باتیں چار باتوں کو لازم ہیں۔ اول یہ کہ تمام خبروں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مع ان امور کے جن کو آپ نے جائز اور ناجائز فرمایا۔ اور تمام خبروں صحابہ کرام کو مع مقدار ان صحابہ کے اور تمام خبروں تابعین کو مع حالات ان تابعین کے اور تمام علماء مجتہدین سلف کی خبروں کو مع تاریخ ان کی حاصل نہ کر لے۔ اور ان چار باتوں کو ان چار باتوں کے ساتھ لازم نہ سمجھ لے کہ جن جن کے ذریعے سے جس قدر بھی وہ ہوں وہ خبریں اور ان کے حالات اور تاریخی معاملات اس تک پہنچیں ان سب کے نام معہ ان کی کنیتوں اور مکانوں کے معہ یادداشت زمانہ بیان اخبار کے اور حالات اپنے سنے کے ان لوگوں سے حفظ کر لے اور یاد رکھے اور ان چاروں باتوں کو ان چاروں باتوں کے ساتھ ایسا لازم سمجھ لے جیسے خطبوں کے ساتھ حمد وثنا لازم ہے اور خط وکتابت کے ساتھ دعا لازم ہے یا دعا کے ساتھ آہستگی لازم ہے اور سورتوں کلام اللہ کے ساتھ بسم اللہ لازم ہے اور نمازوں کے ساتھ تکبیریں لازم ہیں۔ اور ان پہلی باتوں کے ساتھ یہ چار امر بھی ضروری سمجھے کہ ان اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اخبار صحابہ میں کون کونسی خبریں یعنی حدیثیں مسند ہیں کس قدر مرسل ہیں کتنی موقوف ہیں کونسی مقطوع ہیں اور ان امور مذکور کے ساتھ یہ چار امر بھی یاد کر لے اور یاد رکھے کہ جس استاد سے یہ حدیث پہنچی ہے اس نے اس حدیث کو اپنے استاد سے کس عمر میں سنا تھا اور اس سے کس عمر میں بیان کی اور اس استاد کے استاد نے کس عمر میں علیٰ ہذا القیاس لڑکپن کے زمانے میں کہ جو کم اعتبار کا وقت ہے یا بالغ ہونے کے زمانے میں کہ جو اعتبار کا زمانہ ہے جوانی کی حالت میں کہ جو کمال یادداشت کا زمانہ ہے۔ یا بڑھاپے کی حالت میں کہ سہو اور نسیان کا وقت ہے۔ اور پھر یہ چار باتیں بھی ضرور یاد رکھے کہ وقت بیان حدیث کے استاد کسی دوسرے کام میں

مشغول تھا اور اس کی طبیعت دوسری طرف متوجہ تھی۔ یا فارغ البال تھا۔ اس کے زمانہ بیان کرنے حدیث میں محتاجی اور غربت کی حالت تھی یا غنا اور بے احتیاجی کی۔ اور وہ استاد اور اس استاد کے استاد کہاں کے رہنے والے تھے۔ پہاڑوں کے یا دریاؤں کے یعنی اہل کشتی اور جہاز سے تھے یا جنگل اور گاؤں وشہروں سے علیٰ ہذا القیاس۔ اور یہ بھی یاد رکھے کہ جب تک ورقوں پر میرے استاد نے یا میں نے یا استاد کے استاد نے نقل نہ کر لی تھی اس وقت تک پتھر پر لکھ کر یاد رکھی تھی یا ٹھیکریوں پر یا کھال پر یا بکری کے شانہ کی ہڈیوں پر اور یہ بھی یاد رکھے کہ یہ حدیث اپنے سے ادنیٰ درجہ کے آدمی سے باعتبار عمر وغیرہ کے پہنچی ہے۔ یا بلند درجہ سے یا اپنے ہم مثل سے یا اپنے باپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ملی تھی۔ مگر اس کا اعتبار تب ہے کہ جب اپنے باپ کا خط بھی پہچانتا ہو۔ اور یہ محنتیں چار نیتوں سے اپنے اوپر اٹھائے۔ اللہ کی خوشنودی کے واسطے عمل کرنے کی غرض سے۔ طالب علموں کے سکھلانے کو۔ اپنا ذکر خیر باقی رکھنے کی امید پر۔ مگر یہ سب امور تب کام آسکتے ہیں جب چار باتیں خود حاصل کر لے۔ اور چار باتیں منجانب اللہ میسر ہوں۔ علم کتابت۔ علم لغت۔ علم صرف۔ علم نحو۔ اور منجانب اللہ صحت اور تندرستی۔ قوت تحصیل علم۔ حرص تحصیل علم۔ قوت حافظہ۔ اتنے امور کے بعد اب اس کو بیوی بچے مال وطن کی طرف رجوع کرنا اگرچہ آسان ہوگا مگر ضرور چار بلاؤں میں مبتلا ہوگا بوجہ مشغول رہنے کے علم وعمل میں اور کم ہونے اسباب دنیا کے اور متوجہ ہونے اہل دین کے اس کی طرف دشمن ٹھٹھا کریں گے۔ دوست ملامت کریں گے۔ جاہل اس کو نشانہ طعن وتشنیع کا بنا دیں گے۔ اہل علم اس کے ساتھ حسد کریں گے۔ مگر جب یہ سب مشقتیں سہار لے گا۔ اب یہ شخص جماعت محدثوں میں داخل ہو کر ضرور چار باتوں کے ساتھ دنیا میں اور چار باتوں کے ساتھ آخرت میں ممتاز ہوگا۔ دنیا میں ہیبت الٰہی اور قناعت اور لذت علم اور زندگی دائم کے ساتھ اور آخرت میں اول شفاعت کے ساتھ

جن کے واسطے اپنے بھائیوں میں سے شفاعت کا ارادہ کرے۔ دوم سایہ عرش کے ساتھ جس وقت کسی کا سایہ نہ ہو۔ سوم ساتھ پانی پلائے جانے کے حوض کوثر سے چہارم ساتھ پڑوس پیغمبروں کے اعلیٰ علیین میں۔ لہذا امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر طالب علم یہ ساری مشقتیں نہ اٹھا سکے اس کو لازم ہے کہ سفر دور دراز اور ان سب محنتوں سے بچ کر اپنے گھر میں آرام سے بیٹھ کر علم فقہ حاصل کرے کہ جو ثمرہ اور پھل حدیث کا ہے حالانکہ ثواب اور عزت فقیہ کی ثواب اور عزت محدث سے کچھ کم نہیں ہے۔ انتہی ترجمۃ

اور ظاہر ہے کہ مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی اس قول سے کہ اگر طالب علم بغرض عمل کرنے کے ان مذکورہ شرطوں کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنے کی مشقت نہ اٹھا سکے تو اس کو لازم ہے کہ علم فقہ کو لازم پکڑے۔ یہی علم فقہ مراد ہے جو کتب فقہ میں باب باب اور فصل فصل کر کے جمع کر دیا گیا ہے۔ نہ وہ فقہ مصطلح فقہائے مجتہدین کہ جو جانئے تمام جزئیات حلال وحرام کا نام ہے مع ان کی دلیلوں کے اس واسطے کہ یہ کام تو اس فقیہ کا ہے جو مجتہد ہو۔ اور مجتہد نہیں ہوتا جب تک محدث کامل نہ ہو۔ اور علاوہ ان باتوں کے جن کو امام بخاری رحمہ اللہ محدث کامل ہونے کے واسطے ضروری فرماتے ہیں اتنی باتیں اور حاصل نہ کرلے۔ اول علم قرآن مع اس کے تمام معانی لغوی اور شرعی کے اور اس کی تمام قسمیں عام خاص مفسر مؤول ناسخ منسوخ جو بڑی بڑی کتب اصول میں مذکور ہیں۔ دوم علم تمام وجوہ قیاس کا اور یہ دونوں امر اتنے مشکل ہیں کہ جس نے کتب اصول کو بغور دیکھا ہے وہی خوب جانتا ہے حق یہ ہے کہ جو جانے وہ پہچانے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ چونکہ اس منزل دشوار گزار سے واقف کار ہیں با ایںہمہ شان علم وکمال کہ جن کے یحییٰ ابن معین مزنی شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد اور ابو عبداللہ ذہبی صاحب تذکرۃ الحفاظ رحمہم اللہ جیسے حفاظ حدیث، حدیث دانی

اور فقاہت کے مداح ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی شان میں فرماتے ہیں کہ

ما خالفة فی شئی قط الا رأیت مذهبه الذی ذهب الیه انجی فی الاخرة و کنت ربما ملت الی الحدیث فکان هو ابصر بالحدیث منی۔

یعنی میں نے کبھی کسی بات میں امام اعظم رحمہ اللہ کی مخالفت نہیں کی مگر آخر کار یہی دیکھا کہ جس طرف امام اعظم رحمہ اللہ گئے ہیں۔ یعنی جو آپ کا مذہب تھا وہی مذہب زیادہ تر موجب نجات آخرت تھا اور بہت دفعہ میں نے حدیث کی طرف میلان کیا مگر آخر کار آپ ہی کو علم حدیث میں بہت بڑا صاحب بصارت پایا اسی وجہ سے مسعر بن کدام وغیرہ استاد اور دادا استاد امام بخاری رحمہ اللہ کے جن کا مختصر ذکر ہو چکا آپ کی پیروی کرتے ہیں پھر ایسا کون ہو سکتا ہے جو امام کے مقابلہ میں کسی حدیث کو خود تحقیق کر کے صحیح یا ضعیف کہہ سکے۔ حضرت اہل علم علمائے مجتہدین کا کسی صحیح حدیث پر عمل نہ کرنا خود دلیل اس امر کی ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک منسوخ ہے یا مخالف حکم قرآن کے ہے یا اور کوئی ایسی ہی وجہ ہے کیا امام بخاری رحمہ اللہ کے اس قول کی (جو فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سی صحیح حدیثوں کو اپنی صحیح بخاری میں نقل نہیں کیا اور چھوڑ دیا علاوہ اس امر کے جو ہم نے بیان کیا) آپ کوئی اور وجہ بیان کر سکتے ہیں۔ پھر کسی محدث کے کسی حدیث کو صحیح کہہ دینے سے تقلید ائمہ مجتہدین چھوڑنا گویا مجتہدوں کو مخالف جمہور فقہا اور محدثوں کے علم حدیث سے ناواقف سمجھنا ہے۔ اسی وجہ سے امام ابو عبداللہ محمد بن حاج مکی مالکی اپنی کتاب مدخل میں جو بغرض رد بدعات لکھی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ امام بخاری ومسلم کے دادا استاد امام المحدثین عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے کہ

السنة المتقدمة من سنة اهل المدينة خير من الحديث

یعنی وہ پرانی سنت جس کو علماء مدینہ سنت کہتے چلے آئے ہیں حدیث سے بہتر ہے کیونکہ ان کا سنت کہنا باتفاق دلیل ہے اس امر کی کہ یہ حدیث بمقابلہ اس حدیث

کے جس سے وہ اس امر کو قدیم الایام سے سنت کہتے چلے آئے ہیں متروک ہے۔ گو تفصیلی طور سے ان پچھلے لوگوں کو وہ حدیث اول یاد نہ ہو۔ یا یاد ہو تو بطریق ضعیف یاد ہو۔ اور امام بخاری بھی باب ما اجمع علیه الحرمان باندھ کر حجت ہونے اجماع پر حرمین والوں کے بہت سی حدیثیں نقل فرماتے ہیں۔ اور اسی مدخل میں ہے کہ امام دارالہجرت سیدنا مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں العمل اثبت من الاحادیث یعنی عمل علماء فقہا کا حدیث سے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔ اس واسطے کہ حدیث میں احتمال نسخ کا ہے۔ اور فقہاء صحابہ اور فقہاء تابعین کا عمل مخالف اس حدیث کے دلیل ہے اس امر کی کہ یہ عمل بموجب حدیث غیر منسوخ کے ہے۔ ورنہ اس کے کیا معنی کہ باوجود غایت درجہ تتبع حدیث ہونے کے وہی لوگ اس حدیث کو نقل کریں اور اس پر عمل نہ کریں۔ چنانچہ یہ قاعدہ مستمرہ فقہاء صحابہ سے چلا آتا ہے۔

دیکھو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اگرچہ رکوع اور سجود کے وقت رفع یدین کی کئی حدیثیں منقول ہیں مگر بااین ہمہ حضرت عبداللہ کا رفع یدین نہ کرنا اس امر کی دلیل صریح ہے کہ رفع یدین ان کے نزدیک منسوخ ہے، بہر نہج مجتہد فقیہ کا حدیث صحیح پر عمل نہ کرنا دلیل اس امر کی ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک منسوخ ہے یا کسی اور قوی وجہ سے متروک ہے۔

کیا آپ حضرت عبداللہ بن عباس جیسے فقیہ صحابی یا حضرت صدیقہ جیسے فقیہ یا حضرت عمر جیسے فقیہ رضی اللہ علیہم اجمعین پر حدیث صحیح پر عمل نہ کرنے کا اعتراض کر سکتے ہیں۔ خدا کے لیے اُن پر اعتراض کر کے ایمان نہ کھو بیٹھنا۔ دیکھو ترمذی میں ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث صحیح بیان کی کہ الوضو مما مسته النار

یعنی ازسرنو وضو کرنا لازم ہے اس چیز کے استعمال سے جس کو آگ نے چھولیا۔

حضرت عبداللہ نے اس کو رد کر دیا اور فرمایا انتوضا من الدھن انتوضا من الحمیم۔ یعنی کیا ہم تیل کے استعمال سے یا گرم پانی کے استعمال سے بھی ازسرنو وضو کریں گے؟

غرض یہ تھی کہ تم اس حدیث کا محل و موقعہ ہم سے زیادہ نہیں جانتے۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی یہ حدیث سن کر کہ مطلقہ بائنہ کے واسطے ایام عدت میں نان نفقہ اور مکان سکونت شوہر پر لازم نہیں حضرت عمر نے فرمایا کہ لانترک کتاب ربنا ولاسنة نبینا بقول امرأة لاتدری حفظت ام نسیت

یعنی ایک عورت کے کہنے سے ہم حکم قرآن اور سنت نبی کو نہیں چھوڑتے ہم نہیں جانتے کہ یہ جانتے فاطمہ کو یاد ہے یا بھول کر روایت کرتی ہیں۔ علی ہذا طحاوی شریف میں ہے کہ جب حضرت مغیرہ نے حضرت ابراہیم تابعی کے سامنے حدیث حضرت وائل کی نقل کی۔ حضرت وائل فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع نماز کے وقت اور رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا یہی جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ علاوہ تکبیر تحریمہ کے کہیں رفع یدین نہیں فرماتے تھے پھر اگر وائل نے ایک دفعہ دیکھا تو بمقابلہ روایت عبداللہ بن مسعود ہم اس پر کیونکر عمل کر سکتے ہیں۔

میاں خود مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی معیار میں لکھتے ہیں کہ "بعض اماموں کا بعض حدیثوں کو ترک کرنا ان کی تحقیق کی فرع ہے۔ کیونکہ انھوں نے ان احادیث کو قابل عمل نہ سمجھا" بدعوی نسخ یا بدعوی ضعف اور امثال اس کے ذرا مقدمہ سیوم معیار الحق مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی کے صفحہ ۱۹۶ کو ملاحظہ کیجیے پھر فرمایئے دوسرے محدثوں کی

تقلید سے جن کی دس بیس حدیثیں بھی ایسی نہیں جو ایک جماعت کثیر کی روایت سے بطور تواتر ایا شہرت ان تک پہنچی ہوں۔ اور مفید یقین ہوں کہ بلاشبہ یہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ ان چاروں مذہبوں کے کسی مجتہد کے کسی قول پر آپ کیونکر اعتراض کر سکتے ہیں۔ حالانکہ ان چاروں مجتہدوں کے زمانوں تک یقینی طریقوں سے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قول وفعل صحابہ کرام اور اہلبیت عظام کا بوجہ قرب زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچنا تو ہر منصف شخص پر ظاہر ہی ہے۔ مگر یہ امر بھی ہر سمجھدار واقف کار پر خوب ظاہر ہے کہ جس کیفیت کے ساتھ مدون اور مبوب مشہور کتابوں میں بطریق شہرت ان چاروں مذہبوں کے مجتہدوں کے اقول مع بیان راجح ومرجوع وغیرہ امور ضرور یہ آج تک نقل ہوتے چلے آئے ہیں اور کسی مجتہد کے اقوال مجتہدین صحابہ اور اہلبیت میں سے اور نیز مجتہدین تابعین سے منقول نظر نہیں آتے اسی وجہ سے انہیں چاروں مجتہدوں میں سے ایک مجتہد کی تقلید پر بعد ۲۰۰ھ دوسو کے اتفاق امت ہوگیا اور بوجہ اجماع امت یہ تقلید مرتبہ وجوب کو پہنچے گی۔ چنانچہ ایسا ہی مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ عقد الجید میں لکھتے ہیں۔ اور یہی مضمون مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ تحفہ میں بجواب اعتراض روافض تحریر فرماتے ہیں۔ عقد الجید کے باب ”تاکید الاخذ بھذہ المذاہب الاربعۃ والتشدید فی ترکہا“ میں ہے۔

اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة و فی الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة ونحن نبين ذالک بوجوه. احدها ان الامة قد اجتمعت على ان يعتمدوا على السلف فی معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا فی ذالک على الصحابة و تبع التابعين اعتمدوا على التابعين و هكذا فی كل طبقة اعتمد العلماء على من قبلهم

[1] بلکہ تمام حدیثیں بطریق احاد منقول ہیں کہ جو مفید ظن کے ہیں ۱۲ منہ۔

والعقل يدل على حسن ذالک لان الشريعة لايعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لايستقيم الابان يأخذ كل طبقة عن من قبلها بالاتصال ولابد فی الاستنباط من ان يعرف مذاهب المتقدمين لان لا يخرج من اقوالهم فيخرق الاجماع و يبنى عليها و يستعين فی ذالک بمن سبق لان جميع الصناعات كالصرف والطب والحدادة و النجارة والصياغة لم يتيسر لاحد الابملازمة اهلها و غير ذالک نادر بعيدلم يقع و ان كان جائزا فی العقل و اذا تعين الاعتماد على اقاويل السلف فلا بدان يكون اقوالهم التی يعتمد عليها مروية بالاسناد الصحيح او مدونة فی كتب مشهورة و ان يكون مخدومة لتبيين الراجح من المرجوح من محتملاتها و تخصيص عمومها فی بعض المواضع و بجمع المختلف منها و تبيين علل احكامها والالم يصح الاعتماد عليها وليس مذهب فی هذه الازمنة المتاخرة بهذه الصفة الا هذه المذاهب الابعة۔

یعنی بے شک بیچ لازم پکڑنے ان چاروں مذہبوں کے بہت بڑی مصلحت ہے اور ان سے منہ پھیرنے میں بہت بڑا فساد ہے۔ چنانچہ کئی وجہ سے اس امر کو ہم بیان کئے دیتے ہیں۔ اول یہ ہے کہ تحقیق تمام امت کا اتفاق ہے اس امر پر کہ شریعت میں پچھلے پہلوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ چنانچہ تابعین نے صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر علیٰ ہذا القیاس پچھلے علما نے اپنے سے پہلے علماء پر۔ اور عقل اس بات کی بھلائی پر دلالت بھی کرتی ہے۔ اس واسطے کہ شریعت نہیں معلوم ہوسکتی مگر ساتھ نقل کرنے پچھلوں کے پہلوں سے ان صریح حکموں کو جن میں استنباط کی ضرورت نہیں۔ یا ساتھ استنباط کے یعنی جو حکم صریح نہیں ہے اس کی علت

قرآن اور حدیث سے نکال کر جس کو قوت اجتہاد حاصل ہو وہ بیان کرے۔ اور نقل کرنا ممکن نہیں ہے مگر اس طرح سے کہ پچھلے پہلوں سے بلا فاصلہ برابر بیان کرتے چلے آئیں۔ اور جن امور میں استنباط کی ضرورت ہے ان میں استنباط کرنے والے یعنی مجتہد کو یہ امر ضروری ہے کہ اس معاملہ میں پہلے مجتہدوں کے تمام مذہبوں کو جانتا ہو تا کہ ان سب کے قولوں کے مخالف کوئی قول نہ کر بیٹھے اور مخالفت اجماع میں نہ مبتلا ہو جائے اور انہیں کے کسی قول کے مطابق اپنے قول کو مع دلیل بنا کرے۔ اور اپنے پہلوں سے اس معاملہ میں مدد لے۔ اس واسطے کہ تمام صناعتیں جیسے صرف۔ طب۔ شاعری۔ آہنگری۔ نجاری۔ زرگری۔ آج تک کسی کو اس فن کے استادوں سے سیکھے بغیر نہیں حاصل ہوئی۔ اور بغیر سیکھنے کے حاصل ہونا نادر ہے کہ آج تک ایسا ہوا نہیں۔ گو عقل کے نزدیک جائز ہو۔ اس واسطے پہلوں کے قولوں کا کہ جن پر اعتماد کیا جائے سندوں صحیح کے ساتھ مروی ہونا اور مشہور کتابوں میں ان کا جمع ہونا اس طرح سے کہ جتنے احتمالات ان قولوں کے ہیں راجح ہونے اور مرجوع ہونے سے اور بعض موقع پر عام کے خاص بنانے سے اور مختلف قولوں کے جمع کرنے اور علت حکموں کی بیان وغیرہ سے ضرور ہے اور نہیں تو ان قولوں پر اعتماد کرنا صحیح نہ ہوگا اور ان پچھلے زمانوں میں بجز ان چار مذہبوں کے اور کوئی مذہب کسی تابعی کا یا کسی صحابی کا جو ان صفتوں کے ساتھ موصوف ہو کہیں نہیں پایا جاتا۔ انتہی۔

اور بعد اس کے اور کئی دلیلیں بیان کی ہیں۔ اور تحفہ میں بجواب کید ہشتاد و پنجم یہ عبارت ہے۔

وباجماع شیعہ وسنی کسے از ائمہ تالیف وتصنیف کتابے وتاصیل اصول وتفریع فروع ہیچ علمی نکردہ تا بکتابت او وفن مدون او استغنا واقع شود بلکہ روایات مسائل و

احکام در یاران ائمہ منتشر بودہ اند وقواعد استنباط وجزئیات مخفی ومستور ماندہ لابد شخصے میباید کہ آنہمہ روایات راجمع سازد وقواعد را منقح نمودہ جدا نویسد وآئین و رسم اجتہاد در ابنیا و نہمد۔ پس معلوم شد کہ چنانچہ نسبت مذہبی بانامے معنی ندارد ہمچناں اتباع امام نیز بلا واسطہ مجتہد غیر مجتہد را امکان ندارد لہذا مقلد را در اتباع شریعت پیغمبر از توسیط مجتہد ناگزیر است۔" انتہی۔

(خلاصہ ترجمہ) یعنی چونکہ کسی امام اہلبیت کا کوئی مذہب مدون نہیں پایا جاتا لہذا اس امام کی پیروی بھی بغیر پیروی مجتہد کے غیر ممکن ہے اور شیخ عبدالعظیم بن ملا فرخ مکی رحمہ اللہ نے قول سدید میں اور ملا احمد معروف بہ ملا جیون علیہ الرحمۃ نے تفسیر احمدی میں اور علاوہ ان کے جمہور محققین نے بھی ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔ اسی واسطے علامہ ابن ہمام وغیرہ محققین لکھتے ہیں۔

نقل الامام الرازی رحمه الله اجماع المحققين على منع العوام من تقليد الصحابة بل يقلدون من بعد هم الذين وضعوا و دونوا

یعنی جب صحابہ کا اور ائمہ اہلبیت کا کوئی مذہب مشہور اور مدون کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ علامہ رازی علیہ الرحمۃ اجماع محققوں کا اس امر پر نقل فرماتے ہیں کہ عوام الناس کو تقلید صحابہ سے منع کرنا چاہیے۔ بلکہ ان کو لازم ہے کہ ان پچھلے مجتہدوں میں سے کسی کی تقلید کریں جن کے مذہب مدون اور مشہور ہیں۔ اب آپ کسی حدیث کی کتاب کو دیکھ کر کسی حدیث کو جو بطریق احاد خود اس کے مدونوں تک پہنچی ہے نقل کر کے فرمائیں کہ کسی مجتہد پر ان ائمہ مجتہدین میں سے کیونکر اعتراض کر سکتے ہیں اور مخالف اجماع اہلسنت والجماعت کے ایسی حدیث کے

ساتھ بغیر حاصل ہونے قوت اجتہاد یا کشف صحیح[۱] اور بلا ضرورت شاقہ معتبرہ کے جو محققین فقہا کے نزدیک[۲] معتبر ہو اپنے مذہب کے مجتہدوں کے مخالف کسی حدیث پر کس طرح عمل کر سکتے ہیں۔ البتہ ہر ایک ایسے مقلد کو جو حدیث کی مشہور کتابوں پر

[۱] واضح ہو کہ صاحب کشف صحیح ولی کامل بھی کوئی عمل مخالف اپنے امام کے خود ہی کر سکتا ہے جب اس پر عمل یقینی طور سے کھل جائے مگر اپنے مریدوں کو موافق ان کے مذہب ہی کے عمل کرنے کا حکم دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ سے امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا منقول ہے مگر ان کے حنفی مریدوں میں سے کسی کا مخالف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر آج تک عمل نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ میزان مطبوعہ اکمل المطابع دہلی کے صفحہ ۲۵ میں جو مضمون حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ ولی پر جب چشمہ شریعت کھل جاتا ہے تو وہ تمام مذہبوں کو برابر دیکھتا ہے۔ اندریں صورت وہ ولی تقلید امام معین کا مریدوں کو کس طرح حکم کرے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس غرض سے حکم کرے گا کہ اس کو جلد جمعیت قلبی حاصل ہو جائے اس واسطے کہ فقہا اور مشائخ فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنے مذہب کے امام کے موافق عمل کرے۔ کسی دوسرے مذہب کے موافق اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی خاص شہر کو ایک راستہ سے جائے جب تہائی راستہ طے کر لے پھر لوٹ کر دوسری راہ سے چلے پھر لوٹ کر تیسری راہ سے۔ تو وہ منزل مقصود تک کبھی نہ پہنچے گا۔ انتہی۔ ۱۲ منہ۔ غفر اللہ ولوالدیہ۔

[۲] چنانچہ انتظار الحق میں ہمارے مولانا عمدۃ العلماء زبدۃ الاصفیا استاذی مولانا ارشاد حسین صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ دوسری وجہ وجوب تقلید شخصی کی یہ ہے کہ اکثر ملتزمین تقلید ائمہ کو علی الاطلاق حکم انتقال دیا جائے تو ایسے فتنے اور تباغض بین المسلمین برپا ہوں گے کہ انسداد ان کا دشوار ہوگا اور فساد اور تباغض حرام ہے اور نصوص قطعیہ "لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا" وغیرہ کے۔ مثلاً کسی حنفی المذہب نے اپنی زوجہ کو چھوڑ کر سفر کیا اور مفقود الخبر ہوگیا۔ دوسرے حنفی نے چاہا کہ میں اس کی زوجہ سے نکاح کر لوں پس بدعوئ تقلید امام مالک علیہ الرحمۃ کا کر کے بعد چار برس کے بدوں وقوع ضرورت

حاوی ہو اور انہیں محدثوں کی تقلید سے صحت اور ضعف حدیثوں پر واقف ہو جہاں تک حکم[۳] عام یا حکم خاص کلام اللہ کی مخالفت لازم نہ آئے۔ یہ امر ضرور ہے کہ جس مسئلے میں فقہاء مرجحین سے تصریح صحت اور قوت نہ پائے اپنے مذہب کے

(بقیہ) شرعیہ کے بلا رجوع کے طرف قاضی مالکی المذہب کے اور امضاء حکم اس کے کے نکاح کر لیا بعد اس کے اس کا زوج اول آ گیا تو غور کرو کہ وہ عذر زوج ثانی کا بیچ باب نکاح زوجہ اپنی کے ساتھ تقلید امام مالک علیہ الرحمۃ کے کیونکر مقبول کرے گا اور تا بمقدور قتل اور فساد میں کمی نہ کرے گا اس واسطے فقہا حنفیہ لکھتے ہیں کہ جس کسی کو ضرورت ایسے امر کی واقع ہو تو چاہیے کہ قاضی مالکی کی طرف رجوع کرے تا کہ وہ قاضی وقوع ضرورت دیکھ کر حکم جواز نکاح نافذ کرے اور کسی کو گنجائش منازعت اور سرتابی باقی نہ رہے اور فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ اور اگر قاضی مالکی موجود نہ ہو تو بضرورت قاضی حنفی وغیرہ کو فتوی دینا اوپر مذہب امام مالک کے جائز ہے۔ چنانچہ ایسا ہی شامی وغیرہ فقہائے محققین نے تحریر فرمایا ہے۔ ۱۲ منہ غفر اللہ ولوالدیہ۔

[۳] مثلاً امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مذہب حنفی میں مطلقاً قرأت یعنی الحمد اور سورت کا پڑھنا امام کے پیچھے وقت قرأت امام کے احتیاطاً مقتدی کو مستحسن ہے۔ اور یہ قول موافق ہے ظاہر معنی بعض احادیث صحیحہ کے اور امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے وقت قرأت سری اور جہری امام کے مطلقاً پڑھنا خواہ الحمد ہو یا کوئی سورت یا دعا مکروہ تحریمی ہے اور یہ قول موافق ہے حکم عام قرآن کے اس واسطے کہ قرآن مجید میں بالخصوصیت اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے: وَ اِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ یعنی جب پڑھا جائے قرآن تم کان لگاؤ اور چپ رہو۔ مگر جمہور صحابہ کے نزدیک یہ حکم فقط مقتدی کے ساتھ مخصوص ہے گو لفظ آیت سے حکم عام ہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ یہی مضمون صاحب تفسیر مدارک تحریر فرماتے ہیں اور یہی مضمون تفسیر بیضاوی وغیرہ میں ہے۔ بہر نہج حکم آیۃ عام رکھو یا خاص چونکہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر بموجب ظاہر معنی بعض احادیث کے عمل کرنے سے مخالفت حکم کلام اللہ لازم آتی ہے اور نیز بعض دوسری حدیثوں کی لہذا ایسے قول کو واجب العمل نہ سمجھنا چاہیے۔ ہاں اگر بلا مخالفت قرآن وہ قول موافق

مجتہد[1] مستقل اور مجتہد منتسب[2] اور مجتہد فی المذہب[3] کے قولوں سے جس قول کو

(بقیہ) حدیث صحیح ہو اس کو قوی جان کر واجب العمل سمجھنا بے شک موافق رائے فقہا محققین کے ہے تا کہ حتی الوسع کسی کی فقہاء اور محدثین میں سے مخالفت نہ ہو۔ اسی بنا پر مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ عقد الجید میں یا انصاف میں اور مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب تک اپنے امام کی تقلید نہ ٹوٹے دوسرے امام کی موافقت کر لینا اولیٰ ہے۔ مثلاً حنفی اگر مس ذکر سے احتیاطاً وضو کرے تا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بے وضو نہ رہے اور شافعی اگر خون بہہ جانے کے بعد وضو کر لے تا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بے وضو نہ رہے تو اولیٰ ہے اس واسطے کہ کسی امام کے نزدیک وضو پر وضو کر لینا ممنوع نہیں ہے بلکہ نور علیٰ نور ہے ۱۲ ابو محمد محمد دیدار علی غفر اللہ لہ ولوالدیہ۔

[1] عقد الجید میں مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ امام بغوی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ مجتہد مطلق وہ ہے جو پانچ قسم کے علم حاصل کر لے۔ اول علم قرآن کا۔ دوم علم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (یعنی قرآن کے معانی مضامین کو بھی جانتا ہو اور جو شرطیں امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں بموجب ان کے محدث بھی) اور پھر قرآن اور حدیث کو اس طرح جانتا ہو کہ کونسی آیت و حدیث ناسخ ہے کونسی منسوخ ہے کونسی مفسر ہے اور کونسی مجمل۔ علی ہذا اباحت اور حرمت اور کراہت کے ثبوت کا کیا طریق ہے۔ وجوب و فرضیت و استحباب کی ثبوت کا کیا طریق ہے قرآن کو حدیث سے مقدم رکھتے ہیں یا حدیث کو قرآن پر مقدم رکھتے ہیں اور وہ کونسی حدیث ہے جس کو قرآن پر مقدم رکھتے ہیں۔ سوم علم تمام علماء سلف کے قولوں کا اس طرح پر کہ کونسا قول اجماعی ہے کونسا مختلف فیہ ہے۔ چہارم علم لغت اس قدر کہ قرآن اور ان حدیثوں کا جس کا تعلق احکام شرع کے ساتھ ہے۔ پنجم علم قیاس یعنی جب کوئی حکم صراحۃً قرآن یا حدیث یا اجماع سے نہ ملے اس کو ان سے علۃ حکم ڈھونڈ کر نکالے اور ہر ایک پر اس کو ظاہر کر دے اور صحابہ کرام اور تابعین اور فقہا امت مرحومہ کے قول اور فتووں کو بھی جانتا ہو تا کہ مخالف اجماع مرکب کے نہ ہو جائے اور باعتبار اختلاف محل موقع حالات مختلف کے مختلف طور پر جو مقاصد کلام عربی سے سمجھے جاتے ہیں ان کو بھی سمجھتا ہو۔ اور جو ان میں سے کسی ایک نوع کو بھی نہ جانتا ہو وہ تقلید کرے گو کسی ایک امام کے مذہب میں پہلے اماموں سے کتنا کمال اور تبحر رکھتا ہو پھر اس سے آگے رافعی اور

موافق حکم اس حدیث صحیح کے پائے جس کے صحیح ماننے میں انہی محدثوں میں سے کسی محدث کی تقلید کی ہے۔ اور اس کے حکم صحت کو موافق اصول اور قواعد اپنے امام کے پا لیا ہے ضرور اس قول کو قوی سمجھے اور اپنے زمانے کے عرف اور تعامل اور آدمیوں کی حالت کے موافق اس پر عمل کرے۔ یہی معنی ہیں اس قول کے جو صاحب درمختار تحریر فرماتے ہیں۔

وقد ذکروا ان المجتهد المطلق فقد فقد و اما المقيد فعلى سبع مراتب و اما نحن فعلينا اتباع مارجحوه و صححوه كما لو افتوا في حياتهم فان قلت قد يحكون اقوالا بلا ترجيح و قد يختلفون في التصحيح قلت يعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغيرات العرف و

(بقیہ) وغیرہ بے شمار علماء کی تصریح کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مجتہد مطلق جس کی تفسیر بیان ہو چکی اگر اصول میں بھی تصرف کرے جن کے موافق اجتہاد کرتا ہے اور ان آیات اور احادیث اور آثار صحابہ کو بھی تلاش کرے کہ جن کے موافق پہلے علما نے فتوے دیئے ہیں متعارض دلیلوں میں سے ایک کو دوسری دلیل سے پسند کرے تمام احتمالوں سے جو کسی آیت یا حدیث میں ہوں ایک کو ترجیح دے جن واقعات میں پہلوں نے کوئی فتویٰ نہ دیا ہو اس حکم کو ان آیتوں و حدیثوں سے نکالے جب وہ مجتہد مستقل ہے۔

[2] اور جو اصول میں اپنے شیخ مجتہد کی تقلید کرے اور اپنے شیخ مجتہد کے فتووں کے دلائل انہیں اصول کے موافق حاصل کرے اور بموجب ان اصول کے استنباط احکام پر قادر ہو وہ مجتہد منتسب کہا جاتا ہے۔

[3] اور جو مرتبہ میں اس سے کم ہو کہ اپنے امام کے احکام معہ دلائل اور اصول کے جانتا ہو اور جس مسئلہ میں اپنے امام کا قول نہ پائے انہیں دلائل اور اصول کے موافق اس میں فتویٰ دے سکے اس کو مجتہد فی المذہب کہتے ہیں۔ انتہیٰ خلاصہ ترجمہ مافی العقد الجید ۱۲

احوال الناس و ما هو الارفق و ماظهر عليه التعامل وماقوی وجهه ولايخلوا الوجود عمن يميز هذا حقيقة لا ظنا وعلى من لم يميزان يرجع لمن يميز لبراءة زمة. انتهى۔

یعنی تحقیق محققین نے لکھا ہے کہ مجتہد مطلق تو بے شک مفقود ہو گئے مگر مجتہد مقید سات مرتبہ کے جو مشہور ہیں ان میں سے کسی نہ کسی مرتبہ کے ہوتے رہے ہیں..... چنانچہ ہم جو ساتویں درجہ کے ہیں ہمارے اوپر یہی لازم ہے کہ مرجحین فقہا جس قول کو راجح اور صحیح لکھ گئے ہیں جیسے وہ لکھ گئے ہیں اسی کے موافق عمل کریں۔ جیسے ان کی زندگی میں ہم پر ان کے فتوے کے موافق عمل کرنا لازم تھا ویسے ہی اب لازم ہے۔ ہاں جس قول کو وہ بلاذکر صحت اور ترجیح چھوڑ گئے ہیں۔ یا وہ بعض قول جن کی صحت میں ان کو بھی اختلاف واقع ہوا ہے مثلاً بعض نے ایک قول کو راجح اور صحیح کہا ہے اور بعض آخر نے دوسرے قول کو۔ تو ہم کو انہی کے طریق پر عمل کرنا ضرور ہوگا کہ بموجب حالات زمانہ اور عرف اور تعامل اپنے زمانے کے جس قول کو مناسب زمانہ سمجھیں اور جس قول کی دلیل قوی[1] ہو اسی پر عمل کریں اور یہی معنی تھے اس قول کے جو ہم نے کہا تھا کہ میں سب کا مقلد ہوں۔ پھر

[1] دلیل قوی سے یہاں یہ مراد نہیں کہ خود اس دلیل کی قوت اور ضعف بیان کرنے پر قادر ہو بلکہ یہاں مراد یہ ہے کہ جس دلیل کو محدثین اور فقہا نے قوی لکھا ہے اس کے مطابق جس مسئلہ کو پائے اس کو قوی سمجھے۔ جس کو انھوں نے ضعیف لکھا ہے ان کی تقلید سے جس مسئلے کو اس کے مطابق پائے اس کو ضعیف سمجھے اس واسطے کہ دلیل کو قوی ضعیف کہنا یہ کام مجتہد مستقل یا مجتہد فی المذہب کا ہے نہ کہ ساتویں درجے کے مجتہدوں کا جو فی الواقع مقلد محض ہیں چنانچہ شامی (ماقوی وجہہ) کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں مقولہ ماقوی وجہہ اے دلیلہ الحاصل لا المستحصل لانہ رتبۃ المجتہد۔ ۱۲ منہ غفر اللہ والولدیہ

آپ کا یہ فرمانا کہ اس قول سے ہمارا مدعا ثابت ہوگیا۔ آپ کا دل خوش کر لینا ہے ورنہ میری مراد یہی تھی کہ موافق اتفاق سواد اعظم کے سب کا مقلد ہوں جس کی کیفیت پہلے بھی میں عرض کر چکا تھا اور اب تو خوب ہی واضح کر کے بیان کر دی گئی ہے با ایں ہمہ آپ کا مجھ کو اپنی جماعت قلیل میں شریک کر لینا یہ آپ ہی کا کام ہے۔

رہا مسئلہ امکان کذب۔ سو اول تو حضرت یہ زہریلہ مسئلہ آپ ہی کے مولویوں میں سے مولوی شہود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین صاحب نے اپنی کتاب صیانۃ الایمان میں لکھا تھا۔ حنفی تو بفضلہ تعالیٰ اس بات کے بھی قائل نہیں کہ خداوند کریم سے خلف وعید یعنی عذاب کے وعدوں میں بھی مخالفت ممکن ہے۔ ہاں بعض مشائخ اشعریہ شافعیوں میں سے اس امر کے قائل ہیں مگر وہ خلف وعید یعنی عذاب کا وعدہ کر کے عذاب نہ کرنے کو کذب نہیں سمجھتے بلکہ وہ اس امر کو عفو و کرم سمجھتے ہیں کہ جو نیک اور بھلی صفت ہے اور ثواب کا وعدہ کر کے اس کے مخالف کرنا تو ذات خداوند کریم سے سب کے نزدیک بالاتفاق محال اور غیر ممکن ہے۔ پھر مسئلہ امکان کذب کو مقلدوں سے خصوصاً حنفیہ سے کیا علاقہ۔ دیکھو نظم الفرائد میں ہے۔

ذهب مشائخ الحنفية الى انه يمتنع تخلف الوعيد كما يمتنع تخلف الوعد كمافى العمدة للامام النسفى و الشرح الكبير للامام اللقانى و شرح الفقه الاكبر للشيخ على القارى و ذهب المشائخ من الاشعرة الى ان العقاب عدل او عذبه العاصى وله ان يعفوعنه لان الخلف فى الوعيد لا يعد نقصا كما فى المواقف و شرحه الشريفى و التفسير الوسيط للامام الواحدى و شرح الجوهر للامام اللقانى

یعنی مشائخ حنفیہ کا یہ مسلک ہے جس طرح ثواب کا وعدہ کر کے اس کی مخالفت خداوند کریم سے ممتنع ہے اسی طرح عذاب کا وعدہ کر کے اس کے مخالف کرنا بھی ذات پاک خداوند کریم سے غیر ممکن اور ممتنع ہے۔ چنانچہ امام نسفی کی کتاب عمدہ میں اور امام لقانی کی شرح کبیر میں اور شیخ علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں ایسا ہی ہے اور بعض مشائخ اشعریوں میں سے ایسا فرماتے ہیں کہ عذاب کرنا مقتضا عدالت کا ہے اسی وجہ سے گنہگاروں سے وعدہ عذاب کا کیا ہے مگر اگر وہ معاف کرنا چاہے تو معاف کرسکتا ہے اس واسطے کہ عذاب کے وعدے میں مخالف وعدہ کرنا موجب نقصان اور عیب نہیں ہے ایسا ہی مواقف اور شرح مواقف اور تفسیر وسیط امام واحدی میں ہے اور ایسا ہی شرح جوہرا امام لقانی میں۔ اور یہی مضمون شرح عقائد نسفی کا ہے اور اس کی شرح شریفی اور مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ تو تفسیر آیہ کریمہ فلن یخلف اللہ عھدہ میں ان سب سے بڑھ کر اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی ہرگز خلاف نخواہد کرد ایں عہد حکمی خود را زیرا کہ خبر او کلام ازلی ابدیست و کذب در کلام نقصانی ست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نمے یابد و آنچہ بعضے از ظاہر بینان گفتہ اند کہ خلاف در وعد نیک نقصان است و در وعید بد کرم و لطف است مبنی است بر قیاس غائب بر شاہد در حق او تعالیٰ کہ مبرا از جمیع عیوب و نقصان است و خلاف خبر مطلقاً نقصان است خواہ نیک باشد خواہ بد۔ زیرا کہ لطف و کرم او تعالیٰ راہ ہائے بسیار دارد و جائز است کہ معاملہ لطف و کرم ہم نماید و خلف در وعید ہم نکند بخلاف آدمیان کہ بسبب عجز بشری بغیر از خلف در وعید ایشان را لطف و کرم کردن ممکن نمیشود پس در حق ایشان خلف در وعید بہ ترجیح نقصانے بر نقصانے است کہ اشد از نقصان۔ اول است و در حق او تعالیٰ نقصانے محض است بے حاجت بتکمیل

فافہم قا۔

یعنی اللہ جل شانہ کبھی اپنے وعید کے مخالف نہیں کرنے کا اس واسطے کہ اس کی خبریں اس کا کلام سب ازلی ابدی ہیں۔ اس کے کلام میں جھوٹا بہت بڑا نقصان ہے اور وہ جو بعض ظاہر بینوں کا قول ہے کہ عذاب کے وعدے میں مخالفت کرنا جھوٹ نہیں بلکہ یہ لطف و کرم ہے۔ سو یہ انسان کی شان ہے کہ وہ بغیر مخالفت و عذاب کرم کر نہیں سکتا اور وہ قادر مطلق بلا مخالفت وعذاب کرم کرسکتا ہے۔

خلاصہ مطلب شاہ صاحب کا یہ ہے کہ بعض اشعریوں نے لحاظ ان آیتوں اور حدیثوں کے جن میں علاوہ شرک کے تمام گناہوں کے بخشنے کا وعدہ بموجب مشیت کے ہے جو یہ کہا ہے کہ عذاب کا وعدہ کر کے عذاب نہ کرنا جھوٹ نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو کرم اور عفو کہتے ہیں۔ اور کرم و عفو وہ صفت کمال ہیں جن کے ساتھ خداوند کریم ہمیشہ موصوف ہے۔ یہ قول بھی ضعیف ہے۔ چنانچہ حنفی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب تمام خبریں اللہ کی کلام ازلی وابدی ہیں تو لامحالہ عذاب کے وعدے کی آیتوں کے ساتھ ہی مرتبہ علم اللہ میں بخشش کے وعدے کی آیتوں کو ماننا ضروری ہے۔ لہذا جب اللہ نے آیہ کریمہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء میں یہ وعدہ کرم کا کرلیا کہ سوا شرک کے جس گناہ کو ہم چاہیں گے بخش دیں گے۔ بلاشبہ تمام عذاب کے وعدے کی آیتوں کے۔ علی ہذا القیاس ایسی حدیثوں کی کہ جو وحی غیر متلو کہی جاتی ہیں۔ یہی معنی ہوئے کہ جس نے مومن کو قصداً قتل کیا اس کا بدلہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔ اگر اللہ اس کے گناہ کو بخشنا نہ چاہے اور نہ بخشے اور جو کوئی برا عمل کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اگر اس کو نہ بخشے اور بخشنا نہ چاہے علی ہذا القیاس۔ اندریں صورت جب عذاب کے وعدے کے ساتھ ہی یہ فرمادیا کہ یہ وعدہ حتمی نہیں ہے بلکہ اگر ہم چاہیں

گے عذاب کریں گے اور اگر چاہیں گے تو بخش دیں گے اگر بخش دیا اور عذاب نہ کیا خلف وعید کہاں لازم آیا۔ پھر کیا ضرور ہے کہ خلف وعید کو کرم اور عفو قرار دے کر خدا پر تجویز کیا جائے۔ اسی وجہ سے ان بعض اشعریوں کو مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے ظاہر بیں قرار دیا ہے اور علامہ شیخ زادہ علیہ الرحمۃ نے اس مذہب کے ضعیف ہونے پر یہ قول علامہ رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر سے نظم الفرائد میں نقل کیا ہے۔

واذا جاز الخلف في الوعيد لغرض الكرم فلم لا يجوز الخلف في القصص والاخبار لغرض المصلحة و معلوم ان فتح هذا الباب يفضى الى الطعن في القرآن و كل اشريعة۔ انتہی بلفظہ۔

یعنی جب بغرض اظہار شان عفو وکرم وعدہ عذاب کا کر کے اس کے مخالف کرنا جائز سمجھا جائے گا تو پھر یہ بھی کہہ سکیں گے کہ بعض قصے اور خبروں کو بھی اللہ نے بغرض کسی مصلحت کے مخالف واقعہ کے بیان کر دیا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور ایسے قولوں سے قرآن مجید بلکہ ساری شریعت پر جو طعن وارد ہوں گے وہ سب جانتے ہیں۔ بہر نہج حنفی۔ شافعی۔ اشعریہ۔ ماتریدیہ کسی کے ضعیف بلکہ اضعف قول سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جس امر پر جھوٹ اور کذب کا اطلاق کریں اس امر کو ذات خداوند کریم سے ممکن بھی سمجھیں۔ اس واسطے کہ جب کذب ممکن ہوگا تو ضرور ہے کہ خدا سے زوال صدق بھی ممکن ہوگا۔ اور جو صفت زائل ہو سکے وہ صفت حادث ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ حادث صفتوں سے پاک ہے جو کوئی اس کے واسطے صفت حادث ثابت کرے وہ مسلمان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسئلہ امکان کذب کا ان نئے مدرسین نے دیو بند میں پھیلایا اور مولوی خلیل احمد کے قلم سے بھی بمقابلہ مولانا عبدالسمیع صاحب مرحوم ومغفور رسالہ براہین قاطعہ

میں نکل گیا اور غالباً بن سوچے سمجھے مولوی رشید احمد صاحب نے بھی اس پر تقریظ لکھ ڈالی اور پھر سب کو بات کی پچ پڑ گئی۔ مولوی عثمان صاحب بن قاری رحیم بخش صاحب ساکن فیروز پور جھرکہ فرماتے تھے کہ مولوی سید احمد صاحب مدرس دوم مدرسہ دیو بند سے جو یہ مسئلہ دریافت کیا گیا انھوں نے تو اس کے جواب میں یہ عبارت تحریر فرمائی تھی بجنسہ مولوی عثمان نے جو نقل کرا دی تھی اس کے مطابق نقل کی جاتی ہے

(ذات جناب باری سے امکان کذب ممتنع بالذات اور قدرت تمسع للمحالات ان دونوں میں منافات سمجھنا عقل کی کوتاہی اور ایمان کی تباہی)

غالباً یہ سب مدرسین حال مدرسہ دیو بند مولوی صاحب ممدوح کے تو شاگرد ہی ہوں گے۔ مگر اب تو حضرت مولویان دیو بند کے نزدیک وہ مولوی محمد قاسم صاحب جن کو تمام علماء دیو بند اور سہارنپور اور گنگوہ اور نانوتہ اور دہلی وغیرہ باتفاق اپنا پیشوا اور بہت بڑا محقق جامع شریعت وطریقت مانتے تھے ان کی تحقیقات کو سب سر اور آنکھوں پر رکھتے تھے وہ بھی کچھ نہ رہے۔ ان کے مخالف بھی کئی مسئلے جاری کر دیئے۔

دیکھو لطائف قاسمیہ میں جمعہ کے بعد چار فرض احتیاطاً پڑھنے کے بارے میں جو انھوں نے مولوی عبد السلام کو خط لکھا ہے اس میں کیا کیا دلائل بیان کئے ہیں اور کس شد و مد سے لکھا ہے اور یہ حال کے مدرّس اب کس زور شور سے اس احتیاط الظہر کی ممانعت کر رہے ہیں۔ اور اسی خط میں ہے کہ جو لوگ دیہات میں جمعہ پڑھ لیتے ہیں ان سے بھی دست بگریباں نہ ہونا چاہیے۔ اور یہ لوگ جو ایسے گاؤں میں جمعہ پڑھنے والے ہیں کہ جن پر شہر کی تعریف آخر صادق آتی ہے ان سے بھی کس درجہ دست بگریباں ہو رہے ہیں۔ اور اس مسئلہ امکان کذب میں بھی یہ لوگ ان کے مخالف ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس واسطے کہ ان کے ان دو جملوں سے جو انھوں نے تصفیۃ العقائد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی میں بجواب سر سید احمد خان بہادر تحریر فرمائے ہیں ان کا مسلک تو موافق جمہور اہلسنت ہی معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ بہ نسبت انسان کے جو عاجز ہے اگرچہ کذب یعنی جھوٹ بولنے کو بعض موقعوں پر لغو بعض موقعوں پر نیک داخل حسنات بعض موقعوں پر قبیح۔ اس کتاب کے جواب پانزدہم میں لکھا ہے مگر خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو صفحہ ۷ میں یہی لکھا ہے۔ کلام خداوندی اور کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مخالف حقیقت اور مخالف واقع نہیں ہو سکتا ایسے ہی حقیقت واقعہ دریافت کرنے کی صورت اس سے بہتر نہیں کہ کلام خدا اور رسول کی طرف رجوع کیا جائے۔

اور پھر صفحہ ۳۳ سطر ۱۵ اسی کتاب میں لکھا ہے۔

ہاں اگر خدا اور رسول کی طرف جھوٹ بولنے کا احتمال ہو تو البتہ ایسے تامل کی گنجائش رہے۔ انتہی۔ مختصراً بقدر الحاجۃ۔ علیٰ ہذا القیاس رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں جو ان مسئلوں کے متعلق جامع شریعت و طریقت علم الہدیٰ مولانا حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ نے فیصلہ لکھ بھیجا تھا اس کی بھی مخالفت جب ان دیوبند کے

مدرسین حال سے مشہور ہے باآنکہ حاجی صاحب ممدوح ان کے اور ایک زمانے کے مسلم الثبوت پیشوا تھے۔ پھر اگر یہ ایسے علما مخالف جمہور اہل اسلام امکان کذب کے قائل ہو جائیں ان کا قول جمہور اہلسنت پر موجب طعن نہیں ہو سکتا جو کوئی مخالف جمہور قول کرے گا اس کا قول گمراہی سمجھا جائے گا۔ اور اس امر میں زیادہ تحقیق مدنظر ہے تو ہمارے اس رسالہ یک روزہ کو فرصت سے دیکھنا۔ مگر اب پہلے مجھ کو یہ تو بتادو کہ کتب فقہ میں اس دیسی کوے کو جو کانو کانو بولتا ہے چھپا مینڈ کی چڑیا کے بچے وغیرہ کو چھوٹے بڑے آدمیوں کے ہاتھ سے ٹکڑے وغیرہ کو اڑتا ہوا اچک لے جاتا ہے کونسی فقہ کی کتاب میں حلال لکھا ہے۔

حضرت من! تمام فقہ کی کتابوں میں اول یہ کلیہ لکھا ہے کہ ذو ناب اور ذو مخلب یعنی دانت والے اور پنجہ دار جانوروں میں سے جو شکاری جانور ہیں وہ سب حرام ہیں۔ چنانچہ ہدایہ میں جو یہ حدیث نهیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن کل ذی مخلب من الطیور و کل ذی ناب من السباع دلیل حرام ہونے پنجہ دار اور دانت والے شکاری جانوروں کی نقل کی ہے اس کی شرح میں صاحب غایۃ البیان تحریر فرماتے ہیں۔

فصار تقریر الحدیث کانه قال نهیٰ عن کل ذی مخلب من سباع الطیر ونهیٰ عن کل ذی ناب من السباع فیکون المحرم بهذا الحدیث کل ذی مخلب من سباع الطیر لا کل طیر له مخلب

یعنی یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک پنجے دار پرند اور دانت والے کو حرام فرمایا ہے۔ اس کے آخر میں چونکہ قید درندہ کی لگا دی ہے لہذا مراد حدیث میں وہ پنجہ دار پرند اور دانت والے جانور ہیں جو شکاری ہیں نہ کہ کل پنجہ دار پرند اور دانت والے جانور

اور من السباع کی قید جو حدیث میں ہے اس کی شرح میں صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں۔

والسبع کل مختطف منتهب جارح قاتل عاد عادة

یعنی سبع جس کی جمع سباع ہے اور ترجمہ اردو میں شکاری یا درندہ ہے ان جانوروں کو کہتے ہیں جو اڑتے اڑتے مثل چیل کووں کے لوگوں سے گوشت۔ روٹی وغیرہ چیزوں کو۔ اور مثل چوہیا۔ مینڈکی۔ چڑیا کے بچے وغیرہ چھوٹے یا ان سے بڑے جانوروں کو اچک لے جائیں۔ یا مثل بلی۔ کتے کے لوگوں سے بعض چیزوں کو چھین لیں۔ زخمی کر دیں۔ دوسرے جانداروں کو جان سے مار ڈالیں۔ حملہ کریں۔ اور یہ سارے معاملے سکھائے سے نہیں بلکہ بمقتضائے عادت ان سے سرزد ہوں۔ اب وہ جانور جو اچک کر لے جانے والے شکاری ہیں چونکہ دو قسم کے تھے۔ ایک وہ جو اڑتے ہوئے پنجے سے اچک لے جائیں۔ جیسے چیل۔ شکرہ۔ باز۔ لہذا ان کو الگ اس طرح سے بیان کر دیا و ذو المخلب طائر یختطف بالمخلب یعنی پنجے کش وہ جانور ہیں جو پنجے سے اچک کر لے جائیں۔ اور ایک وہ جو چونچ سے گوشت وغیرہ چیزوں کو مردار جانوروں کو ان کے گوشت کو اپنے سے چھوٹے جانور جیسے چوہیا۔ چڑیا کے بچے۔ مرغی کے بچے۔ مینڈک۔ مینڈکی وغیرہ کو اڑتے ہوئے اچک لے جائیں اور پنجے سے دبا دبا کر کھائیں جیسے یہ دیسی کوا۔ یا بن دبائے چونچ سے ہی کھاتے رہیں۔ یا ثابت ہی مردار کے پائے وغیرہ نگل جائیں۔ جیسے گد۔ ڈھینک، الو۔ چھپکا۔ چمگادڑ۔ لہذا اس خیال سے کہ کبھی اس قید اتفاقی سے جو بعض فقہا نے ذو مخلب کی تعریف میں مثل شارح وقایہ کے پنجے سے اچکنے کے لگا دی ہے۔ ان شکاری جانوروں کو کوئی غیر شکاری نہ سمجھ لے۔ الگ بالتصریح شکاری کر کے بیان کر دیا۔ کمافی الچلپی حاشیہ شرح الوقایۃ

اعلم ان الغراب اربعة انواع نوع یا کل الحبوب فقط یقال له غراب الزرع کما سیاتی. فهو حلال اتفاقا لانه لیس من سباع الطیور و لا یا کل الجیف ا ۔ ونوع یا کل فحسب فهو حرام اتفاقا و نوع معدودة من سباع الطیر فهو حرام اتفاقا ایضا ونوع یجمع بین الحب والجیفة وهو حلال عند الاعظم رحم الله علیه وهو العقعق الذی یقال له بالفارسیة عکه لانه کالدجاجة وعن الثانی انه یکره

یعنی تحقیق کوے کی چار قسم ہیں۔ ایک وہ جو صرف دانہ کھاتا ہے اور اس کو دشتی کوا کہتے ہیں وہ باتفاق سب کے نزدیک حلال ہے۔ دوسرا وہ جو فقط مردار سڑا ہوا گوشت کھاتا ہے وہ باتفاق سب کے نزدیک حرام ہے۔ تیسرا وہ جو شکاری پرندوں میں شمار کیا جاتا ہے وہ بھی اتفاقاً سب کے نزدیک حرام ہے۔ چوتھا وہ جو مردار سڑا ہوا گوشت اور دانہ دونوں کو کھاتا ہے وہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے اس کا نام عقعق ہے۔ اس کو فارسی میں عکہ کہتے ہیں اس واسطے کہ وہ مثل مرغی کے ہے۔ اور امام ابو یوسف رحم اللہ علیہ کے نزدیک وہ مکروہ ہے

اور ظاہر ہے کہ کووں میں یہی دیسی کوا شکاری ہے جو چوہیا۔ گلہری کے۔ مرغی کے۔ چڑیا کے بچوں کو شکار کرتا ہے۔ علاوہ اس کے اگر کوئی کوا ایسا کہیں ہوتا ہو جو پنجے سے چیل کی طرح شکار کرتا ہو اور شکاری بھی اسی کو کہتے ہیں جو پنجے سے اچکے تو اس کوے کی حلت کا فتویٰ دینے والے بشہادت کتب معتبرہ بتلا دیں۔ اور پھر روایت قاضی خاں کو فکان الاصل عنده ان مایخلط النجاسة بشی اخر

ا غیاث اللغات میں ہے۔ جیف بکسر اول و فتح دوم جمع جیفہ کہ بمعنی حیوان مردہ بو گرفتہ است۔ از صراح۔ جیفہ بالکسر حیوان مردار بو گرفتہ۔ از منتخب و لطائف و کنز۔ اسی واسطے ترجمہ میں جیفہ کے معنی سڑے ہوئے گوشت کے کئے گئے ہیں۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

کالدجاجة لاباس به (یعنی امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قاعدہ ٹھہرا کہ جو جانور نجاست کو دوسری چیز کے ساتھ ملا کر کھائے اس کا کچھ ڈر نہیں) مقابل میں لے کر آئیں۔ علاوہ بریں پہلے اپنے بزرگوں کی تحقیقات کو تو دیکھ لیں۔ جناب مولانا شاہ اہل اللہ صاحب قدس سرہ برادر حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ محدث دہلوی ترجمہ کنز الدقائق میں جس کا اردو ترجمہ مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مرحوم برادر مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے مسمی باحسن المسائل کیا ہے۔ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

''جو کوا کھیتی کھاتا ہے اور ناپاکی نہیں کھاتا حلال ہے مگر جو کوا ابلق کہ مردار کھاتا ہے حرام ہے۔ اور مراد ابلق سے یہی دیسی کوا ہے کہ اس کی گردن کا رنگ بہ نسبت پروں کے سفید ہوتا ہے اس کا کھانا حرام ہے۔ فقط اور فائدہ ترجمہ آیۃ احل لکم الطیبات و ما علمتم من الجوارح کے آخر آیت ان اللہ سریع الحساب کے ترجمہ اردو کے آگے جو ایک کا ہندسہ دے کر موضح القرآن سے حاشیہ صفحہ ۱۴۳ قرآن مترجم بمترجمین مطبوعہ ہاشمی ۱۲۸۲ھ میں لکھا ہے۔ اس میں مولانا شاہ عبد القادر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نے جو چیزیں منع فرمائیں معلوم ہوا کہ وہ ستھری نہیں جیسے پھاڑنے والا جانور چوپایہ یا پرندہ مثلاً شیر۔ چیتا، باز۔ چیل اور اسی میں داخل ہوئے مردار خوار سارے کوا وغیرہ الخ۔''

[1] حالانکہ ابن ماجہ شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سے اور زرقانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاشیہ زیلعی مسمی بہ شلبی میں حضرت عروہ سے باتفاق یہ مضمون جامع مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا من یاکل الغراب وقد سماہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا۔ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کو فاسق فرمادیا پھر کون کوے کو کھا سکتا ہے۔ اور عمدۃ

پھر آپ نے ان بعض علماء دیوبند کے کوے کھالینے پر کہ جنھوں نے فقط نجاست اور دانہ ملا کر کھانے والے جانوروں پر مثل عقعق مرغی کے قیاس کرکے اس دیسی کوے کو حلال کرلیا۔ نہ اس کے مردار خوار ہونے پر نگاہ ڈالی نہ شکاری ہونے کی طرف دیکھا نہ فاسق[2] ہونے کا خیال کیا نہ اپنے بلکہ تمام ہندوستان کے بزرگوں کی تحقیق کو مدنظر رکھا۔ حنفیت کو کیسے منحصر کردیا۔ حضرت من۔ اس دیسی کوے فاسق مردار خوار شکاری کو تو تمام کتب فقہ میں حرام لکھا ہے۔ اور جو کوا مختلف فیہ ہے جو فقط نجاست اور دانہ مثل مرغی کے ملا کر کھاتا ہے اس کو عربی میں عقعق اور فارسی میں عکہ کہتے ہیں اور اردو میں مہوکا کہتے ہیں اسی کو کتاب ''مالا بدمنہ'' میں مکروہ لکھا ہے۔ چنانچہ مالابد کی کتاب التقویٰ میں ہے۔

''وزاغ کہ دانہ ونجاست ہر دو میخورد مکروہ است۔''

اسی کی نسبت صاحب غایۃ الاوطار کوے ابلق اور کالے کی تین قسمیں بیان کرکے آخر میں فرماتے ہیں۔''

تیسرا قسم کا وہ کوا ہے جو کبھی نجاست کھاتا ہے کبھی دانہ کھاتا ہے۔ وہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ تحریمی اور امام کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ اور اس امر کے متعلق اور زیادہ تحقیق منظور ہو تو۔ رسالہ قول الصواب اور رسالہ زلیغ زاغ کو لیجئے اور ملاحظہ کیجئے۔ اور اب اصل مدعا کی طرف توجہ فرمائیے۔ اور اب

(بقیہ) القاری میں علامہ عینی کا اور فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ باتفاق علما عقعق اور غراب الزرع یعنی مہوکا اور وشتی کوے کے سوا جس کے پنجے اور چونچ سرخ ہوتے ہیں سب کوے غراب الابقع کے حکم میں داخل ہیں جو باتفاق حرام ہے ۱۲ منہ غفر اللہ ولوالدیہ۔

[2] چنانچہ ابن ماجہ سے ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کوے کو فاسق فرما کر فرماتے ہیں۔ واللہ ما ہو من الطیبات ۱۲۔ منہ

بھی کوئی شبہ باقی ہے تو بیان کیجئے۔

محمدی۔ مولانا جزاک اللہ۔ یوں ہٹ دھرمی کا تو ذکر نہیں جیسا ہماری جماعت قلیل کا خاصہ ہے ورنہ ہر بات کی اس وقت تو میری پوری تشفی ہوگئی۔ میں تو آپ کو معمولی آدمی سمجھا ہوا تھا مگر آپ کی تحقیق سن کر تو آنکھیں کھل گئیں اور جو میں مثل اپنے ہم مشربوں کے اپنے آپ کو بڑا محقق سمجھتا تھا اس کی کیفیت معلوم ہوگئی اب میں دو روز کی اجازت چاہتا ہوں کہ اس مدت میں رسالہ قول الصواب اور زلیغ زاغ کو بھی دیکھ لوں گا۔ اور یہ تحقیق تقلید کی جو آپ نے لکھوادی ہے اس کو بھی اپنے ہم مشرب مولویوں کے ساتھ مل کر دیکھوں گا تاکہ اور کوئی شبہ پیدا ہو تو اس کو بھی آپ سے رفع کرلوں اور پھر اطمینان سے توبہ کروں اور شاید میرے ساتھ اور بھی دو چار اس طریق سے توبہ کرلیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

مقلد۔ وعلیکم السلام مولوی صاحب اس کا مضائقہ نہیں۔ مگر دیکھو کبھی ایسا نہ ہو کہ آپ بلحاظ اپنے ہم مشربوں کے چھپ بیٹھو اور نہ آؤ۔ کہو تو میں ہی پرسوں آپ کے مکان پر حاضر ہوں خدا کرے آپ اسی انصاف پر قائم ہیں۔

محمدی: مولانا اب ایسا نہیں ہوسکتا۔ انشاء اللہ میں ہی ضرور حاضر ہوں گا۔ اب آپ کی تقریر میرے دل میں کھب گئی ہے۔ والسلام علیک۔

محمدی۔ السلام علیکم۔

مقلد۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ فرمایئے کوئی اور شبہ تو نہیں پیدا ہوا اور ان دونوں رسالوں کو کیسا پایا۔

محمدی۔ مولانا ماشاء اللہ۔ رسالہ یکروزہ تو آپ نے خوب ہی بلا تعصب انصاف کے ساتھ لکھا ہے۔ اور یہ تقریر جو آپ نے مجھ کو لکھوادی یہ کیا کچھ کم ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ علماء گنگوہ اور دیوبند بھی اگر اس کو دیکھ لیں گے اور میدان

انصاف میں ذرہ بھی قدم رکھتے ہوں گے تو اپنی بات کی پچ اور اپنے سخن کا پاس چھوڑ دیں گے اور بجز پاس سخن حق یہ ہے کہ غالباً ان کا امکان کذب کا ہرگز عقیدہ بھی نہ ہوگا۔ اور رسالہ قول الصواب اور زلیغ زاغ بھی فی الواقع اسم بامسمی قول الصواب اور زلیغ زاغ ہی ہے اور زاغ خوری سے میں نے سنا ہے کہ اب خود دیوبندی گنگوہی بھی اپنے دلوں میں شرمندہ ہیں۔ ورنہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے رسالہ زلیغ زاغ اور قول الصواب کا کچھ تو جواب دیتے مگر کیا کریں اب جو بات منہ سے نکل گئی وہ کس طرح لوٹے۔ مگر غضب ہے کہ بعضے مرید سیدھے سادے تو اس کو ایمان سمجھ لیتے ہیں چنانچہ مولوی حسن صاحب بن مولوی محمد مرید صاحب مغفور تو میوات میں اس درجہ کوے کھانے کی ترغیب دے رہے ہیں کہ گویا بغیر اس کے کھانے کے مسلمان ہی نہیں۔ نعوذ باللہ۔ ایسے لوگ حنفیوں کو بدنام کرتے ہیں۔ اور یہ دلیلیں تقلید کی جو آپ نے بیان کیں یہ بھی لاجواب ہی ہیں۔ مگر بااینہمہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جب ان چاروں اماموں کے کل اقوال معہ بیان راجح مرجوح وغیرہ امور ضروری منقول چلی آتی ہیں اور انہیں میں سے کسی ایک امام کی تقلید پر سواد اعظم امت مرحومہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا اتفاق بھی ہوگیا پھر مقلدین امام اعظم رحمہ اللہ بعض قولوں پر امام کے کیوں نہیں عمل کرتے۔ دیکھو فتاوئی عالمگیری میں ہے۔

وفی نوادر داؤد بن رشید عن محمد رحمه الله فی رجل لیس بفقیه ابتلی بنازلة فی امراة فسال عنها فقیها فافتاه بامر من تحلیل اوتحریم فعزم علیه و امضاه ثم افتاه ذالک الفقیه بعینه او غیره من الفقهاء فی امرادة اخری له فی عین تلک النازلة بخلاف ذالک فاخذبه و عزم علیه وسعه الامران جمیعا ولو کان هذا الرجل سال

بعض الفقهاء عن نازلة فافتاه بحلال او حرام فلم يعزم علی ذالک فی زوجة حتی سال فقيها آخر فافتی بخلاف ما افتی به الاول فامضاه علی زوجة و ترک فتوی الاول و سعه ذالک ولو کان امضیٰ قول الاول فی زوجة و عزم عليه فيما بينه و بين امراته ثم افتاه فقيه اخر بخلاف ذالک لا يسعه ان يدع ما عزم عليه و ياخذ فتوی الاخر قال محمد رحمه الله هذا کله قول ابی حنيفة و ابی يوسف رحمهما الله و قولنا۔

یعنی نوادر میں امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اگر کسی ایسے شخص نے جو فقیہ یعنی مجتہد نہ تھا کسی فقیہ یعنی مجتہد سے کسی عورت کے معاملہ میں اپنے اوپر حرام ہونے کا فتویٰ لے کر اس عورت کو اپنے اوپر حرام سمجھ لیا اور اپنے سے جدا کر دیا اور پھر دوسری عورت سے جب پہلی عورت کا سا ہی معاملہ واقع ہوا اور اس معاملہ میں دوسرے فقیہ یعنی مجتہد سے فتویٰ لیا۔ اس نے اسی معاملہ خاص کے اعتبار سے جس کی وجہ سے پہلے فقیہ نے پہلی عورت کو حرام کہہ دیا تھا اس عورت کو حرام نہ بتایا بلکہ برخلاف فقیہ اول کے حلال رہنے کا فتویٰ دیا اور اس نے بموجب قول دوسرے فقیہ کے عمل کیا اور اس عورت کو جدا نہ کیا تو اس کو دونوں فقیہوں کے قول پر دو عورتوں کے معاملہ میں عمل کرنا جائز ہے۔ البتہ ایک عورت کے ایک معاملہ خاص میں ایک فقیہ کے قول پر عمل کرنے کے بعد دوسرے فقیہ کے مخالف قول پر عمل درست نہیں ہاں فقیہ اول کے قول پر عمل کرنے سے پہلے اس کے قول کو چھوڑ دے اور دوسرے کے قول پر جو فقیہ اول کے مخالف فتویٰ دیتا ہے عمل کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور پھر امام محمد فرماتے ہیں یہی ہمارا قول ہے اور یہی ابو حنیفہ اور امام ابی یوسف رحمہما اللہ کا انتہی۔

پس اس قول پر حنفیہ کیوں نہیں عمل کرتے۔ اگر اس پر عمل کر لیا جائے تو مقلدین و غیر مقلدین میں تھوڑا ہی فرق رہ جائے۔ کہ جس کا مٹنا مٹانا کوئی مشکل نہیں بلکہ واقع میں اس قول کا اور غیر مقلدوں کا ایک منشا ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ایک مجتہد کے تمام معاملات میں پابندی ضرور نہیں۔ بلکہ اگر عالم ہے تو جس مجتہد کی دلیل باعتبار قرآن اور حدیث کے قوی پائے اس کے قول پر عمل کرے ورنہ بموجب روایت عالمگیریہ عمل کرتا رہے۔ ہاں غیر مقلد ہر ایک شخص کو تلاش دلیل قرآن اور حدیث کی البتہ ضرور ہدایت کرتے رہتے ہیں۔ مگر یہ بات شاید کسی کے نزدیک بھی بری نہ ہوگی اس واسطے کہ اس صورت میں مجرد خواہش نفس کے موافق کسی مجتہد کے قول کو چھوڑا نہ جائے گا۔ چنانچہ اس مضمون کی بھی روایتیں شامی۔ میزان شعرانی وغیرہ میں موجود ہیں۔ اور ایک معاملہ خاص میں ایک کے قول پر عمل کر کے اسی معاملہ خاص میں جو دوسرے وقت بعض غیر مقلد دوسرے مجتہد کے مخالف قول پر عمل کر لیتے ہیں۔ یہ امر بھی موافق روایت مذکورہ صفحہ ۵۱ سطر ۳۰ شامی مطبوعہ مطبع مجتبائی ہے البتہ ایک معاملہ میں ایک وقت میں بھی کئی مجتہدوں کے مختلف قولوں پر عمل جو کر لیتے ہیں۔ مثلاً وضو میں مسح بموجب قول امام شافعی رحمہ اللہ ایک دو بال کا کر لیا۔ اور جب مس ذکر لیا تو بموجب قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ اسی وضو سے نماز پڑھ لی۔ سو اول تو ایسا تب کرتے ہیں جب اس قول کو موافق قرآن و حدیث قوی پائیں۔ علاوہ بریں اس میں کچھ خرابی ہو اور اتنی بات ان کو سمجھائی جائے تو غالباً مان بھی سکتے ہیں۔ نہ یہ کہ مخالف قول خدا و رسول اور قول امام اعظم رحمہ اللہ ایک ہی امام کے مقلد بن جائیں۔

مقلد: ۔ مولوی صاحب مجھ کو افسوس اس بات کا ہے اور یہ افسوس فقط آپ پر ہی نہیں بلکہ آپ کے تمام ہم مشربوں پر ہے کہ جو بات ایک دفعہ خوب سمجھا دی

جاتی ہے اس کو بوجہ محبت آزادی کے جو غیر مقلدوں کو حاصل ہے آپ صاحب اس کو یکدم پھر بھول جاتے ہیں اور وہی پہلا قصہ گانے لگتے ہیں۔ مہربان من! بموجب قول امام بخاری رحمہ اللہ اور قول مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اور مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ وغیرہم ابھی جو شرطیں قرآن اور حدیث پر عمل کرنے کی میں نے آپ کو لکھوا دی تھیں اور ان کو مع اپنے ہم مشربوں کے آپ نے دو روز تک دیکھا کیا وہ ان سب غیر مقلدوں میں اور آپ میں پائی جاتی ہیں اور جب نہیں پائی جاتیں۔ پھر اس قول کے کیا معنی کہ ایک واقعہ خاص میں بھی اگر وہ کئی مجتہدوں کے اقوال مختلف پر عمل کرتے ہیں تو جب ان قولوں کو موافق قرآن اور حدیث کے قوی پاتے ہیں تب کرتے ہیں اور جب بعد نظر ڈالنے کے قول مذکورہ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ پر آپ کا یہ قول بے معنی اور بیکار رہا تو اب اس خرابی کو سمجھ لیجئے جو آپ کی مذکورہ صورت میں لازم آتی ہے۔

کیوں حضرت! جب کسی نے بموجب قول امام شافعی رحمہ اللہ وضو میں سر کے دو چار ہی بال کا مسح کیا تو باقی تین اماموں کے نزدیک تو یہ وضو نہیں ہوا۔ اور جب مس ذکر کر لیا یعنی پیشاب کی جگہ کو بلا فصل کپڑے وغیرہ کے چھو لیا تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ وضو نہ رہا۔ اب فرمایئے اگر اسی وضو سے اس نے نماز پڑھ لی چاروں اماموں میں سے کس امام کے نزدیک یہ نماز جائز ہو گی جو اس وضو سے پڑھی گئی کہ جو وضو کسی امام کے نزدیک بھی وضو نہ تھا۔ رہی وہ عبارت شامی مذکورہ صفحہ ۱۵ مطبوعہ مجتبائی جس سے آپ کے ہم مشربوں نے دو روز محنت کر کے آپ کو شبہ میں ڈالا ہے وہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ جیسے مقلد مجتہدین فی المذہب کے حق میں ہے۔ خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ امام شرنبلالی فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ انسان پر ایک مجتہد کی

پابندی ضروری نہیں بلکہ ایک قسم کے دو حادثوں میں کبھی اس امام کے قول پر عمل کر لے کبھی دوسرے امام کے قول پر جو قول امام اول کے قول کے مخالف ہے۔ تو بھی جائز ہے بلکہ ایک امام کے قول کے موافق مثلاً اگر اپنی نماز کو درست جان کر نماز پڑھ لے اور پھر معلوم ہو کہ اس امام کے نزدیک تو یہ نماز جائز اور درست نہیں ہوئی مگر دوسرے امام کے نزدیک جائز اور درست ہے تو اس امام ثانی کی تقلید سے اگر اس نماز کا اعادہ نہ کرے تو بھی جائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ بزازیہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب وہ حمام سے غسل کر کے نماز جمعہ پڑھ چکے معلوم ہوا کہ جس کنوئیں سے وہ حمام بھرا گیا تھا اس میں چوہا مر گیا تھا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسوقت ہم اپنے مدینہ والے بھائیوں کے قول کی تقلید کرتے ہیں جو وہ فرماتے ہیں کہ جب پانی قلتین کی مقدار کو پہنچ جائے اس میں نجاست اثر نہیں کرتی۔ اب فرمایئے امام شرنبلالی نے اپنے قول پر جو نقل امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے دلیل پکڑی اس قرینہ سے یہ امر ظاہر ہے یا نہیں کہ یہ قول بموجب ایک روایت غیر مفتی بہ امام کے امام ابو یوسف رحمہ اللہ جیسے مقلدوں کی شان میں ہے جو مجتہد فی المذہب ہیں۔ ورنہ یہ روایت اور وہ روایت بحر الرائق اور فتاوی بزازیہ کی کہ اگر قاضی مجتہد نہ ہو اور مخالف اپنے مذہب کے کوئی حکم نافذ کر دے وہ حکم اس کا صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بھی نافذ ہو جائے گا اور بعد نفاذ اس کے حکم کو کوئی دوسرا قاضی نہیں توڑ سکتا بمقابلہ روایت ہدایہ کے جو ظاہر الروایت ہے ہرگز قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے کہ ہدایہ کی کتاب ادب القاضی میں ہے

ولو قضیٰ القاضی فی المجتهد فیه مخالفا لرأیه ناسیاً لمذهبه نفذ عند ابی حنیفة رحمه الله و ان کان عامدا ففیه روأیتان ووجه

النفاذ انه ليس بخطا يقيناً و عندهما لا ينفذ في الوجهين لانه قضىٰ بما هو خطاء عنده و عليه الفتوى۔

یعنی قاضی مجتہد نے اگر اپنے مذہب کو بھول کر مخالف اپنی رائے کے اس مسئلہ میں جس میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور کسی دوسرے مجتہد کی رائے اس کی رائے کے مخالف تھی اسی مخالف رائے کے موافق حکم جاری کر دیا تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ حکم نافذ ہو جائے گا اور اگر قصداً مخالف اپنے مذہب کے حکم جاری کیا ہے تو ایک روایت میں امام کے نزدیک اب بھی وہ حکم ا نافذ ہو جائے گا اس واسطے کہ دوسرے مجتہد کی رائے مطابق ہونے کی وجہ سے وہ حکم یقیناً خطا نہیں ہو سکتا اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اور بموجب دوسری روایت کے جو امام سے مشہور ہے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بھی وہ حکم نافذ نہ ہو گا اس واسطے کہ اس کے گمان میں تو وہ حکم جو مخالف اپنی رائے کے موافق قول دوسرے مجتہد کے نافذ کیا ہے خطا ہی تھا اسی واسطے بوجہ قوی ہونے دلیل دوسری

ا واضح ہو کہ امام سے جو ایک روایت میں مروی ہے کہ قصداً بھی اگر قاضی برخلاف اپنے مذہب کے حکم جاری کر دے وہ نافذ ہو جائے گا اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ قاضی کو ایسا کرنا بھی جائز ہے اسی واسطے صاحب شامی تحریر سے بعد نقل روایت مذکور تحریر فرماتے ہیں۔ واجاب في التحرير بان قول الامام بالنفاذ لا يوجب حل الاقدام على هذا القضاء یعنی امام کی روایت نفاذ سے یہ لازم نہیں آتا کہ قاضی کو ایسا کرنا جائز بھی ہو جس طرح فاسق کی گواہی پر اگر قاضی نے کوئی حکم جاری کر دیا وہ نافذ ہو جائے گا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایسا کرنا بھی قاضی کو درست ہو۔ چنانچہ بحوالہ بحر الرائق فتح القدیر کی یہ عبارت نقل فرماتے ہیں۔ ومقتضى الدليل ان لا تحل ان يقضي بها فان قضى جاز۔ انتهى۔ ومقتضا الاثم انتهى۔ بہر نہج نفاذ سے جواز ایسی حرکت کا ثابت نہیں ہوتا۔ اور یہاں ابھی روایت نفاذ میں ہی کلام ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

روایت کے جو امام سے منقول ہے اور اختیار کرنے صاحبین کے اس روایت کو صاحبین ہی کی روایت مختار پر فتویٰ ہے اور مبسوط سے بھی صاحب شامی نے روایت مختار صاحبین پر ہے فتویٰ نقل کیا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر صاحب شامی روایت مذکورہ بحر الرائق اور فتاویٰ بزازیہ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ روایت بحر الرائق قابل توجہ کرنے کے نہیں ہے اور بزازیہ کی روایت اس امر پر محمول ہو سکتی ہے کہ روایت غیر مفتیٰ بہ اور ضعیف جیسے امام سے نفاذ حکم کے مروی ہے صاحبین سے بھی مروی ہو ورنہ صاحبین سے جب بموجب روایت مفتیٰ بہ ہدایہ اور مبسوط یہ ثابت ہو چکا کہ اگر قاضی مجتہد بھی مخالف اپنے مذہب کے حکم جاری کر دے تو جاری نہیں ہو سکتا پھر صاحبین کے نزدیک قاضی مقلد کا حکم برخلاف فتویٰ اپنے امام کے کیونکر جاری ہو سکتا ہے لہٰذا درمختار میں صراحۃً لکھ دیا ہے و اما المقلد فلا ينفذ قضائه بخلاف مذهبه اصلا كما في القنية۔ یعنی قنیہ میں ہے کہ قاضی مقلد کا حکم برخلاف فتویٰ اپنے امام کے ہرگز نافذ نہیں ہو سکتا۔

اور مبسوط کا ان کتب ظاہر الروایات سے ہونا تو ظاہر ہی ہے جن کو مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ صاحب شامی تصانیف مشہورہ مجتہدین فی المذہب سے مثل خبر متواتر او مشہور کے معتبر اور مشہور تحریر فرماتے ہیں مگر ہدایہ بھی وہ معتبر کتاب ہے کہ صفحہ ۶۴ فصل نے المجتہد فی المذہب عقد الجید میں مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ نوادر کے نسخے جو ہمارے زمانے میں پائے جاتے ہیں ان کی روایتوں کو امام محمد۔ امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی طرف نسبت کرنا درست نہیں ہے اس واسطے کہ طریق مشہور سے یہ نسخے ہمارے زمانے میں نہیں پہنچے۔ ہاں کسی معتبر مشہور کتاب میں جیسے ہدایہ اور مبسوط ہے اگر نوادر کی کوئی روایت پائی جائے تو ان کتابوں کے اعتبار کی وجہ سے وہ روایت مان لی جائے گی اور شامی کی

روایت مسائل نوادر اور کتب ظاہر الروایہ کی نسبت جو ہے وہ بھی سن لیجئے تا کہ نوادر کی روایت جو فتاویٰ عالمگیری سے آپ نے نقل کی ہے اس کی حقیقت بھی آپ پر کھل جائے اور معلوم ہو جائے کہ کتب فقہ سے فتویٰ دینا بھی بغیر استاد سے پڑھنے اور سیکھنے کے درست نہیں ہے۔ دیکھو شامی میں ہے۔

کتب ظاهر الرواية كتب محمد الستته المبسوط والزيادات والجامع الصغير والسير الصغير والجامع الكبير والسير الكبير وانما سميت بظاهر الروية لانها رويت عن محمد بروايات الثقات فهى ثابتة عنه امامتواتره او مشهورة الثانية مسائل النوادر و انما قيل لها غير ظاهر الرواية لانها لم تروعن محمد بروايات ثابتة صحيحة كا لكتب الاولى۔

یعنی مبسوط وغیرہ کو ظاہر الروایت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ مرتبہ خبر متواتر اور مشہور کو پہنچی ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ سے بذریعہ روایت ثقہ راویوں کے اور نوادر کے مسائل امام محمد رحمہ اللہ سے بذریعہ روایت صحیحہ نہیں روایت کئے گئے۔

اب فرمایئے بمقابلہ روایت ہدایہ اور مبسوط نوادر کے روایت کیونکر معتبر سمجھی جائے اگر فتاویٰ عالمگیر یہ کا مرتبہ مبسوط اور ہدایہ کی برابر ہوتا تو اس کے اعتبار پر مان لیتے مگر اول تو شروح کے مقابل میں مرتبہ فتاویٰ کا کم ہے۔ اور پھر مبسوط اور ہدایہ کے مقابلہ میں تو کچھ بھی نہیں۔ مگر خیر اگر اس روایت کو معتبر مان بھی لیں تو کیا اس عبارت کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ مراد فقیہ اول اور فقیہ آخر سے مجتہدین فی المذہب مثل امام محمد امام ابو یوسف امام زفر وغیرہ ہیں کہ جن سب کے اقوال سے مذہب حنفی مرکب ہے یا مجتہد فی المسائل یا حافظ روایات فقہ۔ اس واسطے کہ عرف فقہا میں ان کو بھی فقیہ کہتے ہیں اور یہ سب زمرہ مقلدین میں داخل ہیں۔ اور ان

میں جو باہم بعض روایات میں اختلاف ہے بموجب قواعد رسم المفتی ان میں سے کبھی کسی کی روایت پر کبھی کسی دوسرے کی روایت پر بحسب ظہور قوت اور ضعف دلیل کے یا بوجہ فتویٰ مختلف دینے دو مفتیوں کے جو دونوں حنفی ہیں بموجب اختلاف روایات اور اختلاف اپنی اپنی سمجھ کے عمل کر لینا عین تقلید امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے۔ ایک مذہب کے مختلف فقیہوں کے مختلف فتوی پر عمل کرنے سے جب وہ فتوی بروایت صحیح ثابت ہو جائے اس مذہب کی تقلید سے نہیں نکلتا اس واسطے کہ ان کا کوئی حکم مخالف رائے امام نہیں ہوتا۔ چنانچہ علامہ شامی درر سے نقل فرماتے ہیں۔

اذا حكم الحنفى بمذهب ابى يوسف اور محمد و نحوهما من اصحاب الامام فليس حكما بخلاف رايه

یعنی اگر حنفی امام ابو یوسف یا محمد وغیرہ اصحاب امام کے کسی قول کے موافق فتویٰ دے دے تو وہ حکم مخالف رائے امام کے نہیں ہوتا۔ اور میزان شعرانی وغیرہ کی روایتوں کا بلکہ جتنی اس قسم کی روایتیں ہیں ان سب کا حال ہم جواب سابق میں روایت امام بخاری رحمہ اللہ اور شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اور روایت میزان وغیرہ کے ساتھ مفصل پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ یہ سب روایتیں مجتہد فی المذہب کی شان میں ہیں نہ ہر خاص و عام کی شان میں۔ اب بھی اگر کوئی شک رہا ہو تو کہہ دو۔ اور یاد رکھو کہ اس قسم کے شبہ میں ڈالنے والے اقوال بہت ہیں اور غالباً حتی الوسع اس قسم کے سارے ہی قولوں کو مولوی نذیر حسین صاحب نے مع اپنی تحقیقات کے معیار الحق میں جمع کر دیا ہے مگر ان کی تحقیقات کے جوابات دنداں شکن نہایت تحقیق کے ساتھ ہمارے مولانا سید العلماء سند الاصفیاء سیدی و مولائی استادی مولانا ارشاد حسین صاحب فاروقی مجددی قدس اللہ سرہ نے انتصار الحق

ہیں مع نقل بہت سے اقوال متقدمین فقہاء کے وجوب تقلید میں خوب ہی بسط کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ اگر آپ کو یا آپ کے احباب کو ایسے قولوں کی پورے طور سے تحقیق منظور ہو تو یہ انتصار موجود ہے بنظر انصاف دیکھو۔ مگر اس کے دیکھنے کے واسطے کچھ علم کی بھی ضرورت ہے لہذا جو شبہ ہو ہم سے رفع کرتے جاؤ۔ اور مجرد کسی کے کہنے کے کہ انتصار کا بھی جواب ہو چکا ہے تقلید نہ کرو بلکہ اس جواب کو منگوا کر پاس رکھ لو مولانا ممدوح سے بھی بعض نے آپ کے زمانہ حیات میں ذکر کیا تھا مگر میں نے مولانا امداد حسین صاحب قدس سرہ برادر کلاں حضرت مولانا سے اسی زمانہ میں سنا تھا کہ مولانا ممدوح قدس سرہ نے اس جواب کو منگوا کر ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ عقلا کے نزدیک یہ جواب خود مصنف کی لیاقت فہم ظاہر دکھا رہا ہے اس کے جواب الجواب کی کیا حاجت ہے۔ بہرنہج اس کو بھی منگوالو اور دونوں کو دیکھتے جاؤ پھر ہم بھی دیکھیں کہ بعد سمجھ لینے انتصار کے پھر اس قسم کے قولوں سے بہ نسبت وجوب تقلید کوئی شبہ کس طرح پیدا ہوتا ہے۔

محمدی:۔ مولانا! جب ایک ہی مذہب کے مقلدوں سے جو مجتہد منتسب یا مجتہد فی المذہب ہیں مختلف روایتیں مخالف قول امام کے منقول ہیں اور آپ اول فرما چکے ہیں کہ یہ سب اصول میں امام ہی کے مقلد ہیں اور آپ بحوالہ شامی فرما چکے کہ ان سے کوئی بھی روایت مخالف رائے امام منقول نہیں۔ اندریں صورت یہ بات لازم آتی ہے کہ امام کے نزدیک جو بعض چیزیں اور بعض امور حرام ہیں وہی بعض حلال بھی ہیں اور جو بعض چیز ناپاک ہیں وہ پاک بھی ہیں اور جو بعض امور فرض ہیں وہ جائز بھی ہیں اور یہ بات بالکل خلاف عقل و نقل ہے۔ منار میں ہے والحق فی موضع الخلاف واحد یعنی جس مسئلے میں اختلاف ہو وہاں حق تو ایک ہی بات ہوتی ہے یہاں کیا کیجیے کہ ایک ہی امام کے نزدیک جو بعض چیزیں

حلال ہیں تو وہی بعض حرام ہیں۔ اب مقلدان دونوں باتوں میں سے کس کو حق سمجھے اور اپنے امام کے ایسے مختلف قولوں میں سے کس پر عمل کرے کس پر فتویٰ دے؟

مقلد: اسی طریق پر عمل کرے اور اسی طریق پر فتویٰ دے جس طریق کو ہم ابھی بجواب سوال ششم میں بیان کر چکے ہیں اور ہر ایک قول کی دلیلیں جو کتب فقہ اور حدیث میں موجود ہیں ان میں سے ہر ایک دلیل کی قوت اور ضعف پہچاننے کی اگر قوت نہ ہو تو اتنی بات ضرور مد نظر رکھنی چاہیے کہ جب تک مشہور کتابوں کی روایت ملے غیر مشہور کتابوں کی روایت پر جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ روایت کس معتبر کتاب سے نقل کی ہے اور بدوں دیکھنے شروح کے مختصر کتابوں پر مثل کنز اور نہر کے بھی فتویٰ نہ دے۔ چنانچہ شامی میں ہے۔

فلا یجوز الافتاء ممافی الکتب الغریبة

یعنی غیر مشہور کتابوں پر فتوی دینا جائز نہیں۔

وفیه انه لا یجوز الافتاء من الکتب المختصرة۔

اور پھر اصحاب متون جس روایت کی تصحیح کریں اس کو مقدم سمجھے ورنہ پھر متون کی روایتوں میں سے مسائل ذوی الارحام میں امام محمد کے قولوں کو اور قضا میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قولوں کو مقدم رکھنا چاہیے اور بصورت مقابلہ شروح اور متون تو پھر متون ہی مقدم رکھی جائیں گی۔ چنانچہ علامہ شامی بحوالہ شرح بیری تحریر فرماتے ہیں۔

وهذا عند عدم ذکر اهل المتون للتصحیح والا فالحکم بمافی المتون کمالا یخفی لانها صارت متواترة

یعنی یہ قاعدہ کہ مسائل ذوی الارحام میں امام محمد کے قولوں کو اور قضا میں امام ابو یوسف کے قولوں کو مقدم رکھنا چاہیے۔ جب ہے کہ اصحاب متون کسی قول

کی تحقیق نہ بیان کریں۔ ورنہ شروح وغیرہ پر متن ہی مقدم رہتا ہے اس واسطے کہ متون کی روایتیں بطریق تواتر منقول ہوتی چلی آئی ہیں۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ ایک ہی چیز کا حلال بھی اور حرام بھی ہونا ایک ہی امام کے نزدیک خلاف نقل و عقل ہے۔ سو بے شک یہ امر باعتبار ایک زمانے اور ایک قسم کے لوگوں کے ایسا ہی ہے ورنہ باعتبار مختلف زمانوں کے مختلف شہروں کے مختلف مرتبے کے لوگوں کے اور بدلتے حالات آدمیوں کے شرعی حکموں کا مختلف ہوتے رہنا ظاہر ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ ابتدا زمانہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتوں پر پردہ مطلقاً فرض نہ تھا۔ جب منافقوں اور زانیوں کی فتنہ انگیز ظاہر ہوئی اور بجہت عادت قدیم ایام جہالت ادھر عورتیں بے حجاب نکلتی رہیں ادھر یہ شریر لوگ اپنی عادت بد سے باز نہ آئے۔ اللہ جلشانہ نے بمقتضائے حکمت کاملہ آہستہ آہستہ حکم حجاب نافذ فرمانا شروع کر دیا اس واسطے کہ یکدم پرانی عادت کا چھوٹنا بموجب قانون قدرت بہت نادر ہے اور اول عورتوں کی نسبت تو یہ حکم نافذ فرمایا۔

یاایھا النبی قل لا زواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلا بیبھن قال القاضی عبد اللہ بن عمر فی تفسیر البیضاوی یغطین وجوھھن و ابدانھن بملا حفھن اذا برزن لحاجۃ.

یعنی اے ہمارے رسول اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور نیز مومنوں کی بیویوں سے کہہ دو کہ اپنی چادروں میں لپٹی رہا کرو۔ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ ان سے کہہ دو جب کسی ضرورت کے واسطے باہر نکلو تو اپنے منہ کو اور تمام بدن کو چادروں سے ڈھانک لیا کرو۔

چنانچہ شاہ عبد القادر علیہ الرحمۃ بھی بموجب تفسیر بیضاوی ترجمہ آیت اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نکاحیوں کو اور اپنی بیٹیوں

کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ جب گھر سے باہر نکلیں تو نیچا چھوڑیں سر سے اپنی چادروں کو جو منہ اور بدن ڈھکے

اور بدکاروں اور منافقوں کی نسبت آیہ مذکورہ کے ساتھ ہی یہ حکم نازل ہوا۔

لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لایجاورونک فیھا الا قلیلاً ملعونین اینما ثقفوا اخذو وقتلوا تقتیلاً۔

یعنی باوجود عورتوں کے چھپ کر نکلنے کے اب بھی اگر منافق اور دلوں کے بیمار اور بدخبری اڑانے والے مدینہ میں باز نہ آئیں گے تو پھر ہم تم کو ایسا ان کے پیچھے ڈالیں گے کہ پھر وہ تھوڑے دن بھی مدینے میں دردر پھٹ پھٹ ہی میں رہیں اور جہاں ملیں پکڑے جائیں اور مارے جائیں۔

پھر جب بعض عورتوں کی طرف سے قصور ظاہر ہوا اور بعض مومنوں کو بھی دیکھا گیا کہ عورتوں کی طرف بلاضرورت بھی دیکھنے لگتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جتنے فساد زنا وغیرہ کے دنیا میں برپا ہوتے ہیں ان کی بنا مرد عورت کا آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنا ہی ہے۔ لہذا فرمادیا۔

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم و اطھر ان اللہ خبیر بما یصنعون۔

یعنی اے محبوب ہمارے مومنوں کو کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو غیر عورتوں سے بند رکھیں اور شرمگاہوں کی زنا سے حفاظت کریں یہ بات ان کے لیے بہت ہی خوبی اور پاکی کی ہے۔ بے شک اللہ آگاہ ہے ان کے تمام کرتبوں سے خواہ آنکھ سے کسی کو دیکھیں یا کسی کی آواز پر کان لگائیں یا برا قصد کریں۔ چنانچہ قاضی بیضاوی اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

لا یخفی علیه اجالة ابصارهم و استعمال سائر حواسهم و تحریک جوارحهم و ما یقصدون بها فلیکونوا علی حذر منه فی کل حرکة و سکون۔

یعنی اللہ پر ان کی آنکھوں کی گردش اور ان کے تمام حواس کے عمل اور اعضا کی حرکتیں اور ارادے پوشیدہ نہیں ہیں لہذا ان کو چاہیے کہ ہر حرکت اور سکون میں اس سے ڈرتے رہیں۔

اور پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو اور موکد کر دیا۔ چنانچہ مشکوہ میں شعب الایمان بیہقی سے مروی ہے۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال لعن اللّٰہ الناظر و المنظور الیه

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر جو کسی کی عورت کو دیکھے یعنی کسی کے اتنے جسم کو دیکھے جس کا ڈھانکنا فرض ہے اور اس پر جس کا اتنا بدن دیکھا جائے یعنی بلا عذر اور اضطرار ایسی طرح ہو جائے کہ اس کو کوئی دیکھ ہی لے اور ظاہر ہے کہ مرد کی عورت یعنی وہ بدن کہ جس کا ڈھانکنا فرض ہے امام کے نزدیک زیر ناف سے گھٹنے تک اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک فقط شرمگاہ اور سرین ہی ہیں مگر عورت کا بدن تو اتفاقاً سارا ہی عورت ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے۔

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انه قال المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے تھے کہ عورت تو ساری ہی عورت ہے یعنی اس کا سارا ہی بدن سر سے پاؤں تک واجب الستر ہے جب وہ نکلتی ہے شیطان اس کی تاک جھانک میں رہتا ہے۔ صاحب لمعات اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ لیغوبها و یغوی بها یعنی اس غرض سے کہ اس کو بھی بہکائے اور اس کے ساتھ کسی اور کو بھی گمراہ کرے۔ اور نیز مشکوٰۃ شریف اور طحاوی شریف اور مسند امام احمد رضی اللہ عنہ اور ترمذی شریف اور ابو داؤد اور دارمی میں حضرت بریدہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم النظرة الاولیٰ لک والاخرة علیک یعنی حضرت علی فرماتے تھے کہ مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی پہلی نظر تو واسطے تیرے ہے یعنی جو اچانک پڑ گئی وہ تو معاف ہے اور دوسری نظر اوپر تیرے ہے یعنی موجب وبال و نکال ہے مقصود اس حدیث میں حضرت علی کے مخاطب بنانے سے یہ ہے کہ سب مسلمان سمجھ لیں کہ جب حضرت علی جیسے عارف باللہ شیر خدا کو ایسا حکم ہوتا ہے تو پھر دوسرے کس گنتی شمار میں ہیں اور پھر مومن عورتوں کے واسطے آیہ مذکورہ سے آگے اس طرح ارشاد فرمایا

و قل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن و یحفظن فروجهن و لا یبدین زینتهن. قال القاضی فی تفسیر البیضاوی فی تفسیرها کالحلی و الثیاب و الاصباغ فضلا عن مواضعها لمن لا یحل ان تبدی له الاظهر منها عند مزاولة الاشیاء کالثیاب و الخاتم فان فی سترها حرجا و المستثنیٰ هو الوجه و الکفان لانها لیست بعورة و الاظهر ان هذا فی

الصلوٰة لا فی النظر فان کل بدن الحرة عورة لا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شئی منها الا الضرورة کالمعالجة وتحمل الشهادة

یعنی اے ہمارے محبوب کہہ دو تم مومن عورتوں سے کہ اپنی آنکھوں کو غیر مردوں سے بند رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کسی کو نہ دکھائیں۔ صاحب تفسیر بیضاوی فرماتے ہیں کہ مراد زینت سے زیور اور کپڑے رنگین اور مہندی کا رنگ ہے اور ظاہر ہے کہ جب ایسی ممانعت ہے تو عورتوں کو کسی عضو کا دکھانا کب درست ہو سکتا ہے اور منہ اور دونوں ہتھیلیوں کو جو لکھا ہے کہ اس

اچنانچہ درمختار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے حیث قال. و ینظر من الاجنبیة ولو کافرة الی وجهها وکفیها فقط للضرورة۔ یعنی کسی ضرورت سے اجنبی عورت کا منہ اور دونوں ہتھیلیوں کا دیکھنا جائز ہے۔ اور نیز ایسا ہی ہدایہ میں ہے۔ ولا یجوز ان ینظر الرجل الی الاجنبیة الا الی وجهها و کفیها۔ یعنی اجنبی عورتوں کا سوا منہ اور دونوں ہتھیلیوں کے دیکھنا قطعاً جائز نہیں۔ پھر اس سے آگے تحریر فرماتے ہیں۔ فان کان لایا من الشهوة لاینظر الی وجهها الا لحاجة. لقوله علیه السلام من نظر الی محاسن امرأة اجنبیة عن شهوة صب فی عینه الآنک یوم القیامة فان خاف الشهوة لم ینظر من غیر حاجة تحرزا عن المحرم۔ وقوله لایا من یدل علی انه لا یباح اذا شک فی الاشتهاء۔ یعنی اگر یہ جانے کہ دیکھنے سے مجھ کو شہوت پیدا ہوگی تو بلا ضرورت منہ کو بھی نہ دیکھے بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جو شخص کسی اجنبی عورت کے حسن کو شہوت سے دیکھے گا تو سیسا اس کی آنکھوں میں قیامت کے روز ڈالا جائے گا اسی واسطے خوف شہوت سے تو بلا اجازت نہ دیکھے حرام سے بچنے کی غرض سے۔ اور قول صاحب ہدایہ کا لایا من دلیل ہے اس امر کی کہ اگر شہوت کا شک بھی ہو تو اس کے منہ کو نہ دیکھے۔ و فی غایة البیان من انه روی اصحاب السنن عن ابن عباس ان اللّٰہ کتب علی ابن آدم حظه من الزنا

حکم سے مستثنیٰ ہیں یہ عورت نہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ نماز میں ان کا کھلا رہنا جائز ہے نہ کہ کسی کے دیکھنے میں اس واسطے کہ آزاد عورت کا تو سارا ہی بدن واجب الستر ہے بلا ضرورت علاج یا کسی عورت کے گواہ بننے کے کسی کو عورت کا کوئی عضو بجز خاوند اور محرم کے دیکھنا جائز نہ عورت کو دکھانا جائز چنانچہ آخر آیت میں تو فرما دیا ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن یعنی عورت کو پاؤں مار کر بھی نہ چلنا چاہیے کہ کبھی زیور کی آواز سن کر کوئی دیکھے نہ سہی مگر یہ بھی نہ جانے کہ یہ عورت زیور پہنے ہوئے ہے۔ اسی واسطے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا کہ

لاتباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها کانه ینظر الیها۔ رواہ البخاری ومسلم عن عبداللہ ابن مسعود

یعنی بخاری اور مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ننگے بدن عورت عورت سے بھی مِل

(بقیہ) ادرک ذالک لا محالة فزنا العینین النظر واللسان المنطق والنفس تتمنی وتشتهی والفرج یصدق ذالک او یکذبه۔ یعنی غایة البیان میں ہے کہ منہ کو بھی نہ دیکھے اس واسطے کہ اصحاب سنن ترمذی نسائی وغیرہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک اللہ نے جو حصہ آدمی کا زنا سے لکھ دیا ہے وہ ضرور اس کو پالے گا۔ پھر آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا اجنبی عورت سے بات کرنا اور نفس خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ سب کو سچا کر دیتی ہے یا جھوٹا۔ ۱۲ منہ غفر اللہ ولوالدیہ۔

جول نہ رکھے اس واسطے کہ پھر وہ اپنے شوہر سے اس کا ذکر کرے گی اور ایسا ہو جائے گا کہ گویا اس کا شوہر اس کو دیکھ ہی رہا ہے۔

اور مسلم شریف میں ہے۔

عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اياكم والدخول على النساء فقال رجل يارسول الله ارايت الحمو قال الحمو الموت۔

یعنی حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ خبردار کبھی غیر عورتوں میں نہ جایا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جیٹھ دیور بھی۔ یعنی جہاں اس کی بھابھی ہو کیا نہ جائے۔ فرمایا وہ تو موت ہیں یعنی ان سے تو ایسا ڈرنا چاہیے جیسے موت سے ڈرتے ہیں لہذا جب تک مرد و عورت ان تاکیدوں کے پابند رہے بغرض امور ضروری اور پنجگانہ نماز کے عورتوں کو گھر سے نکلنے کی اجازت رہی۔ پھر جس قدر ان تاکیدوں کے پابند نہ رہنے میں نقصان ہونے لگا عورتوں پر تشدد پردہ کا بڑھتا گیا۔ چنانچہ اول تو یہ حکم تھا کہ استاذنت احد کم امراته الى المسجد فلا يمنعها رواه البخاری و مسلم عن ابن عمر مرفوعاً، یعنی بخاری اور مسلم میں ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو اس کو مسجد سے منع نہ کرنا چاہیے۔ اور جب عورتیں نماز کو آتی تھیں تو یہ دستور تھا کہ عورتیں سلام پھیرتے ہی چل دیتی تھیں اور حضور تھوڑی دیر معہ نمازیوں کے ٹھہرے رہتے تاکہ

مردوں سے پہلے بغیر مردوں کے میل جول کے عورتیں اپنے گھروں میں پہنچ جائیں۔ چنانچہ بعینہ یہی مضمون اس روایت بخاری شریف سے ثابت ہے

عن ام سلمة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم قام النساء حين يقضى تسليم و يمكث هو فى مقامه يسيرا قبل ان يقوم قال الذى والله اعلم ان ذالک كان لكى تنصرف النساء قبل ان يدركهن من الرجال ۔ اور اسی غرض سے کہ عورتوں کو کوئی نہ دیکھے صبح کی نماز تو ایسے وقت پڑھتے تھے کہ تاریکی[1] سے ایک عورت دوسری عورت کو لوٹتے وقت بھی نہ پہچانے کما فى البخارى عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى الصبح فينصرفن نساء المومنين لا يعرفن من الغلس ولا يعرف بعضهن بعضاً۔ پھر بعض عورتوں کی حالت کے اعتبار سے یہ

[1] حالانکہ اصل میں اگر عورتوں کے حجاب وغیرہ کی ضرورت نہ ہو روشنی میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ میں ہے اخرج اصحاب السنن الاربعة و ابن حبان من حديث رافع بن خديج من رواية محمود بن لبى رضى الله عنه. اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر. قول الترمذى حسن صحيح و عند النسائى بسند صحيح كا اسفرتم بالفجر فانه اعظم اللاجر. و فى الطحاوى باسناد متعددة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسفروا بالفجر فكاما اسفرتم بالفجر فهو اعظم للاجر۔ یعنی ترمذی ابو داؤد۔ نسائی ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان اور طحاوی شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز صبح کو روشنی میں پڑھا کرو۔ اس واسطے کہ جتنا روشنی میں پڑھوگے اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔ ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولکاتبہ۔

حکم رات کی نماز ہی کے ساتھ مخصوص رہ گیا کما روی البخاری فی صحیحہ عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا استاذنکم نساء کم باللیل الی المسجد فاذنوھن یعنی صحیح بخاری میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے وقت جب تمھاری بیویاں مسجد کا اذن طلب کریں تو ان کو اجازت دے دیا کرو۔ پھر تھوڑے دن بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی ایسی طرز خاص کے ساتھ منع فرمادیا کہ جو بغرض ثواب مسجد میں آیا کرتی تھیں وہ خود نہ آئیں۔ چنانچہ شعب الایمان بیہقی۔ مسند امام احمد اور طبرانی و منتخب میں حضرت ابوحمید سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس طرح ارشاد فرمایا کہ

صلوتکن فی بیوتکن افضل من صلوتکن فی حجر کن وصلوتکن فی حجر کن افضل من صلوتکن فی دور کن وصلوتکن فی دور کن افضل من صلوتکن فی مسجد الجماعۃ۔

یعنی نماز تمھاری کوٹھوں تمھاروں میں مکان میں ایک طرف پڑھنے سے افضل ہے۔اور مکان میں ایک طرف پڑھنا انگنائی یعنی گھر کے احاطے میں پڑھنے سے افضل ہے اور انگنائی میں مسجد جماعت سے افضل ہے۔تا کہ ہر عورت سمجھ لے کہ جب گھر میں مسجد سے زیادہ ثواب حاصل ہے تو اب جو کوئی بحیلہ ثواب مسجد میں جائے گی ہر شخص جان لے گا کہ یہ طالب ثواب نہیں بلکہ محض حیلہ جو ہے۔اس پر بھی جب بعض عورتیں آتی رہیں تو غالباً وہ وہی تھیں جو زیب و زینت سے مسجد

میں آتی تھیں یا بغیر اختلاط مردوں کے آنا ممکن نہ تھا۔اور پھر آتی رہیں۔لہذا اول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسی طرز سے منع فرمایا کہ گراں بھی نہ گزرے اور سمجھدار عورتیں آپ ہی نکلنا چھوڑ دیں چنانچہ فرمادیا۔

لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل. رواہ البخاری والمسلم والامام مالک فی موطاہ۔

یعنی جو کیفیت عورتوں نے پیدا کی ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کیفیت کو ملاحظہ فرماتے تو جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد کی آمدورفت سے ممانعت کر دی گئی تھی ان کو بھی مسجد کے آنے سے ضرور منع فرما دیتے لہذا پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں جوان عورتوں کو تو بالکل ہی منع فرمادیا۔ چنانچہ احیاء العلوم میں ہے۔

وقال عمر رضی اللہ عنہ ای اعروا النساء یلز من الحجال یعنی عورتوں کو اچھے کپڑے نہ پہناؤ تا کہ وہ گھروں کو لازم پکڑیں۔اور اسی احیاء میں ہے کہ کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسدون الکوی

[۱] اس حدیث کو طبرانی نے جامع صغیر میں بھی نقل کیا ہے۔اور اعروا اگر بروزن ادعوا پڑھا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ قصد کرو عورتوں کی طرف کہ وہ اپنے گھروں کو لازم پکڑیں۔اور اگر اعروا بروزن ارضوا پڑھا جائے تو یہ معنی ہوں گے ننگا رکھو عورتوں کو۔ کما فی المجمع. عراہ یعروہ اذا قصدہ و من عری یعری فلع ثوبہ اور متن میں معنی موجب کیمیاء سعادت کے لکھی گئی ہیں۔۱۲ منہ غفر اللہ والوالدیہ.

والثقب لئلا تطلع النسوان الی الرجال ۔ یعنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشندان اور سوراخوں اور دیواروں کو بند کر دیا کرتے تھے کہ کبھی عورتیں مردوں کی طرف نہ جھانکیں ورأی معاذ امرأته تطلع الکوة فضر بها ورأی امراته قد دفعت الی غلامه تفاحة قد اکلت منها فضربها یعنی حضرت معاذ نے اپنی بیوی کو روشن دان سے جھانکتے دیکھ کر مارا اور ان کی بیوی نے سیب اپنا جھوٹا اپنے غلام کو دے دیا تھا جب بھی مارا۔ اور ہدایہ کی اس عبارت کی شرح میں ویکره لهن حضور الجماعات یعنی الشواب منهن لمافیه من خوف الفتنة ۔ صاحب نہایہ تحریر فرماتے ہیں واحتج اصحابنا بنهی عمر عن الخروج لمارای من الفتنة یعنی یہ جو ہدایہ میں ہے کہ بخوف فتنہ جوان عورتوں کو نمازوں کی جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے دلیل اس کراہیت کی ہمارے اصحاب کے نزدیک منع کرنا حضرت عمر [۱] کا ہے عورتوں کو باہر نکلنے سے ۔ جب صورت فتنہ ملاحظہ فرمائی اور اس سے بھی تصریح کے ساتھ یہی مضمون امام نووی شافعی نے شرح [۲] مسلم شریف میں تحریر فرمایا ہے اور پھر متاخرین فقہا نے زیادہ صورت فساد اہل زمانہ دیکھ کر بموجب منشاء قرآن و حدیث جو منع کرنا مردوں عورتوں کا ہے باہم ایک دوسرے کے دیکھنے سے بغیر منع کرنے عورتوں کے باہر نکلنے سے دشوار دیکھ کر نکلنے سے بالکل ہی مطلقاً ممانعت فرما دی چنانچہ درمختار میں ہے ۔

ویکره حضورهن الجماعة والجمعة والعید والوعظ مطلقا ولو عجوزاً ولو لیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان ۔ اھ۔

یعنی جمعہ ۔ جماعت ۔ عید ۔ بقرعید وعظ وغیرہ کے مجمعوں میں اگرچہ بوڑھی

[۱] احیاء العلوم میں ہے کہ وہ جو بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ۔

ہوں اور وقت بھی رات کا کیوں نہ ہو ۔ عورتوں کو بموجب اس روایت کے جس پر فتویٰ ہے حاضر ہونا مکروہ ہے ۔ علیٰ ہذا بخاری ۔ مسلم ۔ منتخب کنز العمال وغیرہا کی روایتوں سے ظاہر ہے کہ اگرچہ حافظ قرآن زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت تھے ۔ مگر قرآن مجید اس ہیئت کذائی کے ساتھ ایک جگہ نہیں لکھا گیا تھا ۔ یوں مختلف بکری کے شانوں کھجور کے پتوں وغیرہ پر لکھا ہوا بہتوں کے پاس تھا لہذا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طور پر ایک جگہ جمع کر دینے کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رائے دی تو انھوں نے بھی اول اس رائے سے سخت انکار کیا ۔ آخر جب اس امر کو سوچ سمجھ کر حضرت عمر کے ساتھ متفق الرائے ہو گئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید سے جمع کرنے قرآن کی نسبت ارشاد فرمایا تو انھوں نے اتنا سخت انکار کیا کہ فرمانے لگے ۔ قسم ہے اللہ کی اگر ادھر سے ادھر پہاڑ کو اٹھا کر رکھ دینے کا مجھ کو حکم فرماتے تو مجھ کو بھاری نہ معلوم ہوتا جتنا یہ حکم مجھ کو بھاری معلوم ہوا ۔ اس واسطے کہ بظاہر یہ حکم زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف معلوم ہوتا تھا مگر اللہ نے مثل سینہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے جب میرے سینے کو بھی کھول دیا اور مصلحت اس کی سمجھ میں آ گئی ۔ اگرچہ بعض صحابہ کو ناسخ منسوخ آیتیں سب یاد تھیں مگر میں نے منسوخ آیتوں کو علیحدہ اور غیر منسوخ آیتوں کو مع اختلاف ساتوں قرأت متواترہ ترتیب وار جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا ایک جگہ جمع کرنا شروع کر دیا ۔ اور چونکہ حضرت زید حافظ قرآن بھی تھے اور کاتب وحی بھی ۔ بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ فرماتے ہیں کہ سورۂ توبہ کی اخیر آیت کو میں نے ہر چند اور لوگوں سے تلاش کیا مگر بجز حضرت ابوخزیمہ کے اور کسی کے یاد نہ نکلی ۔ اور ایک روایت معتبر میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر آیت پر باوجود شاہد عدل ہونے فصاحت و بلاغت

قرآن کے بغرض مزید احتیاط دو دو صحابہ سے ہر آیت پر شہادت بھی لے لیتے تھے۔ چنانچہ آخر آیت سورۃ توبہ سے کی جب تک تنہا حضرت زید ہی شاہد رہے نہ لکھی گئی جب حضرت ابو خزیمہ بھی شاہد گزر گئے تب درج فرمادی گئی اور اللہ نے جو قرآن میں فرمایا ہے نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون اس کا پورا ظہور ہو گیا۔ پھر حضرت عثمان کے زمانے تک جس کو جس طرح مقدم موخر یاد تھا یا جس کے پاس جس طرح لکھا ہوا تھا ویسا ہی رہنے دیا اس مرتب قرآن کو بوجہ حصول مقصود شہرت نہ دی گئی مگر جب وہ زمانہ آیا کہ باعتبار اختلاف قرأت اور تقدم تاخر آیت لوگ جھگڑنے لگے بعض ناواقفی سے بعض دعاؤں کو بھی قرآن سمجھنے لگے بعض بعض سورتوں قرآن پر دعا ماثورہ ہونے کا دھوکا کھانے لگے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمان بن حارث۔ زید بن ثابت۔ عبد اللہ بن زبیر۔ سعید بن عاص رضی اللہ عنہم سے اس قرآن مرتب کی نقلیں کرا کے تمام اطراف میں بھیج دیں اور بموجب صلاح حضرت حذیفہ بن یمان جو شیعوں کے نزدیک بھی امین امت ہیں دوسری مختلف ترتیبوں کو جلوا دیا یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض شاذ روایتوں میں جو بعض سورتوں کو دعا اور بعض دعاؤں کو قرآن کہہ دیا ہے وہ ایسی ہی غیر معتبر روایتیں ہیں۔ چنانچہ مولوی انبار علی خاتم المجتہدین شیعہ بھی تفسیر عمدۃ البیان میں آخر کار یہی لکھ گئے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ قرآن پورا قرآن ہے نہ کچھ کم ہوا نہ زیادہ ہوا اور نہ ہو سکے۔[1] اسی طرح ابتدائی زمانہ اسلام میں قرآن مجید کو بغیر زیر زبر علامت آیت۔ رکوع وغیرہ لکھنا امر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ مگر جب اسلام نے عالم میں شہرت پائی برعایت اہل عجم

[1] اور تفصیل وار معہ عبارات حدیث وغیرہ اس مضمون کو ہم نے اپنی کتاب مختصر الممیز ان میں لکھا ہے۔
۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہم

ان تمام امور کے ساتھ قرآن کا لکھا جانا ضروری ہو گیا۔ چنانچہ زیلعی۔ شامی۔ در مختار۔ مستخلص وغیرہ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ جردوا القرآن یعنی قرآن کو زیر و زبر۔ علامت رکوع وغیرہ سے خالی رکھو۔ یہ حکم ان کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا۔ اب ان سب باتوں کا قرآن کے ساتھ ہونا ضروری ہے لہذا یہ سب پھر باتفاق یہ کلیہ لکھتے ہیں و کم من شئی تختلف باختلاف الزمان والمکان، یعنی بہت باتیں ہیں جو اختلاف زمان اور مکان سے بدل جاتی ہیں

اور مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ تفسیر آیہ کریمہ فویل لهم مما کتبت ایدیهم وویل لهم مما یکسبون میں تحریر فرماتے ہیں کہ بموجب اسی آیت کے ابتداء زمانہ صحابہ کرام میں قرآن کے فروخت کرنے کو اور اس کی لکھائی لینے کو بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ مگر زمانہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں پھر سب جواز کے قائل ہو گئے۔ چنانچہ حضرت محمد بن حنفیہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ فرماتے تھے۔

لاباس بشراء المصاحف و ان یعطی الاجر علی کتابتها و لا باس به انمایأ خذون اجور ایدیهم و انما بیع الورق و عمل یدیه، یعنی قرآن کے خریدنے اور قرآن کی لکھائی دینے لینے میں کچھ ڈر نہیں اس واسطے کہ اصل میں وہ قیمت ورقوں کی اور ہاتھوں کی محنت کی ہے۔ بہرنہج جب یہ امر خوب ثابت ہو گیا کہ باعتبار اختلاف زمانے کے اختلاف حالات لوگوں کے حکموں کا بدلنا ائمہ اہلبیت اور صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ تو اب ہم اصل مدعا کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ ان چاروں مجتہدوں کو اللہ نے وہ قوت جامع عطا فرمائی تھی کہ گنجینہ قرآن د

حدیث سے جس میں ہر ایک قسم کے مختلف حکم باعتبار مختلف زمانوں کے مختلف حالات لوگوں کے مختلف ولایتوں کے قیام قیامت تک کے لیے موجود تھے اور ہر ایک کی سمجھ ان کے موقع محل اور ان کی کنہ کے سمجھنے سے عاجز تھے باعتبار اپنے زمانے اور دوسرے زمانوں کے اور مختلف قسم کے لوگوں کے اور مختلف عرفوں کے اعتبار سے بھی مختلف حکم قرآن اور حدیث اور قول وفعل صحابہ کرام سے استنباط کر کے بیان فرما گئے اور جو حکم اپنے زمانے کے موافق پایا اس کو خود اختیار فرمایا اور دوسرے مختلف قولوں میں سے بحسب اختلاف زمانے اور اختلاف حالات اور عرف لوگوں کے اپنے شاگردوں کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی۔ بلکہ عالم مقلد مفتیوں کو بھی تا قیامت ان قولوں میں سے اختیار فرمانے کی اجازت آج تک درج کتب فقہ چلی آتی ہے جس کو ہم ابھی صفحات سابقہ میں بیان کر چکے ہیں لہٰذا دس پانچ نظریں بھی اس قسم کے مختلف حکموں کی باعتبار مختلف زمانوں مختلف حالات لوگوں کے بموجب مذہب حنفیہ ہم بیان کئے دیتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے کہ تھویب یعنی فجر کی اذان کے تکبیر سے پہلے دو دو دفعہ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح پکار دینا اچھی بات ہے اس واسطے کہ یہ وقت نیند اور غفلت کا ہے۔ اور علاوہ فجر کے اور نمازوں کی اذان کے بعد یہ امر مکروہ ہے اور یہ صبح کی نماز کے بعد پکار دینے کا رواج بھی بعد زمانہ صحابہ کرام کے بسبب بدل جانے لوگوں کی حالتوں کے علماء کوفہ سے شروع ہوا ہے اور غالباً فجر میں مستحسن اور دوسرے وقتوں میں مکروہ

ہونے کی وجہ علماء کوفہ امام اعظم رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک اس قسم کی حدیثیں صحیح ہوں گی جن سے ثابت ہے کہ بعد اذان فجر کے حضرت[1] بلال رضی اللہ عنہ دروازہ حجرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر حضور کو تیاری جماعت کی خبر دے جایا کرتے تھے اور علاوہ فجر کے ظہر اور عشاء کے بعد تھویب پر یعنی اذان کے بعد پھر دوبارہ لوگوں کو حی علی الصلوۃ وغیرہ بعض الفاظ معینہ کے ساتھ اطلاع تیاری جماعت کی دینے پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انکار سخت منقول ہے مگر جب امراء اور قاضی اور مفتیوں کو دیکھا گیا کہ بغیر اطلاع کے دوبارہ بعد اذان کے بوجہ زیادتی کاموں قضا اور فتویٰ نویسی کے جماعت سے رہ جاتے ہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں سب

[1] کما روی النسائی فی باب ایذان الموذنین الائمة بالصلوة عن کریب قال سالت ابن عباس کیف کانت صلوة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم باللیل فوصف انہ صلی احدیٰ عشرہ رکعة بالوتر ثم نام حتی استثقل فرأیتہ ینفخ فجاء بلال فقال الصلوة یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام فصلی رکعتین و صلی بالناس۔ یعنی نسائی باب ذکر میں نماز کی اطلاع کر دینے موذنوں کے اماموں کو۔ حضرت کریب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا حال جو حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا گیارہ رکعت مع وتر کے آپ پڑھ کر سو گئے یہاں تک کہ آپ کے سانس مبارک کی آواز آنے لگی۔ اور بلال رضی اللہ عنہ نے آکر آواز دی کہ نماز یا رسول اللہ۔ پس آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت پڑھیں یعنی دو سنت پڑھیں اور پھر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور یہی مضمون بخاری اور مسلم کی روایت میں آیا ہے۔ ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہم۔

نمازوں کے واسطے بعد اذان کے ان الفاظ کے ساتھ قاضی۔ مفتی امرا کو بوجہ مشغول رہنے ان کے مسلمانوں کے کاموں میں اجازت دے دی کہ بعد اذان اس طرح پکار دیا کریں السلام علیک ایھا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح الصلوۃ یرحمک اللہ اور وہ امر مکروہ اس صورت سے جائز ہو گیا۔ اور پھر متاخرین فقہا نے دین کے کاموں میں لوگوں کی سستی دیکھ کر عموماً سب مسلمانوں کے واسطے تیاری جماعت سے اطلاع دینے کے لیے حی ایھا المؤمنین وغیرہ الفاظ کے پکار دینے کا بعد اذان کے فتویٰ دے دیا اور اس اطلاع کے مستحسن ہونے کی ایسے ضعف کے زمانے میں سب قائل ہو گئے تا کہ کبھی بعد اذان جماعت دیر سے کھڑے ہونے کے خیال میں بوجہ اپنی سستی کے جماعت سے لوگ نہ رہ جائیں اور سنت موکدہ کے تارک نہ بن جائیں اور چونکہ یہ تینوں فتوے امام ہی کے اصول کے موافق تھے لہذا امام ہی کے قول سمجھے گئے اور تینوں فتووں کے عامل امام اعظم رحمہ اللہ کے مقلد رہے۔ اسی طرح ہدایہ میں ہے کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ کے نزدیک وضو کا گرا ہوا پانی نجس ہے مگر آپ کے شاگرد حسن فرماتے ہیں کہ مثل پیشاب کی نجاست غلیظ ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اور ایک روایت میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے مگر دوسری ناپاک چیز اس سے پاک نہیں ہو سکتی۔ امام زفر رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ اگر وہ پانی مستعمل ایسا ہے کہ باوجود وضو کے پھر

تازہ وضو کا گرا ہوا ہے جب تو پاک ہی ہے اور دوسری چیز کو بھی پاک کر سکتا ہے اور اگر بے وضو کے وضو کرنے سے گرا ہوا ہے تو پاک ہے مگر دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔ اور بموجب روایت مذکورہ شامی یہ ہم کہہ چکے ہیں کہ کسی شاگرد کا قول مخالف رائے امام کے نہیں تو اب صورت توافق یہاں یہ ہے کہ چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ مرتبہ تھا کہ بموجب صحیح حدیث کے جو ثابت ہے کہ ہر قطرہ وضو کے ساتھ تمام گناہ ہاتھ پاؤں منہ کے دھل جاتے ہیں۔ آپ وضو کے گرے پانی میں ہر قسم کے گناہ کی نجاست[1] کو جدا جدا پہچانتے تھے۔ آپ نے اپنے واسطے اور اپنے ہم مرتبہ لوگوں کے واسطے بوجہ دیکھ لینے نجاست گناہوں کے اس پانی میں حکم نجاست کو اختیار فرمایا۔ اور بوجہ غایت احتیاط صغیرہ کبیرہ گناہوں کی نجاست کے

[1] چنانچہ میزان شعرانی میں ہے۔ وکان الامام ابوحنیفۃ رحمہ اللہ اذا رای ماء المیضاۃ یعرف سائر الذنوب التی خرت فیہ من الکبائر والصغائر فلہذا جعل لماء الطہارۃ اذا تطہر بہ المکلف ثلثۃ احوال۔ یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ چونکہ وضو کے پانی میں تمام گناہوں کو گرا ہوا دیکھتے تھے اور پہچانتے تھے کہ یہ صغیرہ گناہ ہے یہ کبیرہ ہے یہ مکروہ اور خلاف اولی ہے۔ آپ نے وضو کے پانی کی نسبت تین حکم فرمائے۔ اور یہ تو صحیح حدیثوں میں آیا ہی ہے کہ وضو کے آخر قطرے یا اول قطرے کے ساتھ سارے ہی گناہ جھڑ جاتے ہیں اس واسطے کہ وضو عملاً توبہ ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ وضو کرتے آپ کی حالت نہایت خوفناک ہو جاتی۔ جب وجہ پوچھی فرمایا کہ میاں وضو دربار خدا کا تہیہ ہے۔ مجھ کو خوف ہوتا ہے کہ کبھی ایسا نہ ہو کہ دربار میں جب حاضر ہوں کوئی امر ناپسندیدہ مجھ میں باقی رہ جائے۔ اور دربار سے نکال دیا جاؤں پھر مومن سے بہت بعید ہے کہ وضو کرے اور سب گناہوں سے تائب نہ ہو۔ ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولکاتبہ ولوالدیہما۔

اعتبار سے چونکہ اس کو اپنے حق میں نجاست غلیظہ سمجھا تھا۔ امام حسن شاگرد حضرت امام نے بھی بہ نیت احتیاط اسی کو اختیار کیا اور اسی قول کو امام سے روایت کرتے رہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے بوجہ مبتلا ہونے کے قضا میں اور قرب زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر نظر ڈال کر کہ غالب حال مسلمان سے یہ امر بہت بعید ہے کہ کبیرہ گناہ سے نہ بچے اور اگر مبتلا گناہ کبیرہ زنا شرابخواری وغیرہ ہو بھی جائے تو یہ امر بہت ہی نادر ہے کہ مسجد میں آئے اور توبہ کر کے اس گناہ سے پاک ہو کر نہ آئے۔ البتہ صغیرہ گناہوں سے بچنے والے بہت کم ہیں لہذا باعتبار گناہوں صغیر کے جن کی نجاست نجاست خفیفہ کے مشابہ ہے امام نے جو قول باعتبار صغیرہ گناہوں کے پانی مستعمل وضو کی نسبت حکم نجاست خفیفہ کا کیا تھا اسی قول کو امام سے روایت فرماتے رہے تا کہ محتاط لوگ اس سے بچتے رہیں اور عوام دقت میں نہ پڑیں اور چونکہ باعتبار مکروہ اور خلاف اولی امور کے پانی مستعمل وضو کا امام کے نزدیک پاک تھا اور دوسری چیز کے پاک کرنے کے قابل نہیں رہتا تھا اور باعتبار دلیل ظاہر کے عوام الناس ظاہر بینوں کے قابل یہی قول تھا۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے زمانے کے سب لوگوں کی حالت دیکھ کر اسی قول پر فتویٰ دینا مناسب سمجھا اور جب دیکھا کہ جن کو گناہوں کی نجاست حکمی نظر نہیں آتی اور بوجہ سستی کے امور دین میں ان کے غالب حال سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی تنگی سے نماز ہی چھوڑ بیٹھیں گے فرمادیا کہ جو لوگ فقط نجاست ظاہری کو دیکھتے ہیں اور اسی

سے بچ سکتے ہیں ان کے ظاہری پاک بدن پر استعمال کرنے سے ظاہر میں پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ مگر چونکہ اس کے ساتھ گناہوں سے پاک ہونے اور قابل دربار خداوندی بننے کا ارادہ کیا گیا ہے لہذا وہ اس قابل نہیں رہا کہ اس سے پھر دوبارہ حضوری دربار خدا کی قابلیت حاصل کی جائے اور کپڑے ناپاک وغیرہ کو اس سے پاک کر کے دربار خدا میں ساتھ لے جانے کے قابل بنالیا جائے۔ اور یہ قول ظاہر احدیث کے بھی موافق تھا لہذا یہی قول مفتی بہ رہا اور ان تینوں حکموں پر باعتبار اپنے اپنے مرتبے کے عمل کرنے والے امام ہی کے مقلد رہے اور وہ جو ہدایہ اور کبیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے والمرفقان والکعبان یدخلان فی الغسل عندنا خلافاً الزفر یعنی کہنی اور ٹخنے ہمارے نزدیک مثل ہاتھ پاؤں کے حکم دھونے میں درمیان وضو کے برابر ہیں مگر امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کہنی کے دھونے کو فرض نہیں جانتے اس اختلاف کی وجہ اختلاف عرف معلوم ہوتا ہے۔ غالباً امام زفر رحمہ اللہ کے اہل زمانہ یا اہل شہر کے نزدیک ہاتھ کہنی سے ورے تک پر بولا جاتا ہوگا چنانچہ ہمارے زمانے میں بھی بزاز ناپنے میں ہاتھ کہنی سے ورے تک کو کہتے ہیں اور امام کے اور دوسرے اماموں کے شاگردوں کے عرف میں مثل عرف زمانہ صحابہ کرام ہاتھ کا لفظ انگلیوں سے بغل تک پر مثل عرف عام ہمارے زمانہ کے

انہایہ میں ہے۔ قولہ طاہر [illegible] سعد بن ابی وقاص از مرض فتوضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصب الغسالة علیہ فافاق و تداوی مظاہر حق جابر ولو کان نجسا لما صبہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۱۲ منہ غفر اللہ لکاتبہ ولوالدیہما۔

بولتے تھے لہذا امام نے بموجب قاعدہ عربیت فرمادیا کہ کہنی چونکہ جنس ہاتھ سے ہے لہذا کہنیوں کا بھی ہاتھوں کے ساتھ دھونا فرض ہے۔

چنانچہ جب یوں کہتے ہیں کہ میں نے قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھ لیا۔ تو چونکہ اول اور آخر قرآن ایک جنس ہیں لہذا سب یہی سمجھتے ہیں کہ سارا ہی قرآن مع اول اور آخر کے پڑھ لیا۔ البتہ جب یوں بولتے ہیں کہ میں صبح سے رات تک سویا۔ چونکہ رات جنس صبح سے نہیں ہے۔ سب یہی سمجھتے ہیں کہ دن بھر سویا اور رات آتے ہی جاگ اٹھا۔ لہذا بموجب اسی عرف کے ثم اتموا الصیام الی الیــــل کے یہی معنی سمجھے گئے کہ دن بھر روزہ رکھو اور رات آتے ہی افطار کرلو اس واسطے اپنے زمانہ یا اپنے شہر کے عرف کے موافق چونکہ کہنی جنس ہاتھ سے نہ تھی۔ امام زفر رحمہ اللہ نے ایسا فرمایا ورنہ باعتبار [1] قاعدہ پیروی عرف کے جس کے امام قائل ہیں اسی کے امام زفر مقلد ہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ عرف صحابہ کے مقابل میں چونکہ دوسرے عرف کا اعتبار کم ہے اور پھر عرف عام کے مقابلہ میں امام زفر کا قول سب کے نزدیک غیر مفتی بہ رہا۔ اسی طرح بعض موقع پر اختلاف باعتبار زمانہ اور مکان تجربہ کے ہے یا اختلاف لوگوں کی حالتوں کے چنانچہ یہ جو تنویر الابصار میں ہے۔

والحلا منها نبيذ التمر والزبيب ان طبخ ادنى طبخة و ان اشتد

[1] چنانچہ اشباہ میں ہے قالوا فی الاصول فی باب ماترک به الحقيقة تترک الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة هكذا ذكر فخر الاسلام فاختلف فی عطف العادة علی الاستعمال فقيل هما مترادفان وقيل المراد من الاستعمال نقل اللفظ عن موضعه الاصلی الی معناه المجازی شرعاً و غلبة استعماله فيه و من العادة نقله الیٰ معناه المجازی عرفاً. ۱۲ منه غفر الله له و لكاتبه ولوالديهما۔

اذا شرب بلا لهو و طرب والخليطان ونبيذ العسل والتين والبر والشعير والذرة طبخ اولا و المثلث وحرمها محمد مطلقا و به يفتى۔

یعنی چھواروں کا اسی طرح کشمشوں کا اور اسی طرح ملی ہوئی کشمش چھواروں کا پانی میں بھگو کر نکالا ہوا عرق اگر کچھ پکا لیا جائے تو پھر گو تیزی لے آئے اور علیٰ ہذا شہد انجیر گیہوں جو جوار کو اگر پانی میں ڈال کر چھوڑ دیا جائے اور پھر ان کا عرق لے لیا جائے پھر خواہ پکاؤ یا نہ پکاؤ۔ اسی طرح انگور کا عرق جب اتنا پکا لیا جائے کہ دو تہائی جل جائے گو پھر تیزی بھی لے آئے ان سب کا بغرض قوت اور دوا اور ہضم طعام بغیر ارادہ کھیل کود کے پینا امام ابو یوسف اور امام اعظم رحمہما اللہ کے نزدیک حلال ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً ان سب کا پینا حرام ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ وجہ اس کی یہی معلوم ہوتی ہے کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ نے غالباً ان کو سردی کے زمانہ میں یا سرد ملک میں تجربہ کر کے دیکھا ہوگا کہ بوجہ سردی کے تیزی لانے کے بعد بھی یہ نشہ نہیں کرتی۔ یا ان کے زمانہ کے لوگ محتاط ہوں گے۔ لہذا فرمادیا کہ یہ حلال ہیں اور امام محمد رحمہ اللہ نے غالباً گرم ملک یا گرمی کے زمانہ میں تجربہ کیا ہوگا۔ یا پچھلے زمانے کے لوگوں کو بے احتیاط دیکھا۔ اور آپ کو یہ تو معلوم ہی تھا کہ ان میں کسی وقت نشہ ضرور پیدا ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان کو شراب کی قسموں میں شمار بھی کرتے ہیں۔ لہذا مطلقاً اپنی حرمت کا فتویٰ دے دیا۔ اور بموجب حالت پچھلے زمانہ کے لوگوں کے اور مختلف ملکوں کی گرمی سردی کے اعتبار سے اسی قول پر فتویٰ رہا۔ ورنہ وقت نشہ پیدا کرنے کے یہ سب چیزیں بلکہ بغرض لہو ولعب کے بھی باتفاق سب کے نزدیک حرام ہیں۔ چنانچہ صاحب درمختار اسی عبارت کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں

فلو شرب مايغلب على ظنه انه مسكر فيحرم لان السكر حرام

فی کل شراب

یعنی اگر گمان غالب اس امر کا ہو کہ نشہ آ گیا ہے تو شیخین کے نزدیک بھی ان کا پینا حرام ہے اس واسطے کہ تمام پینے کی چیزوں میں اگر نشہ ہے تو حرام ہے۔ اور بعض مقام پر مجرد اختلاف حالات شہر کے اعتبار سے بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے چنانچہ ہدایہ میں اول یہ تحریر فرما کر کہ چھوٹا بڑا جانور اگر کنوئیں میں پھٹ جائے یا پھول جائے تو سارا پانی نکالا جائے گا۔ لیکن اگر کنواں چشمہ دار ہے تو جتنا اس میں پانی موجود ہے اس تمام پانی کے سما جانے کے لائق گڑھا کھود کر یا اندازے کی لکڑی ڈال کر اندازہ کرا کے سب پانی نکلوا ڈالیں۔ مگر امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسو سے تین سو ڈول تک نکلوا دینا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد علامہ برہان الدین رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام محمد کا یہ قول بموجب مشاہدہ اپنے شہر کے کنوؤں کے ہے اور نہایہ میں ہے کہ صاحب مبسوط بھی ایسا ہی تحریر فرماتے ہیں۔ اور امام محمد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ سے باعتبار کوفے کے کنوؤں کے سو ڈول کی روایت بھی منقول ہے۔ بہر نہج مقصود یہ ہے کہ کوفہ کے کنوئیں چشمہ دار تھے اور بوجہ ہونے پانی کے بہتا ہوا سو ہی ڈول پانی موجود رہتا تھا اور بغداد کے کنوؤں میں باوجود چشمہ دار ہونے کے دوسو تین سو ڈول ہے۔ چنانچہ ایسے کنوئیں علاقہ الور میں بھی ہیں۔ موضع جلیانہ تحصیل الور میں ایک کنواں ہے جس میں بوجہ چشمہ دار ہونے کے بہاؤ کی وجہ سے دو تین ہاتھ ہی پانی رہتا ہے مگر اتنا کثرت سے پانی ہے کہ آٹھ لاؤوں سے بھی نہیں ٹوٹتا ایسا ہی دوسرا کنواں قصبہ اکبر پور میں متصل چاند پہاڑی کے ہے اسی واسطے صاحب کبیری ان روایتوں کے بعد فرماتے ہیں۔

فعلى هذا لاينبغى الفتوىٰ بمائتين و نحوها مطلقاً بل ينظر الى غالب آبار البلد وهو الايسر على الناس والاول وهو اعتبار مقدار

الماء فی كل بئر علحدة احوط۔

یعنی جب پانی کم وبیش بھی چشمہ دار کنوؤں میں ہوتا ہے تو اس صورت میں دو سو ڈول وغیرہ کی روایت پر عموماً فتویٰ نہ دینا چاہیے بلکہ اکثر شہر کے کنوؤں کو دیکھ کر اگر وہاں کے کنوؤں میں دوسو ہی ڈول پانی ہو تو دوسو کا فتویٰ دے اور زیادہ ہو تو زیادہ کا کہ یہ امر آسانی کا ہے ورنہ احتیاط پہلے ہی قول میں ہے کہ ہر کنوئیں کا جدا جدا اندازہ کیا جائے اور بعض موقعوں پر اختلاف کی بنا محض رعایت تقویٰ اور احتیاط معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ جو ہدایہ میں ہے۔

وان اختلط اللبن بالطعام لم يتعلق به التحريم و ان كان غالبا عند ابيحنيفة رحمه الله وقالا اذا كان اللبن غالبا يتعلق به التحريم ،

یعنی کسی عورت کا دودھ اگر کھانے کی چیز میں مل گیا اور اس چیز کو کسی دو ڈھائی برس کی لڑکی یا لڑکے نے کھا لیا گو دودھ بہ نسبت کھانے کی چیز کے زیادہ مل گیا ہو مگر اس دودھ کی وجہ سے وہ لڑکی اس عورت کے بیٹے پر اور اس پر جس کا دودھ تھا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بوجہ ثابت نہ ہونے حرمت رضاعت کے حرام نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بوجہ ثبوت حرمت رضاعت حرام ہو جائے گی۔ ہاں اگر کھانے کی چیز سے دودھ کم تھا تو آپ کے نزدیک بھی حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ وجہ اس کی یہی معلوم ہوتی ہے کہ صاحبین نے باعتبار مقولہ مشہور للاکثر حکم الکل غلبہ کا لحاظ کر کے اس سب کو دودھ کا حکم دے دیا اور احتیاطاً حرمت رضاعت کا قول کیا ورنہ حق یہ ہے کہ عرف میں کھانے کی چیز کے اندر گو کتنا ہی دودھ مل جائے اس کو کوئی دودھ نہیں کہتا۔ اور رضاعت لغت میں دودھ پلانے کو کہتے ہیں نہ دودھ کا کھانا کھلانے کو لہذا بوجہ قوت دلیل قول امام ہی مفتی بہ رہا۔ اور بعض مسائل اس قسم کے بھی ہیں کہ فی الواقع امام اعظم رحمہ اللہ اور

ان کے شاگردوں کے درمیان بالکل اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ پچھلے بعض مشائخوں نے امام کے اور امام کے بعض شاگردوں میں باعتبار چند مسائل کے ظاہری اختلاف دیکھ کر اس اختلاف کی جو علت سمجھ میں آئی اس کو امام کی طرف نسبت کر دیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں قیل کہہ کر یہ جو ضعیف طریق سے نقل کر دیا ہے کہ امام کے نزدیک نمازی کا بعد التحیات وغیرہ کے اپنے اختیار کے ساتھ نماز سے نکلنا فرض ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض نہیں ہے۔ صاحب درمختار تحریر فرماتے ہیں

والصحیح انه لیس بفرض اتفاقاً قاله الزیلعی وغیره و اقره المصنف و فی المجتبی و علیهاالمحققون۔

یعنی صحیح روایت یہی ہے کہ امام اور صاحبین وغیرہ کسی کے نزدیک بھی نمازی کا فعل منافی نماز کے ساتھ نماز سے نکلنا فرض نہیں ہے۔ یہ قول زیلعی کا ہے اور مصنف نے بھی اسی بات کو مقرر رکھا ہے۔ اور مجتبیٰ میں ہے کہ اکثر محققوں کا یہی قول ہے۔ اور شامی میں ہے۔

اعلم ان کون الخروج بصنعه فرضاً غیر منصوص عن الامام و انما استنبطه البرذعی من المسائل الاثنی عشریة الآیة

یعنی خروج بصنعہ کے فرض ہونے پر امام سے کہیں تصریح نہیں پائی جاتی بلکہ وہ جو بارہ مسئلوں میں امام اور صاحبین کا اختلاف ہے ان سے بردعی یہ سمجھ گئے ہیں۔ اور یہی مضمون بعینہٖ کبیری میں ہے۔ اور ان بارہ مسئلوں کو معہ وجہ اختلاف اور صورت توفیق کے مفصلاً ہم نے جواہر السنیہ میں بیان کیا ہے اس واسطے کہ تمام اس قسم کے مسائل مختلف کی توجیہات بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔ اگر اس امر کی تحقیق مدنظر ہے تو ہماری کتاب جواہر السنیہ کو ملاحظہ کیجئے۔ اور اب یہ فرمایئے کہ اندریں صورت اگر کسی فقیہ حنفی نے ایک شخص کو حلت کا فتویٰ دیا اور دوسرے فقیہ

حنفی نے اسی کو یا دوسرے شخص کو بنظر احتیاط حرمت کا فتویٰ دے دیا۔ ایک شخص کی آج کی حالت کے اعتبار سے وضو کے گرے ہوئے پانی کو طاہر بتا دیا اور چند روز کے بعد اس شخص کو اہل کشف سمجھ کر اور اس سے یہ سن کر کہ میں وضو کے گرے ہوئے پانی میں گناہوں کی نجاست کو دیکھتا ہوں نجس فرما دیا۔ اور اس نے دونوں قولوں پر بموجب اختلاف اوقات عمل کر لیا۔ کیا خرابی لازم آئی۔ اور یہ مفتی اور مستفتی تقلید اپنے امام سے نکل کر مخالف سواد اعظم مومنین کس طرح بنے۔ ہاں جو اختلافات اس قسم کے ہیں کہ وہ فی الواقع اختلافات ہیں۔ جیسے ان چاروں اماموں کے مسائل اجتہادی میں باہمی اختلافات۔ چونکہ یہ چاروں مجتہد مستقل ہیں۔ کوئی بھی ان میں سے کسی کا باعتبار اصول اور قواعد کے مقلد ہے نہ باعتبار فروع کے لہذا بلاضرورت معتبرہ فقہا مخالف طریق مفتی بہ محققین کے بلاحصول کشف صحیح کے چشمہ شریعت پر مثل غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ وغیرہ اولیاء اللہ کی ان میں سے کسی ایک کے مقلد کو نہ دوسرے امام کے مقلد مفتی سے فتویٰ لینا جائز۔ نہ دوسرے امام کی تحقیق کے موافق عمل کرنا درست نہ ایک امام کی تقلید چھوڑ کر دوسرے امام کی تقلید اختیار کرنا۔ چنانچہ عارف باللہ حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ میزان مطبوعہ اکمل المطابع کے صفحہ ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

فان قلت فاذا انفک قلب الولی عن التقلید و رای المذاهب کلها متساویة فی الصحة لاغترافها کلها من بحر الشریعة کشفاء یقینا فکیف یأمر المرید بالتزام مذهب معین ولایری خلافه، فالجواب انما یفعل ذالک مع الطالب رحمة به وتقریباً للطریق علیه لیجمع شتات قلبه ویدوم علیه السیر فی مذهب واحد فیصل الی عین الشریعة التی

وقف علیها امامه و اخذمنها مذهبه فی اقرب زمان لان من شان المجتهد ان لایبنی قوله علی قول مجتهد آخر ولو سلم له صحته مذهبه حفظ القلوب اتباعه عن التشتت وقد قالوا حکم من یتقید بمذهب مدة ثم بمذهب آخر مدة وهکذا حکم من سافر بقصد موضع معین بعید ثم کلما بلغ ثلث الطریق اراه اجتهاده انه لوسلک الی مقصده من طریق کذا لکان اقرب من هذا الطریق فیرجع عن سیره ویعود قاصدا ابتداء السیر من اول تلک الاخریٰ فاذا بلغ ثلثا مثلا اداه اجتهاده الی ان سلوک غیرها ایض اقرب بمقصده ففعل کما تقدم له وهکذا فمثل هذا ربما افنی عمرہ کله فی السیر ولم یصل الی مقصدہِ الذی هو مثال عین الشریعة التی وصل الیها امامه او غیره من اصحاب تلک المذاهب علی ان انتقال الطالب من مذهب الی مذهب فیه قدح فی حق ذالک الامام الذی انتقل عن مذهبه علی تفصیل سیأتی انشاء الله ولو صدق هذا الطالب فی صحة هذه الاعتقاد فی ان سائر الائمة المسلمین علی هدی من ربهم لما طلب الانتقال من مذهب الی غیره بل کان یشهد ان کل مذهب عمل به وتقید علیه اوصله الی باب الجنة الخ۔

خلاصہ اس تمام عبارت کا یہ ہوا کہ جب ولی کامل چشمہ شریعت تک پہنچ کر ہر حکم کی اصل کو کشفی طور سے دیکھنے لگتا ہے وہ تقلید کی حاجت نہیں رکھتا خود مجتہد ہوتا ہے اور یقینا جان لیتا ہے کہ سب مجتہد اسی چشمہ سے لینے والے ہیں اسی واسطے اپنے مریدوں کو جس مذہب کی پابندی سے وہ چشمہ شریعت یعنی اطاعت واقعی خدا اور رسول کی طرف جارہے تھے اسی مذہب کی پابندی کا حکم کرتا ہے تاکہ وہ مصداق اس مثال کے نہ بن جائیں جو ایک مذہب چھوڑ کر دوسرے مجتہد کا مذہب اختیار کر

نے والوں کی شان میں فقہا اہل کشف بیان فرماتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کسی مقام خاص کا ارادہ کرنے والا اس مقام کے ایک راستہ کو تہائی دوتہائی طے کر کے لوٹ آنے والا اور دوسرا راستہ اچھا سمجھ کر اس پر چلنے والا اور پھر اسی طرح اس دوسرے راستے کو کچھ طے کر کے پھر لوٹ کر تیسرے راستے سے چلنے والا اس مقام خاص تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح ایک مجتہد کی پیروی چھوڑ کر بغیر حاصل ہونے مرتبہ کشف صحیح اور اجتہاد کے دوسرے مجتہد کی پیروی کرنے والا چشمہ شریعت تک نہیں پہنچ سکتا۔ علاوہ بریں ایک مجتہد کی پیروی چھوڑنا دلیل ہے اس مجتہد کے ناقص سمجھنے کی۔ کیونکہ اگر تمام مجتہدوں کے مذہبوں کو حق اور چشمہ شریعت تک پہنچانے والا جانتا تو پھر بلا سود اس مذہب سے کیوں لوٹتا۔

پھر اس کے بعد صفحہ ۲۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اب جو بعض اولیاء کامل باوصف حصول کمال کے مقلد رہے ہیں جیسے حضرت عبد القادر گیلانی رحمہ اللہ حنبلی تھے اور حضرت محمد شاذلی رحمہ اللہ حنفی۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس مرتبہ کمال سے پہلے حنبلی یا شافعی تھے اور بعد حاصل ہونے اس مرتبہ کمال کے ان کا اجتہاد بھی بعینہ اپنے امام کے مطابق رہا۔ اور اگر کل امور میں یا بعض امور میں ایسے اولیاء اللہ کا اس امام کے جس کے پہلے مقلد تھے بعد حاصل ہونے مرتبہ کمال اور اجتہاد کے مخالف اجتہاد واقع بھی ہوا تو بوجہ ادب اس امام کے کسی پر اپنے اجتہاد کو ظاہر نہ فرمایا کہ کبھی لوگ خصوصا مرید جس امام کی تقلید کر رہے تھے اس کو چھوڑ کر مصداق مثال مذکور کے نہ بن جائیں ۔لہذا یہ اولیاء اللہ اسی امام کے مقلد مشہور رہے ورنہ واقع میں اس مرتبہ کے لوگ خود مجتہد ہوتے ہیں۔ پھر اس فصل کے بعد دوسری فصل

لااور ان چاروں اماموں سے پہلے کوئی ایسا مجتہد نہ تھا کہ جس نے تمام مسائل باب باب اور فصل فصل کر کے جمع کر دیے ہوں ۔اور تمام لوگ اس کے مقلد ہو گئے ہوں۔ لہذا ایسا پنے اجتہادات کو ظاہر فرماتے رہے۔ اور جن کا اعتقاد جس مجتہد کی قوت دلائل پر ہوا اسی کی وہ تقلید اختیار کرتے رہے۔ اور چونکہ وہ لوگ پہلے کسی کی تقلید معین نہیں کرتے تھے۔ لہذا اس مثال کے مصداق نہ ہوئے۔ ۱۲ منہ غفرلہ ولکاتبہ ولوالدیہم۔

میں تحریر فرماتے ہیں کہ جتنے مجتہد گزرے ہیں وہ سب ولی اللہ اور اصحاب کشف صحیح تھے۔ اس تقریر سے الصوفی لامذهب له جو بعض کتب میں لکھا ہے اس کی حقیقت بھی آپ پر کھل گئی ہوگی وہ ایسے ہی صوفیوں کی شان میں ہے جن کا ذکر آپ سن چکے۔ اور مثل ان کی ہندوستان میں خواجہ صاحب حضرت نظام الدین اولیا۔ حضرت مرزا مظہر جانجانان قدس سرہم گزرے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ان میں بموجب اپنے اجتہاد کے فاتحہ خلف امام پڑھتے تھے۔ نہ کہ آج کل کی نری صوفیت کے مدعیوں کی شان میں اور وہ جو منار میں ہے کہ اختلافی مسائل میں حق تو ایک ہی امر ہوتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کے نزدیک تو فی الواقع حق ایک ہی امر ہوتا ہے مگر جب اللہ نے بمقتضائے فضل وکرم فرمادیا کہ لایکلف اللّٰہ نفساً الا وسعها یعنی اللہ طاقت سے زیادہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا۔ لہذا جب ولی کامل اور مجتہد نے بموجب اپنے کشف اور اجتہاد کے جس امر میں حکم صریح قرآن اور حدیث سے نہ پایا اس کے دریافت کرنے میں اپنی کوشش پوری کر لی اور بعد کوشش جو حکم اس پر ظاہر ہوا وہ بموجب آیہ کریمہ مذکورہ اسی پر عمل کرنے کا اور فتویٰ دینے کا مکلف ہے اور اس کے اور اس کے مقلدوں کے حق میں وہی امر حق ہے جس طرح دوسرے مجتہد اور ولی کے حق میں بعد اجتہاد جو حکم اس حکم کے مخالف ظاہر ہوا ہے وہی حق ہے۔ اپنی دلیل اور اجتہاد اور کشف کے موافق جیسے اس امر کے اعتبار سے جس کی اس کو تکلیف دی گئی تھی یہ مصیب ہے وہ دوسرا مجتہد بھی مصیب ہے گو باعتبار اس حکم کے جو اللہ کے نزدیک ایک ہے ان دونوں کے حکم میں احتمال خطا رہے۔ چنانچہ توضیح میں ہے۔

قال ابو حنیفة رحمه اللّٰه کل مجتهد مصیب والحق عند اللّٰه تعالیٰ واحد لقوله تعالیٰ ففهمنا ها سلیمان الآیه سمی عمل کلیهما حکما وعلما لکن خص سلیمان باصابة المطلوب و تضعیف الاجر یدل علی هذا ایضا،

یعنی امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق تو اللہ کے نزدیک ایک ہی حکم ہوتا

ہے مگر مجتہد کو مصیب کہا جاتا ہے اس واسطے کہ آیہ کریمہ وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیه غنم القوم و کنا لحکمهم شاهدین ففهمنا ها سلیمان و کلا اتینا حکما و علماً ، میں داؤد اور سلیمان دونوں کے عمل اور اجتہاد کا نام اللہ نے علم اور حکمت ہی رکھا۔ باآنکہ فرما دیا کہ حق وہی حکم تھا جو سلیمان علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے فرمایا تھا اور باوجود خطا جو احادیث سے ثابت ہے کہ مجتہد کو ایک حصہ ثواب تو ملتا ہی ہے اور اگر حق کو پہنچ گیا تو دو حصہ ثواب۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اپنی کوشش اور دلیل اور اپنے کشف کے اعتبار سے تو ہر مجتہد مصیب ہی ہوتا ہے۔ بہر نہج اللہ رسول کا بعض احکامات کو محتاج اجتہاد رکھنا اور صراحۃً نہ بیان فرمانا یہ بھی اس امت کے واسطے موجب رحمت ہے اور یہی معنی ہیں حدیث اختلاف امتی رحمة کے جو مشہور چلی آتی ہے جس کو جامع صغیر میں سیوطی نے اور نصر مقدسی نے کتاب الحجہ میں اور بیہقی نے رسالہ اشعریہ میں اور حلیمی اور قاضی حسین اور امام الحرمین وغیرہم رحمہم اللہ نے بھی نقل کیا ہے جیسے اس امت مرحومہ پر یہ بھی مقتضائے رحمت ہی ہے کہ بہت سے حکموں کو بیان ہی نہ فرمایا۔ بلکہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ زیادہ پوچھ گچھ کرنے لگے تو یہ ارشاد ہوا۔

یایُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لاتسالوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوکم و ان

۱؎ مختصر قصہ یہ ہے کہ ایک قوم کی بکریوں نے دوسری قوم کی کھیتی خراب کردی تھی۔ داؤد علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا کہ کھیتی کی عوض میں وہ سب بکریاں مدعی کو دلوادی جائیں۔ اور جب سلیمان علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بکری والے اس کھیت کو جب تک پانی دے کر دیوار وغیرہ درست کر کے ویسا ہی نہ بنادیں تب تک کھیتی والے ان کی بکریوں کے دودھ اور پشم وغیرہ سے نفع اٹھائیں۔ اللہ فرماتا ہے جس وقت ان دونوں نے اپنے اپنے اجتہاد سے حکم دیا تو ہم حاضر تھے اور وہ دونوں صاحب علم وحکمت تھے مگر ہمارے نزدیک جو امر حق تھا سلیمان کو وہ ہم نے سمجھ دیا۔ یعنی داؤد علیہ السلام اس کو نہ پہنچے۔ ۱۲ منه غفر الله له و لکاتبه ولوالدیهما۔

تسالوا عنها حین ینزل القرآن تبد لکم عفی اللّٰہ عنہا واللّٰہ غفور رحیم۔

یعنی اے لوگو ایمان والو بہت باتوں کی پوچھ گچھ نہ کرو اگر وہ ظاہر کر دیے جائیں گے تو تم کو برا معلوم ہوگا۔ اور قرآن کے زمانے میں اگر پوچھو گے تو ظاہر ہی کر دیے جائیں گے اللہ نے ان باتوں کو تم کو معاف کیا وہ بردبار بخشنے والا ہے۔

چنانچہ بموجب اسی آیت کے اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ جن امور میں شارع علیہ السلام سے امر و نہی کچھ بھی منقول نہیں وہ مباح اور جائز ہیں۔ اور یہ امر تمام کتب اصول سے ظاہر ہے تاکہ بوجہ پوچھنے کے اگر وہ امر مباح نہ رکھا جائے تو امت مرحومہ کے لوگ تنگی میں نہ پڑ جائیں۔ اور اگر تمام احکام صریح غیر محتاج اجتہاد بیان کر دیے جائیں تو کبھی بوجہ مخالفت بہت لوگ خرابی میں نہ گرفتار ہو جائیں اور بوجہ انکار کفر تک نوبت نہ پہنچے۔ اور بصورت اجتہاد گو ہر مجتہد اور اس کے مقلدین کے حق میں بموجب تقریر مذکور الصدر وہی ایک امر حق ہے جو اس کے اجتہاد سے ثابت ہو۔ چونکہ احتمال اس امر کا باقی رہتا ہے کہ واقع میں بھی حق ہے یا نہیں لہذا جس امر کا فرض یا حرام ہونا اجتہاد سے ثابت ہو اس کا منکر باتفاق کافر نہیں ہوتا۔ چنانچہ تمام کتب اصول وفقہ توضیح تلویح۔ بحر الرائق شامی درمختار وغیرہ کے سے ثابت ہے کہ حرام اور فرض قطعی تو وہ ہے جو نص صریح محکم مفسر قرآن یا حدیث متواتر قطعی الثبوت سے ثابت ہو ایسے فرض اور حرام کا منکر باتفاق جمہور کافر ہو جاتا ہے۔ اور حرام اور فرض عملی کا منکر کسی کے بھی نزدیک کافر نہیں ہوتا اس واسطے کہ حرام اور فرض عملی ان کو کہتے ہیں کہ جن کا ثبوت دلیل قطعی الثبوت سے نہ ہو بلکہ آیت یا حدیث قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ یا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ہو جن سے واجب اور مکروہ تحریمہ ثابت ہوتا ہے۔ مگر فرض اور حرام ہونے ان امور کی وجہ کسی مجتہد کے نزدیک یہ ہوتی ہے کہ اس مجتہد کے نزدیک یہ دلیل ظنی کسی وجہ سے مرتبہ قطعیت کو پہنچ جاتی ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسح سر میں

[1] یعنی میری امت کا اختلاف موجب رحمت ہے ۱۲ منہ غفرلہ ولکاتبہ ولوالدیہا۔

چوتھائی سر کی مقدار اگرچہ ثابت تو خبر احاد ظنی الثبوت سے ہے مگر یہ خبر امام صاحب کو ایسے طریق سے پہنچی ہے کہ مرتبہ دلیل قطعی کو پہنچ گئی لہذا امام کے نزدیک اگر چوتھائی سر سے کم مسح کیا جائے گا وضو صحیح نہ ہوگا بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے کہ ان کے نزدیک بموجب آیہ کریمہ و امسحوا برؤسکم مطلق سر کا مسح خواہ ایک بال ہی کی مقدار کیوں نہ ہو فرض ہے نہ کہ چوتھائی سر کا یا کل سر کا۔ اور جس عورت کا شوہر پردیس جا کر ایسا بے پتہ ہو جائے کہ اس کے مرنے جینے تک کی خبر نہ ملے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی خبر احاد سے جو ان کے نزدیک دلیل قطعی کے مرتبہ کو بذریعہ قیاس وغیرہ پہنچ گئی ہے ثابت ہے کہ جب تک اس کے مرنے کا یقین کامل بسبب اس کے ہم عمروں کے مر جانے یا اس کی عمر نوے یا سو سے زیادہ ہو جانے کی نہ ہو جائے اس عورت کو کسی سے نکاح جائز نہیں نہ قاضی کو اگر وہ چاہے اجازت دینا درست مگر امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بعد چار برس کے قاضی کو شوہر مذکور کے نکاح سے جدائی کا حکم دینا جائز ہے تاکہ وہ بعدہ بعد گزرنے چار مہینے دس روز عدت موت شوہر کے کسی سے نکاح کر لے۔ علیٰ ہذا جس طرح بعض احکام کو محتاج اجتہاد باقی رکھنے میں مقصود خداوند کریم یہ ہے کہ حکم صریح کی مخالفت سے امت مرحومہ کے لوگ کافر نہ ہو جائیں اور یہ بھی مقصود ہے کہ امت مرحومہ تنگی میں نہ پڑ جائے اور وقت ضرورت معتبرہ دوسرے مذہب کے قاضی سے فتویٰ لے کر خلاصی کے حاصل کر لینے کی گنجائش رہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔

یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

یعنی اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے نہ کہ سختی کا

اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وما جعل علیکم فی الدین من حرج

یعنی معاملہ دین میں اللہ نے تم پر کوئی تنگی اور حرج کی بات نہیں مقرر کی۔

اور جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

احب الدین الی اللہ الحنیفة السمحة

اور صاحب اشباہ والنظائر المشقة تجلب التیسیر یعنی جہاں مشقت واقع ہو شریعت سے وہاں آسانی حاصل ہو جاتی ہے قاعدہ مسلمہ حنفیہ لکھ کر انہیں آیت حدیثوں کو اس قاعدے کے اصل بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ تمام تخفیف اور رخصت کی باتیں شریعت کی اسی قاعدہ پر مبنی ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جو حکم نص صریح سے ثابت ہو اس کو اگر کوئی موجب مشقت اور حرج سمجھ لے۔ چونکہ شریعت میں پہلے ہی شارع علیہ السلام کو آسانی مدنظر ہے اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ چنانچہ اسی قاعدہ مذکورہ کی بحث میں صاحب اشباہ تحریر فرماتے ہیں المشقة والحرج انما یعتبر فی موضع لانص فیه امامع النص بخلافه لا ۔ یعنی مشقت اور حرج کا وہاں اعتبار کیا جائے گا جہاں نص کی مخالفت لازم نہ آئے اور نص کے مخالف مشقت اور حرج قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ لہذا اسی قاعدے کے ذیل میں علامہ زین العابدین رحمہ اللہ اول یہ تحریر فرما کر کہ علماء فرماتے ہیں کہ تمام رخصت اور تخفیف اور آسانی کے حکم اسی قاعدے سے نکلتے ہیں بہت مسائل آسانی کے جو کتب فقہ میں درج ہیں اور جن میں مخالفت نص نہیں لازم آتی تحریر فرماتے ہیں اور درمختار کی اس عبارت کی شرح میں ولا یفرق بینه وبینها ولو بعد مضی اربع سنین خلافا المالک شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وقلت نظیر هذه المسئلة عدة ممتدة الطهر التی بلغت برویة الدم ثلثة ایام ثم امتد ظهرها فانها تبقی فی العدة الی ان تحیض ثلث حیض و عندمالک تنقضی عدتها تبسعة اشهر وقد قال فی البزازیة الفتوی فی زماننا علی قول مالک وقال الزاهدی کان بعض اصحابنا یفتون به للضرورة و اعترضه فی النهر وغیره بانه لاداعی الی الافتاء بمذهب الغیر لامکان الترافع الی مالکی یحکم بمذهبه وعلی ذلک مشی ابن وهبان فی منظومته هناک لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورة حیث لم یوجد مالکی یحکم به ۔

یعنی یہ جو درمختار میں ہے کہ جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو جائے بعد چار برس کے بھی اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان نکاح سے جدائی کا امام اعظم کے نزدیک قاضی فتویٰ نہ دینا چاہیے بخلاف امام مالک رحمہ اللہ کے کہ ان کے نزدیک قاضی کو یہ فتویٰ دینا جائز ہے (تا کہ بعد عدت وفات بعد حاصل کر لینے حکم جدائگی نکاح کے شوہر مفقود سے وہ عورت کسی سے نکاح کر لے) میں کہتا ہوں مثل اسی مسئلے کے مسئلہ عدت اس عورت کا ہے جس کو ابتداً تین دن خون حیض آ کر برسوں بندر ہے اور مدت طہر مدت دراز میں ختم ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بعد طلاق کے جب تک تین حیض نہ آلیں اس کو کسی سے نکاح جائز نہیں۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسی عورت کی عدت نو مہینے ہیں طلاق سے نو ماہ بعد اس کو نکاح کر لینا جائز ہے۔ مگر صاحب فتاویٰ بزازیہ جو حنفی المذہب ہیں فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے۔ اور عالمہ زاہدی حنفی فرماتے ہیں کہ بوجہ ضرورت کے ہمارے بعض اصحاب بھی امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ مگر صاحب نہر نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ جب بوجہ ضرورت کے قاضی مالکی سے بموجب مذہب امام مالک رحمہ اللہ فیصلہ کرا لینا ممکن ہے تو پھر قاضی حنفی کو اپنے مذہب کے مخالف فتویٰ دینے کی کیا حاجت ہے مگر ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جب جگہ قاضی مالکی نہ ہو وہاں تو قاضی حنفی کو بموجب مذہب امام مالک رحمہ اللہ فتویٰ دینے کی عندالضرورت ضرورت ہوگی چنانچہ شامی اس سے پہلے یہ لکھ چکے ہیں

قال القهستانی لوافتی فی موضع الضرورة (بمذہب مالک) لاباس به علی ما اظن

یعنی قہستانی فرماتے ہیں کہ ضرورت کی جگہ قاضی حنفی بموجب مذہب امام مالک رحمہ اللہ اگر فتویٰ دے دے میرے گمان میں کچھ ڈر نہیں ہے۔

اور قول علامہ زاہدی سے معلوم ہوتا ہے کہ عندالضرورت امام اعظم امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ بھی امام مالک رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دے دیا کرتے

تھے۔ اس واسطے کہ اصطلاح فقہا میں جب یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب ایسا فرماتے ہیں تو اس سے مراد یہی تینوں امام ہوتے ہیں۔ چنانچہ شامی میں ہے۔

المشهور اطلاق اصحابنا على ائمتنا الثلاثة ابى حنيفة و صاحبيه كما ذكره فى شرح الوهبانية۔

اور اس صورت میں تو فتوٰی دینا قاضی حنفی کا عند الضرورت بعینہٖ بتقلید امام ہی ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ ان دونوں مسئلوں مذکور میں مخالفت نص بھی نہیں ہے۔ اس واسطے کہ نص[1] اس لفظ کی قسموں سے ہے جس کی ایک معنی ہوں اور لفظ قروء آیہ کریمہ والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء اور لفظ والمحصنات آیہ کریمہ و المحصنات من النساء الا ما ملكت ايمانكم میں دونوں ماول ہیں جو اس لفظ کی قسم سے ہیں جس کے معنی متعدد ہوں اس واسطے کہ قروء کے معنی لغت میں حیض اور طہر دونوں کے ہیں۔ مگر امام کے نزدیک بتاویل حیض کے معنی لیے گئے ہیں۔ اور محصنات کا لفظ قرآن مجید میں چار معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ مگر اس جگہ بذریعہ تاویل وہ عورتیں مراد ہیں جن کے شوہر موجود ہوں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ضرورت سے مراد ان فقہاء کی اس موقعہ پر ضرورت معتبرہ ہی ہے نہ مطلقاً محض حیلہ جوئی۔ چنانچہ قاعدہ مذکور المشقة تجلب التيسير کے تحت میں علامہ زین العابدین رحمہ اللہ نے منجملہ قسموں مشقت کے عسر اور مرض یعنی تنگی اور

[1] چنانچہ نور الانوار وغیرہ کتب اصول سے ثابت ہے کہ لفظ اگر ایک معنی پر دلالت کرے بغیر دلالت کرنے کے افراد پر تو خاص اس کو کہتے ہیں جیسے لفظ زید کا ہے اور اگر ایک معنی پر دلالت کرے مع دلالت کے اوپر افراد کے تو اس کو عام کہتے ہیں جیسے لفظ انسان کا ہندی کا کہ معنی تو اس کے اتنے ہی ہیں کہ ہند کا رہنے والا مگر ساتھ ہی اس پر بھی دلالت کر رہا ہے کہ ہندی کے ہزاروں فرد ہیں پھر یہ لفظ جو ایک معنی بتلائے خواہ وہ معنی خاص ہوں یا عام اگر اس معنی کا ظہور متکلم کے انداز بیان سے نہ ہو بلکہ خود اس لفظ سے وہ معنی ظاہر ہوں اور احتمال تاویل باقی رہے تو اس کو ظاہر کہتے ہیں اور اگر متکلم کے انداز بیان سے بھی وہ معنی اور زیادہ ظاہر ہوں تو اس کو نص کہتے ہیں اور اگر لفظ کے کئی معنی ہوں۔ خواہ کئی معنی لغوی ہوں یا منقول شرعی یا عرفی تو اگر وہ سب معنی برابر مراد ہوں تو جب تو اس کو مشترک کہتے ہیں اور سب معنوں میں سے تاویل سے کسی ایک معنی کو ترجیح ہو تو اس کو ماول کہتے ہیں مثل لفظ قروء اور محصنات کے۔ ۱۲

بیماری کو لکھ کر اس کی مثالیں اس قسم کی بیان کی ہیں جن سے بضرورت حرام کا حلال اور ناپاک کا پاک ہو جانا شریعت سے ثابت ہے مثل جواز دیکھنے طبیب کے پیشاب پاخانہ کی جگہ تک کو عند الضرورت علاج کی غرض سے اور مثل معاف ہونے معذور کے ایسے کپڑوں کی نجاست کے کہ جو بوجہ بار بار پہننے نجاست کے جب دھو کر پہنے جائیں۔ پھر ناپاک ہو جائیں اور پاک نہ رہ سکیں۔ اور دوسرے قاعدے اذا ابتلى ببليتين فاختار اهونهما اور الضرورات تبيح المحذورات جو بموجب حدیث صحیح لاضرر ولاضرار مرویہ موطا امام مالک اور مستدرک حاکم اور بیہقی اور دار قطنی اور ابن ماجہ لکھی ہیں ان کے ذیل میں اسی قسم کی مثالیں لکھی ہیں مثل جواز کھا لینے مردار کے وقت خوف جان جانے کے اور جواز کہہ لینے کلمہ کفر کے وقت خوف جان کے۔ اور مثل جواز لے لینے کے قرضخواہ کو قرضدار کے مال سے بلا اجازت جب وہ قرض ادا کرنے سے انکاری ہو جائے اور مثل جواز بیٹھ کر نماز پڑھ لینے کے اشاروں سے ایسے زخمی کے لیے جس کا زخم سجدہ و رکوع کرنے سے بہ نکلے۔ لہذا امام مالک کے قول پر بعد چار سال مفقود الخبر کی بیوی کو بعد فتوٰی دینے کے عدت موت گزار کر جواز نکاح کا فتوٰی دینا ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ بحالت اضطرار مر جانے سے بقدر جان بچانے کے سود کھانا بہتر ہے ایسا ہی کہا جائے گا کہ زنا سے مفقود الخبر کی بیوی کو امام مالک کے قول پر فتوٰی لے کر نکاح کر لینا بہتر ہے۔ نہ کہ بلا خوف زنا وغیرہ بھی اس واسطے کہ حق یہی ہے کہ بموجب ادلہ قویہ مذہب امام اعظم رحمہ اللہ ہی حق ہے کیونکہ امام مالک کا تمسک فیصلہ عمر رضی اللہ عنہ ہے اور ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رجوع نہ ثابت ہوا ہوگا مگر بحر الرائق شرح کنز الدقائق کتاب المفقود میں صاف لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع فرما لیا تھا۔

محمدی: مولانا۔ میری پوری تشفی ہو گئی تھی۔ مگر آپ کی اس تقریر نے مجھ کو اور خرابی میں ڈال دیا۔ کہیں گناہوں کی نجاست بھی جو ایک امر غیبی ہے کسی کو نظر آ سکتی ہے۔ پھر وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ ایک وضو کا گرا پانی اور پھر اس میں کبیرہ

گناہوں کی نجاست الگ صغیرہ کی الگ خلاف اولی کی الگ اور بجز اس قرآن اور حدیث کے وہ اور چشمہ شریعت کا کیا چیز ہے جس پر ولی کامل پہنچ کر تقلید کا محتاج نہیں رہتا۔ کیا ولایت بجز اتباع قرآن اور حدیث کسی اور چیز کا نام ہے تفسیر مسمی بحدیث التفسیر مطبوع مطبع فاروقی کے صفحہ ۴۱۴ میں آیہ کریمہ ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ کے تحت میں مولوی حمید اللہ صاحب تو جو بڑے محدث ہیں بہت حدیثیں لکھ کر ایسا تحریر فرماتے ہیں کہ ”بزرگوں کی تعریف میں ایسی باتیں ہرگز نہ کہنی چاہئیں۔“ کہ جو وہ کہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی ان کے پاس کسی مطلب کے واسطے جاتا ہے ان کو اس کے دل کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور سینکڑوں ہزاروں کوس کا حال یا بارش کا حال معلوم کر لیتے ہیں۔ اپنے مریدوں کو توجہ پہنچا دیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے فلاں بزرگ کی قبر پر جا کر فلاں بزرگ سبق پڑھ آیا کرتے تھے۔ کچھ دریافت کرنا ہو تو مراقبہ کر کے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ فلاں بزرگ روز مرہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر جو دریافت کرنا ہوتا دریافت کر آتے تھے۔ اس قسم کی سب باتیں قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ مولانا خود آنحضرت ﷺ کی شان میں تو اللہ یہ فرماتا ہے قل ما کنت بدعاً من الرسل و ما ادری ما یفعل بی ولا بکم یعنی کہہ دوا ے ہمارے محبوب پیغمبروں میں سے میں ہی نیا پیغمبر نہیں ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمھارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ جب آنحضرت ﷺ کو ایسا ارشاد ہوتا ہے تو پھر اور کس گنتی و شمار میں ہیں۔

مقلد: مولوی صاحب۔ ان حضرات کی تصنیفات و تالیفات دیکھتے رہو گے تو۔ کیا ایسے سیکڑوں شبہوں میں جو مخالف جمہور محققین ہیں گرفتار ہو گے۔ کیا آپ کو نہیں معلوم مولوی حمید اللہ صاحب مولف اس تفسیر کے اول درجہ کے محمدی

ہیں اور یہ آیت پڑھ کر جو آپ نے اعتراض کیا ہے یہ بھی مخالف جمہور انہی لوگوں کی تحقیق کے موافق ہے کیوں حضرت! جس پیغمبر کو اپنے ہی مآل کار کی خبر نہیں پھر اس کی پیروی سے کیا فائدہ۔ آپ صاحبوں ہی کے اس قسم کی تحقیقات کی ہی بدولت تو مخالفین اسلام اسلام پر سیکڑوں اعتراضات ناشائستہ کر ہی رہے ہیں۔

محمدی: اے صاحب کچھ بھی سہی۔ مگر اس تفسیر میں انھوں نے فقط حدیثیں ہی حدیثیں لکھی ہیں۔ چنانچہ نام اس کا حدیث التفاسیر ہے کیا ان کے لکھے سے حدیثیں بھی قابل اعتبار نہیں رہیں۔ اور جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں تو ان کی تحقیقات کا بجز ترجمہ آیت کے ایک حرف بھی نہیں بیان کیا۔ پھر اگر نفس ترجمہ پر مخالفین اعتراض کریں تو کرو۔ قرآن تو نہیں بدلا جاتا۔

مقلد: مولوی صاحب۔ ماشاء اللہ آپ بڑے سیدھے آدمی ہیں۔ کیا حدیث التفاسیر نام رکھنے سے جو کچھ اپنی طرف سے انھوں نے لکھا ہے وہ بھی حدیث ہی ہو جائے گا۔ ذرا انصاف سے آپ یہ فرما دیں کہ یہ مضمون صفحہ ۴۱۴ کا جو آپ نے اس تفسیر سے کہوایا کونسی آیت وحدیث کا مضمون ہے۔ حضرت من! حافظ اسمٰعیل صاحب محمدی غیر مقلد بن مولوی عبد الغفار صاحب ولایتی نام نہاد کے یہاں سے جو ہمارے محلہ ہی میں رہتے ہیں اور باہر مولوی مشہور ہیں میں نے بھی اس تفسیر کو منگوا کر دیکھا تھا اس میں وہ آیت جس کی تفسیر میں مولوی حمید اللہ صاحب نے یہ مضمون لکھا ہے وہ تو یہ ہے ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غداً و ما تدری نفس بای ارض تموت۔ جس کا ترجمہ اسی قرآن میں جس کے حاشیہ پر یہ تفسیر ہے یہ لکھا ہے کہ اللہ جو ہے اس پاس ہے قیامت کی خبر اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو ہے ماں کے پیٹ میں اور کوئی جی نہیں جانتا کہ کیا کرے گا کل اور کوئی جی نہیں

جانتا کہ کس زمین میں مرے گا۔ اور فقط اس کی تفسیر میں یہ ایک حدیث مشکوۃ کا ترجمہ لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ محمد ﷺ ان پانچ چیزوں کی خبر رکھتے ہیں اس شخص نے بڑا افترا یعنی بہتان باندھا۔ اب آپ ہی غور فرمالیں کہ بموجب ظاہر معنی اس آیت اور حدیث کے جتنی غیب کی خبریں رسول اللہ ﷺ نے مثل نکلنے دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کی جانب مغرب سے اور علاوہ اس کے سینکڑوں خبریں بیان فرمائی ہیں سب ہی غلط ہوئی جاتی ہیں اور آپ کو یہ بھی کہنا درست نہیں کہ اس کام کو ہم کل کریں گے اور کل فلاں شخص دہلی یا قندہار سے آئیں گے ان کا خط آگیا ہے اور مجھ کو وہاں جا کر فلاں کام کرنا ہے لہٰذا تمام مفسروں محدثوں نے اس قسم کی آیت حدیثوں کے یہی معنی کیے ہیں[۱] کہ بغیر کسی سبب الہام اور وحی وغیرہ کے بغیر اللہ کے معلوم کرائے بذاتہ جو کوئی کہے کہ رسول مقبول ﷺ ان پانچ باتوں کی خبر رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس نے بڑا بہتان باندھا ورنہ بہت آیت حدیثوں سے ثابت ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو جو کچھ ہورہا ہے اور جو کچھ ہوگا اور ہوچکا سبھی کا علم عطا فرمادیا تھا۔ چنانچہ اللہ جلشانہ اپنے حبیب کو ارشاد فرماتا ہے وانزل علیک الکتاب والحکمة وعلمک مالم تکن تعلم یعنی اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت کو نازل فرمایا اور جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ آپ کو سکھادیا۔ اور ظاہر ہے کہ ازل سے ابد تک جو کچھ ہوا اور ہوگا بغیر اللہ کے

[۱] اور اس مضمون کو بہت تفصیل کے ساتھ معہ کیفیت اس قسم کی آیت حدیثوں کی اور بہت سی ان آیت حدیثوں کی جو آپ کے عالم ماکان وما یکون ہونے پر دال ہیں میں نے اپنے رسالہ علم الہدیٰ فی علم خاتم الانبیاء میں بیان کیا ہے۔

سکھائے آپ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور جب عموماً فرمادیا کہ جو کچھ تم نہیں جانتے تھے وہ سب ہم نے تم کو سکھادیا۔ تو معلوم ہوا کہ سب ہی باتوں کا علم ازل سے ابد تک اللہ نے حضور ﷺ کو سکھادیا۔ چنانچہ بوجہ عام ہونے لفظ ما کے صاحب تفسیر حرالحقائق وغیرہ معتبرین تحریر فرماتے ہیں وعلمک مالم تکن تعلم آں علم ماکان[۲] ومایکون است کہ حق سبحانہ در شب اسریٰ بداں حضرت ﷺ عطا فرمود چنانچہ در حدیث معراجیہ آمدہ است فعلمت ماکان وما سیکون۔ یعنی سکھایا گیا میں جو کچھ ہوا اور ہوگا۔ اور اس مضمون کی صحیح حدیثیں بہت مروی ہیں۔ بخاری شریف میں ہے۔

عن عمر رضی اللہ عنہ قال قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالک من حفظه و نسی من نسیه۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک جگہ ہمارے درمیان رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر شروع پیدائش سے جنت اور دوزخ میں داخل ہونے تک کے تمام واقعات کی خبر بیان فرمادی وہ خبریں جس کے یاد رہ گئیں رہ گئیں جو بھول گیا بھول گیا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ مرقات میں اس حدیث کی شرح میں علامہ طیبی اور علامہ عسقلانی سے نقل فرماتے ہیں کہ

ماحصل اس حدیث کا یہ ہوا کہ شروع پیدائش سے آخرت تک کے واقعات تمام مخلوق کے حضور ﷺ نے بیان فرمادیے اور سب باتوں کا ایک جگہ بیان کردینا یہ بہت بڑا معجزہ ہے اور اسی مضمون کی حدیثیں مشکوۃ اور مسلم شریف میں بہت ہیں

[۲] یعنی جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا۔ ۱۲ منہ

اور مسند امام احمد میں دو سندوں معتبر سے اور شفا قاضی عیاض میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

انہ قال لقدتر کنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم و ما یحرک طائر جنا حیہ فی السماء الا اذکرنا منہ علماء

یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس حالت میں ہم کو چھوڑ کر تشریف لے گئے کہ آپ کا یہ حال تھا کہ اگر آسمان میں کوئی پرندہ پر مارتا تو اس کا بھی علم ہم سے بیان فرما دیتے تھے۔

لہذا امام بغوی امام رازی صاحب تفسیر روح البیان وغیرہ محققین مفسرین رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی تفسیروں میں تحریر فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم اور اس قسم کی تمام آیت حدیثیں اس زمانے کے ساتھ مخصوص ہیں کہ جب تک حضور کو علم تمام ماکان و مایکون کا عطا نہیں کیا گیا تھا۔ ورنہ پھر جب تمام ماکان ومایکون کا علم عطا فرما دیا آپ کا تو ذکر ہی کیا کرنا ہے آپ کے تمام غلاموں کے مآل کار کی نسبت بھی یہ ارشاد فرما دیا کہ

بشر المومنین بان لھم من اللّٰہ فضلاً کبیراً ۔یعنی بشارت پہنچا دو تم اے ہمارے حبیب اس بات کی کہ مومنوں کے واسطے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے لیدخل المومنین والمومنات جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا و یکفر عنھم سیاتھم و کان ذالک عند اللّٰہ فوزاً عظیماً۔

یعنی تو کہ داخل کرے اللہ مومن مرد اور عورتوں کو جنتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں اور کفارہ کر دے ان سے گناہوں ان

کے کا اور ہے یہ نزدیک اللہ کے بہت بڑی رسائی۔

چنانچہ حضرت انس اور قتادہ اور حسن اور عکرمہ رضی اللہ عنہم کا تو یہی قول ہے کہ آیہ کریمہ ما ادری ما یفعل بی اس آیت کے ساتھ منسوخ ہوگئی۔ اور یہاں سے اس قول کی گمراہی بھی معلوم ہوگئی جو بعض کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمیں کیا معلوم کہ خواجہ صاحب بڑے پیر صاحب ایمان پر ہی مرے بلکہ ہم جوان کو بزرگ جانتے ہیں تو یہ ہمارا حسن ظن ہے اس واسطے کہ جن کا انتقال کلمہ پر ہوا ان کے ایمان پر مرنے میں کیا کلام ہے اور جب مرتے دم ادھر سے بے ہوشی ہو جائے اس وقت کے کفر اور ایمان کا اعتبار نہیں اس وقت تو کافر بھی ایمان لے آتا ہے۔ چنانچہ لم یک ینفعھم ایمانھم کی تفسیر میں علامہ رازی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں

انہ الوقت الذی یعاین فیہ نزول ملائکۃ الرحمۃ والعذاب لان فی ذالک الوقت یصیر المرء ملجاء الی الایمان فذالک الایمان لا ینفع انما ینفع مع القدرۃ علی خلافہ حتی یکون المر مختارا اما اذان عاینوا علامات الاخرۃ فلاً۔

یعنی یہ جو آیت میں ہے کہ وقت دیکھنے ہمارے خوف کے ان کو ایمان کچھ نفع نہ دے گا۔ اس سے مراد وہ وقت ہے جب جان کنی کی حالت میں عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر ایمان لے آئے اس واسطے کہ اس وقت تو ایمان لانے پر آدمی مجبور ہوتا ہے۔ اعتبار اس وقت کا ہے جس وقت ایمان لانے اور کافر رہنے پر قدرت اور اختیار رکھتا ہو۔ چنانچہ کتب عقائد میں جو لکھا ہے کہ کافر بھی مومن اور مومن کبھی کافر ہوتا۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور اعتبار خاتمہ کا ہے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ اختیار اور قدرت کے وقت مرتے دم بھی مومن کفر کے کلمے کہنے لگتا ہے اور

کافر ایمان کی باتیں کرنے لگتا ہے نہ یہ کہ بے ہوشی کے بعد بھی مومن کافر اور کافر مومن ہو جاتا ہے اب رہا یہ امر کہ اولیاء اللہ کا قبر سے نکل کر سبق پڑھا دینا بعض اولیاء اللہ کا روزمرہ یا کبھی کبھی مجلس رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہونا وغیرہ وغیرہ امور مذکورہ سوال شریعت سے ثابت ہیں یا نہیں۔ سو حضرت جب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی رواہ الحافظ المنذری و ابن عدی فی الکامل۔

یعنی میرا علم جیسا زندگی میں تھا ویسا ہی بعد وفات کے رہے گا روایت کیا اس کو حافظ منذری اور ابن عدی نے کامل میں۔

اور ابو یعلی بذریعہ ثقہ راویوں کے حضرت انس سے نقل کرتے ہیں۔

انہ قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ سب نبی زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے رہتے ہیں۔

ذرا جذب القلوب اور مدارج وغیرہ معتبر کتابوں کو ملاحظہ کیجئے اور طبرانی اور سیرت محمدیہ میں ہے کہ طبرانی بروایت راویان ثقہ نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

لیس من عبد یصلی علی الابلغنی صوتہ حیث کان

یعنی کوئی بندہ درود نہیں بھیجتا۔ مجھ پر مگر پہنچ جاتی ہے آواز اس کی مجھ کو جہاں کہیں بھی وہ ہو۔

اور اسی مضمون کے معاون یہ دوسری حدیث دلائل میں ہے۔

قیل لرسول اللہ ﷺ ارایت صلوۃ المصلین علیک ممن غاب

عنک و من یاتی بعدک ماحالھما عندک فقال اسمع صلوۃ اھل محبتی و اعرفھم و تعرض علی صلوۃ غیرھم عرضا۔

یعنی جب آپ سے عرض کیا گیا کہ جو آپ سے غائب ہیں اور آپ سے بعد پیدا ہوں گے ان کے درود کی کیا حالت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میری محبت والوں کے درود تو میں سنتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں اور دوسروں کے درود میرے سامنے پیش کر دیئے جاتے ہیں۔

اور عام اولیاء اللہ کی شان میں یہ حدیث مشکوۃ شریف اور صحیح بخاری شریف میں موجود ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ مایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بھاو رجلہ التی یمشی بھاو ان سالنی لاعطیتہ۔

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے فرمایا کہ ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے مجھ سے میرا بندہ ساتھ نوافل کے یعنی ان عبادتوں کے ساتھ جو فرض عبادت سے زائد ہیں یہاں تک کہ میں اس سے محبت رکھنے لگتا ہوں اور جب میں اس کو چاہنے لگتا ہوں تو میں اس کی وہ قوت سامعت ہو جاتا ہوں کہ جس کے ساتھ سنتا ہے اور وہ قوت بصارت ہو جاتا ہوں کہ جس کے ساتھ دیکھتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے پکڑتا ہے اور وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے چلتا ہے اور اگر مجھ سے مانگتا ہے بے شک اس کو دیتا ہوں۔

پھر تاویلی مطلب تو بہت کچھ شراح نے لکھے ہیں مگر واقعی مطلب اس حدیث

کا وہی ہے جو اس مرتبہ کے لوگوں نے لکھا ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے
ہیں۔

اللہ اللہ گفتہ اللہ مے شود   ایں سخن حق است باللہ مے شود
گفتہ او گفتہ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور عام مومنوں کی شان میں زمین پر سیر کرنے کی نسبت بعد موت کے احیاء
العلوم میں ہے۔

وقال مالک بن انس بلغنی ان ارواح المومنین مرسلة تذهب
حیث شاءت

یعنی مومنوں کی روحیں چھوٹی رہتی ہیں جہاں چاہیں وہاں جاسکتی ہیں اور معجم
کبیر طبرانی اور جامع صغیر سیوطی میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وہ
فرماتے ہیں۔

ان للّٰه تعالیٰ عبادا ختصهم بحوائج الناس یفزع الناس الیهم فی
حوائجهم

یعنی اللہ کے بہت بندے ہیں جن کو اللہ نے لوگوں کی حاجتوں کے واسطے
خاص کر لیا ہے۔ لہذا گھبرا کر لوگ ان کی طرف اپنی حاجتوں کے واسطے جاتے
ہیں۔

اور حصن حصین میں مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند بزار سے مروی ہے کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے

واذا انفلتت دابته فلینا دا عینونی عباد اللہ یعنی جب بھاگ جائے
جانور کسی کا پس چاہیے کہ پکارے مدد کرو میری اے بندو خدا کے

اور اس حدیث کے اگرچہ بعض طریق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے مرتبہ

حدیث حسن کو پہنچی ہوئی ہے۔ اور ترمذی شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے
تھے

کم من اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابره

یعنی بہت لوگ ایسے ہیں کہ ظاہر میں بال بکھرے ہوئے غبار آلودہ رہتے
ہیں اور مرتبہ یہ رکھتے ہیں کہ اگر اللہ کے بھروسہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم
پوری کر ہی دیتا ہے۔

اور منتخب کنز الاعمال میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص سے پوچھا تیرا نام
کیا ہے۔ اس نے کہا جمرہ یعنی چنگاری۔ آپ نے پوچھا باپ کا کیا نام ہے۔ کہا
شہاب یعنی شعلہ۔ پوچھا کس قبیلے سے کہا حرقہ سے جس کے معنی جلن کے ہیں۔
فرمایا مکان کہاں ہے۔ کہا حرۃ النار میں۔ جس کے معنی آگ کی گرمی کے ہیں۔
پوچھا وہ کہاں ہے کہا قریہ ذات لظی میں۔ یعنی اس گاؤں میں جس کا نام شعلہ والا
ہے۔ آپ نے فرمایا اپنے گھر والوں کو جا کر سنبھال وہ سب جل گئے چنانچہ ایسا ہی
ہوا۔

اور اسی منتخب میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اہل کوفہ سے فرمایا تھا
کہ اے اہل کوفہ تم سب میں جو بہتر ہیں وہ سات آدمی قتل کیے جائیں گے اور حجر
بن الادوی معہ اپنے یاروں کے ان میں سے ہیں۔ چنانچہ آپ کی پیشین گوئی کے
موافق ان کو معاویہ بن غدرانے شہید کیا۔ خود مولوی حمید اللہ اس مضمون کے آگے
جو آپ نے اپنے اعتراض میں حدیث التفاسیر سے لکھوایا ہے لکھتے ہیں کہ حضرت
عمر کی آواز یا ساریۃ الجبل اثنا خطبہ میں مدینہ منورہ سے کوسوں پر آپ کے سپہ
سالار کے کان میں پہنچ گئی تھی۔ پھر اس مضمون کے لکھنے کی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ
کیوں لکھا ہے۔ مولوی صاحب جب بموجب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ ثابت

ہے کہ مخالف عادت کے اولیاء اللہ سے بہت باتیں برخلاف عقل ناقص عوام کے
ہو سکتی ہیں اور اولیاء اللہ کی کرامت کا جمہور اہلسنت کے نزدیک حق ہونا ثابت ہے
پھر ایسے مضمونوں سے آپ جیسے منصفوں کا شبہ میں پڑ جانا بڑے تعجب کی بات ہے
کیا آپ نے قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں نہیں پڑھا کہ
حضرت سلیمان علیہ السلام کے فرمانے سے حضرت آصف بن برخیا علیہ السلام نے
جن کا ولی ہونا متفق علیہ ہے پلک جھپکنے سے پہلے آپ کے فرماتے ہی سینکڑوں کوس
سے بطریق کرامت حضرت بلقیس کے تخت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس
بیٹھے ہوئے لا کر حاضر کر دیا۔ اور جذب القلوب میں مولانا عبدالحق محدث دہلوی
رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ "وقصہ سماع سعید بن المسیب در ایام واقعہ
حرہ اذان از حجرئہ شریفہ تاسہ روز کہ مردم مفارقت مسجد نبوی
کردہ بودند مشہور است۔" یعنی یہ قصہ تو مشہور ہی ہے کہ ایام حرہ میں جب
بوجہ ظلم یزید لوگ مسجد نبوی کو چھوڑ کر چلے گئے تھے حضرت سعید بن المسیب جو مشہور
تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ تین روز تک روضہ منورہ سے برابر پانچوں وقت کی اذان
کی آواز آتی تھی۔ اور مدارج النبوۃ میں بعد لکھنے بہت سی اس قسم کی روایات معتبرہ
کے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

وامام حجۃ الاسلام غزالی رحمہ اللہ در کتاب خود المنقذ من الضلال میگوید کہ
ارباب قلوب مشاہدہ میکنند در بیداری ملائک را وارواح انبیاء او میشنوند از ایشاں
آواز ہا و اقتباس میکنند از ایشاں انوار و استفادہ میکنند فوائد۔ و بدانکہ صاحب
مواہب بعد از نقل اقوال مشائخ در رویت شریف آنحضرت ﷺ در یقظہ بر قاعدہ
علم واقوال علماء رفتہ از شیخ بدرالدین حسن بن اہدل نقل کردہ کہ وقوع رویت شریف
در یقظہ مراد اوصلی اللہ علیہ وسلم متواتر شدہ بداں اخبار و حاصل باں علم قوی است و

منتفی است ازاں شک وشبہ
یعنی اہل دل جاگنے کی حالت میں فرشتوں کو اور انبیاء کی روحوں کو دیکھتے ہیں
اور ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے بہت سے انوار اور فائدے حاصل کرتے
ہیں۔ اور صاحب مواہب لدنیہ نے بہت سے مشائخ کے قول آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی زیارت کی نسبت حالت بیداری میں نقل کر کے بہت سے عالموں کے
قولوں اور علمی قاعدہ کے موافق شیخ بدرالدین حسن ابن اہدل سے نقل کیا ہے کہ
بیداری میں آنحضرت کی زیارت کرنے کی نسبت اس قدر خبریں منقول ہیں کہ
مرتبہ تواتر کو پہنچ گئیں اور علم یقینی حاصل ہو گیا اور کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش
نہیں رہی۔

اجی حضرت جن لوگوں نے ہمارے مولانا فضل الرحمٰن قدس سرہ اور ہمارے
حضرت سائیں توکل شاہ قدس سرہ کی کچھ بھی صحبت اٹھائی ہے ان کو یقینی طور سے
معلوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہونے والے اب بھی موجود تھے
اور موجود ہیں۔ حق یہ ہے بیت۔

محرم دولت نبود ہر سرے — بار مسیحا نکشد ہر خرے

لو حضرت۔ مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ جو مسلم فریقین ہیں در الثمین فی
مبشرات سید الامین میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد فرماتے تھے کہ میں نے
اپنے استاد عبداللہ قاری سے سنا کہ میں اور میرے استاد قاری زاہد ایک روز قرآن
کا دور کر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے اور ہمارے قرآن کو سن کر
دعا دی۔ پھر فرماتے تھے کہ میں نے اپنی ان دونوں آنکھوں سے حضور کو دیکھا اور
انوار العارفین میں تو شاہ صاحب ممدوح بعض اولیاء کے حالات میں بھی لکھتے ہیں
کہ وہ فرماتے تھے کہ تمام دنیا اس وقت ہمارے سامنے ایسی موجود ہے جیسی ہتھیلی

باتھ کی۔ اور دوسرے بہت سے اولیاء اللہ کے حال میں ایسے مضامین بہت سے علماء معتبر نے لکھے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے علم کی نسبت یا امام اعظم رحمہ اللہ کے گناہوں کو تفصیل وار دیکھنے کی نسبت اور اولیاء اللہ کے چشمہ شریعت تک پہنچ جانے اور حقیقت شریعت دیکھنے کی نسبت اعتراض کرنا ایسے ہی لوگوں کا کام ہے جوان سب محدثوں بزرگواروں کو بدعتی اور مخالف قرآن وحدیث سمجھیں۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور کیا حدیث جبریل میں مرتبہ احسان کا آپ نے نہیں پڑھا۔ اسی مرتبہ کو تو ولایت اور رسائی چشمہ شریعت کہتے ہیں۔ چنانچہ اسی حدیث سے ظاہر ہے کہ ظاہری نماز روزے کو اسلام کہتے ہیں اور دل سے تصدیق کرنے کو ایمان اور جب تمام اخبار اور احکام شریعت کو ایسا دیکھنے لگے جیتے آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس مرتبہ کا نام احسان اور متاخرین کی اصطلاح میں تصوف ہے۔ اب بھی اگر کوئی شک رہا ہو تو اور کہہ دو۔

محمدی: مولانا مجھ کو تو اب کوئی شبہ نہیں رہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے مگر اپنے پرانے یاروں کا آدمی کو بہر نہج لحاظ ہوتا ہے۔ مصرعہ

جب آنکھیں چار ہوتی ہیں مروت آ ہی جاتی ہے۔

لہذا ایک دن کی اجازت اور طلب کرتا ہوں۔ اب تو دیکھوں ہمارے ہم مشرب مولوی کیا کہتے ہیں اور ذرا اپنے مولانا محمد فاضل کو بھی اب کی بار یہ مناظرہ سنا آؤں تا کہ پھر میری توبہ پر کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہ رہے۔ لو جاتا ہوں۔ السلام علیکم۔

مقلد: وعلیکم السلام۔ بہتر ہے اللہ کہیں آپ کو توفیق توبہ دے اور ہم مشربوں کے لحاظ سے رہائی بخشے۔ دیکھو موت بہت قریب ہے۔ وہاں کوئی ہم مشرب کام نہیں آئے گا۔

محمدی:۔ السلام علیکم۔ لو حضرت حاضر ہوں۔

مقلد:۔ وعلیکم السلام۔ فرمائیے اب کیا ارادہ ہے۔ آپ کے مولوی محمد فاضل صاحب نے کیا فرمایا۔

محمدی:۔ مولانا۔ فرمانا کیا تھا بہت خفا ہوئے بہت کچھ لن ترانیاں ہانکیں یہ بھی فرمایا کہ تو بھی بدعتی اور مشرکوں سے جا ملا۔ مگر یہ سب باتیں ان کی بے سود تھیں البتہ ایک دو اعتراض آپ کی دلیل اتباع سواد اعظم پر سخت کئے ہیں۔ ان کا جواب اور دے دو۔ پھر میں تو غیر مقلدی اور طریق وہابیہ سے توبہ کئے لیتا ہوں ان کے معاملہ کو وہ جانیں۔

مقلد: فرمائیے۔ وہ کیا اعتراض ہیں۔ ہم کو آپ جیسے منصفوں کا جو سوچ سمجھ کر ان مضامین کو بنظر انصاف دیکھیں اطمینان مقصود ہے۔ معاند سے ہم کو بحث نہیں نہ اس کی ردوبدل سے غرض۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

محمدی۔ مولانا۔ اول اعتراض تو مولوی محمد فاضل صاحب کا یہ ہے کہ آپ نے تقلید اور اتباع سواد اعظم پر جو دلیل پیش کی اور پھر سواد اعظم کے متفق اور مجتمع ہونے کی وجہ سے تقلید شخصی ایک مجتہد کو ان چاروں مجتہدوں میں سے اس زمانہ والوں پر اور اپنے اوپر وجوب تقلید شخصی کو ثابت کیا۔ ان دلائل کے اور علاوہ اس کے اور جو دوسرے امور پر دلائل بیان کئے ہیں ان کے بیان کرنے میں آپ مجتہد ہیں یا مقلد۔ اگر دعویٰ اجتہاد کا ہے تو اور مسائل میں خود اجتہاد کر کے عمل کرنے سے انکار کی کیا وجہ۔ مجتہد پر تو آپ کے نزدیک بھی دوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہے اور پھر وہ شرطیں اجتہاد کی کون کونسی ہیں جو آپ میں بہ نسبت ثبوت تقلید شخصی تو پائی جاتی ہیں اور باقی جمیع مسائل کے اعتبار سے نہیں پائی جاتیں۔ اور اگر بیان کرنے

دلائل مذکور میں آپ مقلد ہیں تو کس کے؟! اگر اسی سواد اعظم کے جس کی تقلید کے دلائل آپ بیان کر رہے ہیں تو آپ پر دور لازم آتا ہے۔ یعنی جس سواد اعظم کی تقلید کا ثبوت آپ نے بیان کیا وہ بیان اس بات کو چاہتا ہے کہ ثبوت سے پہلے تم اس کے مقلد ہوتا کہ اس تقلید کے ذریعہ سے سواد اعظم کی تقلید کا ثبوت دو۔ اور یہ امر ہر عاقل کے نزدیک باطل ہے۔ یا یوں کہو کہ اس زمانہ کے سواد اعظم کی دلیل تقلید وہی دلیل ہے جو اس زمانہ سے پہلے زمانہ کے سواد اعظم کی دلیل تقلید تھی پھر جب اس سے پہلی سواد اعظم کی تقلید کی دلیل پوچھی جائے گی تو کہو گے اس سے پہلے سواد اعظم کی جو دلیل تقلید تھی تو یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور آپ مبتلائے بلائے تسلسل ہو جائیں گے اور پھر یہ بھی آپ کو بتانا ضرور ہوگا کہ یہ دلیل اول سواد اعظم کی آپ تک کس ذریعہ سے پہنچی اور کون کونسی کتابوں میں اب تک منقول ہوتی چلی آئی۔

اور اعتراض دوم یہ ہے کہ وجوب تقلید شخصی جس سواد اعظم کے اجماع اور اتفاق کی وجہ سے آپ نے ثابت کیا ہے اس سواد اعظم سے اگر انہیں آج کل کے عوام اور خواص مسلمانوں کی جماعت مراد ہے تو امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ کے نزدیک یہ اجماع قابل حجت نہیں اس واسطے کہ امام اعظم رحمتہ اللہ کے نزدیک اہل اجماع مجتہد ہوتے ہیں اور آپ فرما ہی چکے کہ سنہ چار سو کے بعد مجتہد مستقل کا ہونا بالکل موقوف ہوگیا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ کہ اکثر کتب فقہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اب وہ مقلد جو مجتہد فی المذہب یا مجتہد منتسب ہو وہ بھی نہیں ہوتے پھر آج کل کے عوام و خواص کے اجماع سے حنفیوں کے نزدیک ثبوت وجوب تقلید کا کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور اگر سواد اعظم سے مجتہدین فی المذہب کے سواد اعظم مراد ہے تو باعتبار لفظ سواد اعظم کے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بڑی جماعت مجتہدوں کی اس پر

متفق ہو جائے گو چھوٹی جماعت مجتہدوں کی اس کی مخالفت کرتی رہے۔ حالانکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اجماع کے واسطے ایک زمانہ کے تمام مجتہدوں کا اتفاق شرط ہے اور تقلید کے معاملہ میں تو اگر آپ کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں گے تمام مراتب کے مجتہدوں کی بڑی جماعت کے نہ چھوٹی کے مختلف اقوال پائیں گے۔ انتہی۔

مقلد: مولوی صاحب کیا آپ کے مولانا محمد فاضل صاحب معقولی بھی ہیں؟! اکثر محمدیوں سے ہم تو یہی سنتے تھے کہ تمام علوم صرف۔ نحو۔ منطق۔ ہیئت۔ فلسفہ وغیرہ بجز علم قرآن وحدیث کے بدعت ہیں۔ مگر خیر الحمدللہ۔ آج معلوم ہوگیا کہ آپ کے مولانا محمد فاضل استاد کل منطقیوں کے قواعد کے تو مقلد ہیں گو تقلید مجتہدین دین سے انکار رکھتے ہیں۔ چونکہ یہ بات آپ کے سوچنے کے قابل تھی اس واسطے منہ سے نکل گئی۔ اب اصل مدعا کی طرف متوجہ ہوں اور سنئے مولوی صاحب کیا تمام قرآن وحدیث کی سمجھ آپ کے مولانا کے نزدیک اجتہاد اور تقلید شخصی ہی میں منحصر ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ بعض آیات کلام اللہ ایسی بھی ہیں جن کے سمجھنے میں نہ کسی کی تقلید کی ضرورت ہے نہ اجتہاد کی حاجت کیا اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ۔ کتب علیکم الصیام وغیرہ آیات سے جو نماز پڑھنے زکوۃ دینے اور روزہ رکھنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ ان حکموں کو قرآن سے ہر ترجمہ خوان یا زباندان عربی نہیں سمجھ سکتا۔ علی ہذا لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلاً کے نفس ترجمہ سے کیا یہ بات ہر اک سمجھدار آدمی نہیں سمجھ لیتا کہ اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے کہ اے امت محمد رسول اللہ اگر اللہ کا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے پیرو ہو جاتے مگر تھوڑے سے کہ جو بغیر اس فضل و رحمت کے بھی پہلے ہی سے شیطان کی پیروی سے بچے ہوئے تھے۔ مثل

ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے قرآن کے نازل ہونے اور اسلام کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے ہوئے اور شیطان کی پیروی سے بچے ہوئے تھے۔ مگر جب یہ فضل اور رحمت یعنی نزول قرآن اور ظہور اسلام اور ہونا علماء اور مجتہدین کا تم میں سے کہ جو فضل ورحمت سے بموجب سیاق آیت اس مقام پر مراد ہے تمھارا شامل حال ہوگیا تم سب شیطان کی پیروی سے بچ گئے اور شیطان کے پیرو تم میں تھوڑے رہ گئے۔ چنانچہ تمام مفسرین معتبرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور انہیں معنوں کو بموجب قواعد عربیت مختار رکھا ہے۔ اور اکثر احادیث صحیحہ سے بھی کہ جن کو باعتبار معنی کے مشہور یا متواتر کہہ سکتے ہیں۔ یہی مضمون ثابت ہوتا ہے کہ اطاعت اللہ اور رسول اللہ کی اہل اسلام کی بڑی جماعت ہی کی پیروی میں منحصر ہے اور تھوڑے سے گروہ کی پیروی میں بمقابلہ سواد اعظم استحقاق دوزخ میں پھینکے جانے کا ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے تہتر فرقوں میں سے بجز ایک فرقہ کے سب جہنمی ہوں گے۔ اور صحابہ نے عرض کیا کہ وہ فرقہ کونسا ہوگا جیسے بعض روایات میں آیا ہے کہ بجواب اس کے آپ نے فرمایا کہ وہ فرقہ میری اور میرے اصحاب کی پیروی کرنے والا ہوگا۔ اکثر روایتوں میں کہ جن کو باعتبار کثرت طرق کے متواتر المعنی کہہ سکتے ہیں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا وہ فرقہ بڑی جماعت اہل اسلام کا پیرو ہوگا چنانچہ تقریباً چالیس طریقوں سے تو اس مضمون کی حدیثوں کو ہم نے اپنے رسالہ مختصر المیز ان ہی میں نقل کیا ہے۔ اب جب آپ پر یہ بات خوب ثابت ہوگئی کہ قرآن اور حدیث کے تمام مضامین کی سمجھ اور پیروی اجتہاد یا تقلید شخصی ان دو ہی صورتوں میں منحصر نہیں تو فرمایئے کہ آپ کے مولانا کا سوال لغو رہا یا نہیں اور جب ہم نے یہ بات نفس ترجمہ اور محاورہ سے ظاہر دکھادی کہ جو دلیل اتباع سواد اعظم کی ہم نے

بیان کی ہے وہ بھی ایسی ہی ہے۔ پھر انصاف سے کہئے کہ آپ کے مولانا کا اعتراض بیخ وبن سے کٹ گیا یا نہیں۔ اور جب آپ بلکہ ہر کس وناکس اس بات کو جانتے ہیں کہ یہ آیت قرآن مجید میں موجود ہے اور اس مضمون کی حدیثیں تمام حدیث کی کتابوں میں موجود پھر مولانا محمد فاضل کا پوچھنا کہ یہ دلیل آپ تک کن کن کتابوں کے ذریعہ سے پہنچی۔ تمھیں خدا کی قسم ذرا سچ تو کہو کہ مولانا پر یہی مثل صادق کرتا ہے یا نہیں کہ "پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔" اور جب اتنے بڑے مولانا کا یہ حال ہے تو اور نائی۔ دھوبی۔ انگریز۔ کمنگر۔ دھنئے۔ جولا ہے جو دوکانوں پر غیر مقلدوں کے مولوی بنے بیٹھے ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس مولوی صاحب آپ کے مولانا کا اعتراض دوئم بھی ایسا ہی ہے کیوں حضرت! جب آپ اور ہم بقول مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ وغیرہ علماء معتبر کے یہ مان چکے کہ ۲۰۰ھ کے بعد تمام امت تقلید شخصی پر مجتمع ہوگئی اور اجماع کے اہل بھی اسی وقت کے مجتہدین فی المذہب تھے اور یہ بھی مان چکے کہ ان چاروں اماموں ہی کے چار مذہب اور انہیں میں سے کسی ایک کی تقلید پر مجتمع ہونے کی خبریں بطریق شہرت یا متواتر ہم تک پہنچتی چلی آتی ہیں۔ اور جو مختلف روایتیں حرمت اور علت اور وجوب اور استحباب تقلید کے ائمہ مجتہدین سے منقول ہیں وہ باعتبار مختلف قسم کے لوگوں کے ہیں۔ مثلاً باعتبار مجتہدین مطلق کے حرمت کی روایتیں ہیں۔ اور بہ نسبت مجتہدین فی المذہب کے استحباب کی روایتیں ہیں اور غیر مجتہدوں کی نسبت بوجہ اجماع سواد اعظم وجوب کی روایتیں تو اب آپ ہی فرمادیں کہ ان سارے مضامین کو سن کر تسلیم کرنے کے بعد مولانا محمد فاضل کا یہ اعتراض کہ سواد اعظم سے آپ کی کیا مراد ہے محض سمع خراشی اور مغالطہ دہی ہے یا کچھ اور۔ ہاں یہ بات ان کی قابل سماعت ہے کہ امام کے نزدیک ایک زمانہ کے تمام مجتہدوں کا

اجماع قابل حجت ہے اور تمہاری دلیل سے ایک زمانہ کے مجتہدوں کی بڑی جماعت کے اجماع کا حجت ہونا مفہوم ہوتا ہے سو اگر کتب اصول کو آپ ملاحظہ فرما لیتے تو ان کے اس اعتراض کی طرف آپ ہی توجہ نہ فرماتے۔ کیوں حضرت جب سواد اعظم کی مخالفت موجب دخول دوزخ ہے تو کیا وہ مجتہد جو مجتہدوں کی بڑی جماعت کی مخالفت کریں قابل اعتبار ہو سکتے ہیں؟ اسی واسطے کتب اصول میں لکھا ہے کہ مراد تمام مجتہدوں سے مجتہدین صالح ہیں۔ دیکھو منار میں ہے۔

و اهل الاجماع من كان مجتهدا صالحا

اور دائرالوصول میں ہے

واهل الاجماع من كان مجتهد الیس فیه هواً ای بدعة ولا فسق ظاهر۔ انتہٰی۔ اور یہی مضمون دوسری تمام کتب اصول کا ہے۔ علاوہ بریں اگر ہم مان بھی لیں کہ کل قرآن مجید اور تمام احادیث کی سمجھ فقط انہی دو طریق اجتہاد اور تقلید ہی میں منحصر ہے جب بھی ان خرابیوں کی لوث سے جو آپ کے مولانا نے اپنے زعم میں ہم پر وارد کی ہیں ہمارا دامن تقریر بالکل پاک ہے۔ کیا آپ کے مولانا کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ ایک شخص کل مسائل کے اعتبار سے نہیں تو بعض مسائل کے اعتبار سے بھی ان اجتہاد کی شرطوں کو جو اس زمانہ کے لائق صاحب تلویح تحریر فرماتے ہیں۔ حاصل نہ کر سکے اور اس زمانہ کے عام عالموں کے اعتبار سے مجتہد کہلایا جائے اور بوجہ پابندی کسی مجتہد کے مجتہدین سلف سے تمام اصول اور فروع میں مقلد بھی رہے۔ حضرت من اس زمانہ میں سب سے زیادہ منزل دشوار گزار معاملہ اجتہاد میں حدیث کے راویوں کے حالات کی تحقیقات ہے کہ جو بوجہ دور دراز گزر جانے زمانہ کے بغیر تقلید کرنے ان کتابوں کے جن میں راویوں کے حالات درج ہیں غیر ممکن ہے۔ سو اس کی نسبت باب الاجتہاد تلویح

میں علامہ تفتازانی رحمہ اللہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

الثانی السنة قدر ما يتعلق بالاحكام بان يعرفها بمتنها وهو نفس الحديث و سندها وهو طريق وصولها الينا من تواتراو شهرة اوا حادو من ذالک معرفة حال الرواة والجرح والتعديل الا ان البحث عن حال الرواة فی زماننا هذا کا المتعذر لطول المدة وكثرة الوسائط فالاولی الاكتفاء بتعديل الائمة الموثوق بهم في علم الحديث کالبخاری والسلم والبغوی واصنعانی وغيرهم من ائمة الحديث الخ۔

یعنی دوسری شرط اجتہاد کی یہ ہے کہ مجتہد اس قدر حدیثوں کو ضرور حاصل کر لے جو حکموں کے متعلق ہیں مع ان کے متن اور سند کے اس طرح پر کہ یہ متواتر ہے یہ مشہور ہے یا احاد ہے۔ اور سند کے جاننے میں سند کے سب راویوں کے حالات کا پہچاننا بھی ضروری ہے تاکہ جس کو معتبر سمجھے اس کی حدیث پر اعتماد کرے جس میں کلام ہو اس کو غیر معتبر سمجھے مگر ہمارے اس زمانہ میں راویوں کے حالات سے بحث کرنا تو مثل امر متعذر اور غیر ممکن کے ہو گیا۔ سبب درازی زمانہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کثرت سے ہو جانے ان واسطوں کے جن کے واسطے سے حدیثیں ہم تک پہنچ سکتی ہیں اس واسطے اولیٰ یہ ہے کہ اس زمانہ کے اعتبار سے اجتہاد کی شرطوں میں جو حدیث دانی کی شرط ہے اس میں اتنی ہی بات پر کفایت کی جائے کہ جس قدر حدیثیں احکام کے متعلق ہیں ان کو ان اماموں کی تقلید سے جانتا ہو جو کہ علم حدیث میں معتبر سمجھے گئے ہیں جیسے امام بخاری امام مسلم امام صنعانی امام بغوی وغیرہم رحمہ اللہ جس کو یہ صحیح اور معتبر کہیں ان کو صحیح سمجھ لے اور جن میں وہ کلام کر گئے ہیں ان کو اسی مقدار پر ضعیف مان لے۔ جن راویوں کو وہ جیسا کچھ لکھ گئے ہیں ان کو ان کی تقلید سے ویسا ہی سمجھ لے۔ چنانچہ اس مرتبہ کے مجتہد عالم اب بھی

بہت نہیں تو کچھ نہ کچھ تو موجود ہیں۔ گوتمام احکام کے اعتبار سے یہ قوت بھی پوری نہ رکھیں مگر بعض احکام کے اعتبار سے اس قدر قوت والوں کا اب تک موجود ہونا ظاہر ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ ایسے لوگ قرب قیامت تک باقی رہیں۔ مگر یہ لوگ چونکہ اصول اور فروع میں اپنے مذہب کے مجتہد مستقل اور مجتہدین منتسب کی مخالفت نہیں کرسکتے بسبب جاننے اس امر کے یقینی طور سے کہ جو مرتبہ تحقیق حدیث کا ان مجتہدوں کو حاصل تھا یہ امۂ حدیث اس مرتبہ کو نہیں پہنچے علاوہ بریں وہ مجتہد اور فقیہ بھی تھے اور یہ فقط محدث ہیں بلکہ حدیث میں بھی انہیں اماموں میں سے کسی کے شاگرد یا ان کے شاگردوں کے شاگرد اور انہیں چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کے مقلد۔ چنانچہ یہ امر جواب نمبر۶ سے ظاہر ہے۔ اور شجرہ امام کے استاد اور شاگردوں کا جو اس رسالہ میں آگے آئے گا۔ دیکھو۔ اس سے خوب ظاہر ہو جائے گا۔ غالباً اسی وجہ سے مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے ان کو بھی مجتہدین منتسبین میں شمار کرلیا ہے۔ اور رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں

"الاجتهاد نوعان مستقل و قد فقد من راس اربع مائة فلم يكن وجوده و منتسب و هو باق الى ان تاتى اشراط الساعة الكبرى ولا يجوز انقطاعه لانه فرض كفاية و متى قصر اهل عصر حتى تركوه اثموا كلهم كما صرح به الاصحاب منهم الماوردى فى الحاوى والروياني في البحر والبغوى في التهذيب۔

یعنی امام ماوردی حاوی میں اور امام رویانی بحر میں اور امام بغوی تہذیب میں تصریح فرماتے ہیں کہ اجتہاد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اجتہاد مستقل جو شروع صدی چہارم سے بالکل نیست و نابود ہو گیا۔ اور دوسرا اجتہاد منتسب جو قیامت کی بڑی نشانیاں ظاہر ہونے تک باقی رہے گا۔ اور چونکہ وہ فرض کفایہ ہے اس کا نابود

ہونا ناجائز ہے۔ اور اگر کسی زمانہ والے اس کو بالکل چھوڑ دیں تو سب گنہگار رہیں گے۔ ورنہ جمہور محققین متقدمین کی تحقیق سے ظاہر ہے کہ اب وہ مجتہد منتسب تو نہیں رہے جو خود راویوں کے حالات سے بحث کرتے تھے اور جس کسی واقعہ میں اپنے مجتہد مستقل یا مجتہد فی المذہب سے تصریح نہیں پاتے اس کو قرآن اور حدیث سے تحقیق کر کے بلا تقلید خود بھی استنباط کر لیتے تھے۔ چنانچہ یہ امر بوجہ متعذر ہو جانے تحقیق اسماء رجال اور جرح اور قدح رجال میں بلا تقلید کتب اسماء رجال وغیرہ خود ہر سمجھدار پر ظاہر ہے اسی واسطے محقق ابن کمال باشا کی تحقیق کے حوالہ سے صاحب شامی درمختار کی اس عبارت کی شرح میں وذكروا ان المجتهد المطلق قد فقدوا اما المقيد فعلى سبع مراتب۔ یعنی فقہا نے لکھا ہے کہ مجتہد مطلق تو اس زمانے میں مفقود ہو گئے اور مجتہد مقید جو پائے جاتے ہیں وہ مختلف سات مرتبوں مشہور میں سے ہوتے ہیں" تو صاف صاف بیان فرماتے ہیں کہ سات مرتبے جب پورے ہوتے ہیں تب مجتہد مستقل اور جو مقلد محض ہیں ان کو بھی مجتہد مقید یعنی منتسب مان لیا جائے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

قولہ "واما المقيد فيه امران الاول ان المجتهد المطلق احد السبعة والثانى ان بعض السبعة ليسوا مجتهدين. "یعنی یہ جو درمختار میں ہے کہ مقید سات مرتبوں پر منقسم ہیں۔ اس میں دو باتیں ہیں۔ اول یہ کہ مجتہد مطلق کو بھی سات قسموں میں گن لیا جائے۔ دوم یہ کہ بعض مرتبوں کے مجتہد ان میں سے واقع میں مجتہد نہ مانے جائیں۔

اور اگر فرض کیا جائے کہ اب زمانہ محض مقلدوں کا ہے اور صاحب تلویح کی تحریر کے موافق بھی اب کوئی صاحب اجتہاد باقی نہیں رہا تو کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ جیسے اور احکام کے ماننے میں بموجب تحقیق کسی ایک امام کے ان چاروں اماموں

میں سے ہم اپنے زمانے کے سواد اعظم کے مقلد ہیں۔ اسی طرح دلیل اتباع سواد اعظم کے بیان کرنے میں بھی اسی سواد اعظم کے مقلد ہیں۔ اور یہ سواد اعظم اپنے سے پہلی سواد اعظم کی مقلد ہے۔ علی ہذا۔ یہاں تک کہ یہ تسلسل ان ۲۰۰ھ کے بعد والے مجتہدین فی المذہب پر جا کر ختم ہو جائے جنھوں نے تقلید شخصی پر اتفاق کیا تھا۔ اور پھر اتباع سواد اعظم کی دلیل سے ہر غیر مجتہد پر حکم وجوب تقلید ثابت کیا تھا۔ جب یہ تسلسل منقطع ہو گیا فرمایئے کونسی خرابی باقی رہی۔ محال تو وہ تسلسل ہے جو امور واقعیہ میں کسی درجہ تک کبھی ختم ہی نہ ہو۔ علیٰ ہذا کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس سواد اعظم کی تقلید سے ہم یہ دلائل بیان کر رہے ہیں وہ سواد اعظم اور ہے اور جس سواد اعظم کی تقلید کا ثبوت بیان کیا گیا ہے وہ سواد اعظم اور ہے۔ اب فرمایئے دور کہاں لازم آیا۔ دور تو جب لازم آتا کہ دونوں سواد اعظم ایک ہی مان لی جاتیں۔ حضرت وہ سواد اعظم جس کی تقلید سے اس آیت مذکورہ کو فرمان خدا اور احادیث مذکورہ احادیث رسول اللہ ﷺ ہم نے مانا ہے وہ عام مسلمانوں کی سواد اعظم ہے یا تمام محدثوں کی سواد اعظم۔ اور جس سواد اعظم کی تقلید کا ثبوت دیا گیا ہے وہ سواد اعظم مقلدین کی ہے یا ان منتسب مجتہدوں کی اور ان کے زمانہ والے مسلمانوں کی جنھوں نے بعد ۲۰۰ھ کے تقلید شخصی پر اجماع کیا تھا۔

محمدی: مولانا اب مجھ کو تو خوب معلوم ہو گیا کہ جیسے ان کے سب معاملات ظاہر میں اچھے معلوم ہوتے ہیں اور باطن میں دیکھو تو اللہ ہی اللہ یاد آتا ہے۔ علی ہذا ان کی دلیلوں اور اعتراضوں کی بھی یہی کیفیت ہے کہ ظاہر میں ہر دلیل بہت مضبوط اور گہری معلوم ہوتی ہے اور جب تحقیق کیا جاتا ہے تو محض ملمع ہی ہوتا ہے اور بجز زبانی قال اللہ قال الرسول ان کے باطن میں قال اللہ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا۔

مقلد: بے شک اس میں ذرا شک نہیں۔ کیا آپ نے بخاری کی اس حدیث صحیح کو نہیں دیکھا۔

عن ابی سلمة و عطاء بن یسار انهما اتیا ابا سعید الخدری فسالاه عن الحروریة اسمعت النبی ﷺ قال مامادری مالحروریة سمعت النبی ﷺ یقول یخرج فی هذه الامة ولم یقل منها قوم تحقرون صلوتکم مع صلوتهم یقرون القرآن لا یجاوز حلوقهم و حنا جرهم یمرقون من الدین کمر والیهم من الرمیة فینظر الرائی الی نصله الی رصافه فیتماری فی الفوقة هل علق بها من الدشی۔

یعنی حضرت ابو سلمہ اور عطا رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر پوچھا کہ آپ نے حروریہ یعنی خارجیوں کے معاملہ میں بھی کچھ آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ حروریہ کون ہیں میں نے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ کہ اس امت میں ایک قوم ایسی ظاہر ہوگی۔ یوں نہیں فرمایا اس امت سے ایک قوم نکل جائے گی کہ ان کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے۔ قرآن بہت پڑھیں گے مگر ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے پھر دیکھنے والا کبھی اس کی بہال کو کبھی بندش کو دیکھتا ہے پھر سوفا پر آ کر شبہہ کرتا ہے کہ شاید یہاں کچھ خون لگا ہے

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ خارجیوں پر موقوف نہیں۔ حضور ﷺ نے تو مطلقاً فرمایا ہے جس میں یہ نشانی پائی جائے وہی بے دین ہے۔

محمدی:۔ مولانا خیر میری تو توبہ ہے۔ انشاء اللہ اب کبھی ان کے دم میں نہیں آنے کا۔ میں آج سے ہی حنفی ہوں۔ اور اللہ سے دعا ہے کہ مرتے دم تک حنفی ہی رکھے۔ مگر یہ لوگ اکثر ہماری مسجد میں آ جاتے ہیں۔ اور آنے سے یکدم منع کرنا بھی خلاف مروت ہے اگر وہ ہماری برابر ہماری جماعت میں شریک ہو جائیں تو کچھ ہماری نماز میں تو ان کی شرکت سے نقصان پیدا نہ ہوگا۔ بہر نہج آمین بالجہر اور فاتحہ خلف الامام میں وہ ہم سے مخالف ہیں۔ مگر یہ امور شافعی بھی کرتے ہیں اور آپ فرما ہی چکے کہ ہم چاروں مذہب کے مقلد باہم شیر و شکر ہیں۔ اور اگر وہ کبھی پہلے سے آ کر جماعت شروع کر دیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لوں یا نہیں شافعی۔ مالکی امام کے پیچھے تو حنفی کو نماز پڑھنا کتب فقہ میں جائز لکھا ہے۔

مقلد: مولوی صاحب باوجود اتنی مفصل بحث کے اب بھی آپ یہی پوچھتے رہے کیا سوال و جواب نمبر دس سے آپ پر یہ ظاہر نہیں ہوا کہ بعض غیر مقلد ایسے بھی ہیں جن کی نماز چاروں اماموں کے نزدیک نہیں ہوتی بوجہ نہ باقی رہنے ان کے وضو کے کسی امام کے نزدیک اور پھر یہ نظیر خاص بعض غیر مقلدین کے اعتبار سے آپ کے فرمانے کے موافق بیان کی گئی تھی ورنہ آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ جب تمام غیر مقلدوں کا ہر بات میں الدین یسر یعنی دین اختیار کرنا آسانی کا ہے۔ پر عمل ہو تقلید ائمہ کو حرام سمجھیں اور وہ سب وضو میں ان تمام حرکات مذکورہ کے مرتکبؒ ہوں۔ علاوہ بریں ان کے محققوں کے نزدیک بالاتفاق بموجب نئے معنوں حدیث الماء طهور لا ينجسه شي (پانی پاک ہے اس کو کئی شی ناپاک نہیں کرتی) کے جب تک رنگ و بو و مزہ نہ بدلے کوئی بھی نجاست پانی میں گر جائے اور پانی کتنا بھی کم ہو ناپاک نہیں ہوتا۔ اخواہ چلو بھر ہو یا کچھ کم

ا حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اذا استيقظ احد كم من منامه فلا يغمس يده فى الاناء حتى يغسله ثلثاً فانه لايدرى اين باتت يده۔ یعنی جب کوئی تم میں سے سوتا اٹھے تو جب تک ہاتھوں کو تین بار نہیں دھولے برتن میں ہی ہاتھ نہ ڈبوئے۔ اس لیے کہ اسے کیا خبر ہے کہ رات کو وہ ہاتھ کہاں رہا ہو۔ اور دوسری حدیث میں ہے لايبولن احد كم فى الماء الدائم ثم يغسل فيه۔ یعنی ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز کوئی پیشاب نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ پھر اسی میں غسل کرے۔ ۱۲ منہ غفرله و لكاتبه ولوالديهما۔

زیادہ جو باتفاق چاروں مذہبوں میں ناپاک ہے پھر فرمایئے وہ اس قسم کے پانی سے وضو کر کے یا کپڑا دھو کے گیلے کپڑوں سے یا خشک سے تمھارے برابر آ کھڑے ہوئے یا نماز پڑھانے لگے تو اب تمھاری نماز ان کے پیچھے کیونکر ہوگی اور ان کے برابر کھڑے ہونے سے تمھاری نماز میں کس طرح نقصان نہ واقع ہوگا۔ دیکھو دررہیہ کا ترجمہ طریقہ محمدیہ جو نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے اور مولوی نذیر حسین صاحب اور مولوی حفیظ اللہ خان صاحب اور مولوی اسمعیل صاحب کی تقریظ اور اصلی مہروں سے مزین ہے اور جس کی تعریف میں ان لوگوں نے حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے اس کے اول باب کی بجنسہ یہ عبارت ہے۔

”پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا نہیں نکالتی اس کو ان دونوں وصف سے مگر نجاست کہ بدل دے اس کی بو اور رنگ اور مزے کو اور دوسری وصف سے جو نکال دے اس کو نام آب مطلق سے کوئی پاک چیز بدل دینے والی اور نہیں فرق درمیان تھوڑے اور بہت اور زیادہ دو قلی اور کم دو قلی اور بہتے اور ٹھہرے اور مستعمل اور غیر مستعمل کے۔“

اور پھر اس کے بعد کے فصل کی یہ عبارت ہے۔

”نجاست گو اور موت ہے بڑے آدمی کا مطلق مگر لڑکے شیر خوار کا اور لعاب ہے کتے کا اور لینڈ ہے اور خون ہے حیض و نفاس کا اور گوشت ہے سور کا اور جو اس کے سوا ہے اس میں اختلاف ہے اور اصل پاکی ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے جس کی معارض نہ ہو کوئی نقل دوسری برابر اس کے یا مقدم اس پر۔“

اب فرمایئے بموجب اس کتاب کے اگر شیر خوار لڑکا گھڑے بھر پانی میں پیشاب کر دے۔ یا سور پانی پی لے یا چلو بھر پانی میں قطرے دو قطرے حیض کا خون یا بڑے آدمی کا پیشاب یا سور کا گوشت یا خون اتنا جس سے رنگ بو مزہ کچھ نہ بدلے گر جائے تو کسی غیر مقلد کے نزدیک وہ گھڑا بھر پانی یا وہ چلو بھر پانی ناپاک ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ پھر کہیے ان کو اپنی مسجد میں گنجائش دینا۔ یا ان کے کھانے پانی پر

اعتبار پاکی اور طہارت کا رکھنا ان کے کپڑوں کو پاک سمجھنا کیے محمدی حنفی سے کیونکر ممکن سمجھا جائے۔ پھر جواز نماز کا فتویٰ تو ان کے پیچھے مقلدین مذہب اربعہ کے علماء تو درکنار کسی ادنیٰ سمجھدار سے بھی محال معلوم ہوتا ہے۔ قطع نظر ان ساری باتوں کے جو لوگ مصداق ومن یتول غیر سبیل المومنین یعنی ''مومنوں کی راہ کے سوا کسی دوسری راہ کے دوستدار ہیں'' اور بوجہ مخالفت سواد اعظم مستحق جہنم کے کیا آپ ان کو اب تک فاسق بھی نہیں جانتے۔ اجی حضرت وہ تو تمام مقلدوں کو خواہ حنفی ہوں یا شافعی و مالکی ہوں یا حنبلی۔ اور تمام درویشوں کو خواہ نقشبندی ہوں یا قادری سہروردی ہوں یا چشتی مشرک اور بدعتی عموماً کہہ رہے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھ رہے ہیں۔ پھر کیا وہ بموجب حدیث بخاری شریف کے

من قال لاخیہ المسلم یا کافر فقد باءبھا احد ھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ۔

یعنی جس کسی نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو اگر دونوں میں سے کوئی اس کے کہنے کے موافق ہے تب تو وہ کافر ہوگا ورنہ کہنے والے پر ہی کفر لوٹے گا۔ نعوذ باللہ۔

آپ کے نزدیک خود مشرک بدعتی نہیں ہوں گے گو حنفی ان کے کفر میں احتیاطاً تامل کریں۔ پھر فرمایئے کیا آپ کے نزدیک کافر کی اقتداء درست ہے اور کیا فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ نہیں ہوتی؟

محمدی تائب:۔ مولانا یہ آپ کا فرمانا بجا و درست ہے اور بلاشبہ یہ کتاب طریقہ محمدیہ اور قاتل الفجار وغیرہ جن میں ان چاروں مذہبوں کے مقلدین کو مصداق الذین فرقوا دینھم (وہ لوگ جنھوں نے دین کو متفرق کیا) قرار دے کر یہود و نصاریٰ میں داخل کر دیا ہے ان کے نزدیک بڑے معتبر ہیں اور مولوی عبد

اللہ جہاؤ وغیرہ سبھی کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں مگر وقت پر سب کی تصنیفات کے منکر ہو جاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہم کسی کے مقلد نہیں۔ نہ ہم مولوی اسمٰعیل صاحب کے مقلد ہیں نہ مولوی عبداللہ جہاؤ کے نہ مولوی نذیر حسین کے ہم تو فقط قرآن وحدیث کے پیرو ہیں۔ ہم کسی مقلد کو مشرک یا بدعتی نہیں کہتے اور زیادہ دباؤ آپڑے تو یہ بھی کہنے لگتے ہیں کہ جب چاروں امام برحق ہیں تو پھر ان میں سے ایک کی تقلید کیوں کریں بلکہ چاروں ہی کی تقلید لازم ہے اور ہم چاروں ہی کے مقلد ہیں پھر اس کا جواب ان کو کیا دیا جائے اور کس دلیل سے ان کو اگر امام بن جائیں تو ہٹایا جائے اور لوگوں کو ان کی اقتداء سے منع کیا جائے۔

مقلد: بھائی جو شخص کسی کا مقلد نہ ہو اس سے پوچھنا چاہیے کہ تم نے قرآن کو کلام خدا اور حدیثوں کو جو کتب حدیث میں ہیں حدیث رسول اللہ کس ذریعہ سے جانا۔ آیا خود جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے فرما گئے کہ یہ کلام خدا ہے اور یہ حدیثیں جو فلاں کتاب میں ہیں میری ہی ہیں یا عام خاص تمام مسلمانوں کی تقلید سے یا باعتبار تمام دنیا کے مسلمانوں کے بڑی بڑی جماعت کی تقلید سے کہ جس جماعت والوں کا نام بلا احتیاج دلیل بالبداہۃ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی ہے۔ یا مسلمانوں کی چھوٹی جماعت والے فرقوں کی تقلید سے۔ پھر مطلب اور معانی قرآن وحدیث کو کس ذریعہ سے جانا۔ آیا ان مترجموں اور مفسروں اور شارحوں کے ذریعہ سے جو سواد اعظم مسلمانوں کے عالم ہیں یا ان علماء کی شرح اور ترجموں اور کتابوں کے ذریعے انہی سے پڑھ پڑھا کر جو چھوٹی جماعت والے فرقوں نام نہاد اہل اسلام کے جیسے رافضی۔ خارجی۔ وہابی۔ غیر مقلد وغیرہ بدعتی فرقوں کے عالم ہیں۔ صورت اول کا تو بجز معاند کے کوئی مدعی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر بالفرض

کوئی مدعی بن بھی جائے تو اس کا قول کس سمجھدار کے نزدیک قابل سماعت ہو سکتا ہے۔ باقی سب صورتوں میں اس شخص پر جو کہتا ہے کہ میں کسی کا مقلد نہیں تمام مسلمانوں کا یا بڑی جماعت یا چھوٹی جماعت مسلمانوں کا مقلد ہونا لازم آتا ہے۔ علاوہ بریں اگر وہ کہے کہ تمام مسلمانوں کی تقلید سے تو بہ نسبت قرآن تو یہ قول کچھ بن بھی جائے گا۔ مگر حدیث کی کوئی بھی ایسی کتاب نہیں جو تمام نام نہاد مسلمانوں کے مسلم الثبوت ہو۔ لہذا اگر وہ کہے کہ بڑی جماعت کی تقلید سے تو بہ نسبت معانی اور مطلب کے پوچھو کہ وہ بھی بڑی ہی جماعت کے علماء کی شروح اور تفاسیر وغیرہ کے ذریعے سے انہی علماء سے پڑھ پڑھا کر...... تو اس سے پوچھو کہ پھر ان کی مخالفت کی کیا وجہ؟ ان کے نزدیک قرآن اور حدیث پر عمل بلا تقلید کسی ایک مجتہد کے ان چاروں مجتہدوں میں سے ہو ہی نہیں سکتا اور اگر وہ کہے کہ اس چھوٹی جماعت مسلمانوں کی تقلید سے جو غیر مقلد یا محمدی کہلائے جاتے ہیں اور اسی جماعت کے علماء کی تقلید سے۔ تو اسی سے پوچھو کہ پھر جو کچھ قرآن اور حدیث سے انھوں نے مقلدین حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ قادری۔ نقشبندی۔ چشتی۔ سہروردیوں کی نسبت مشرک بدعتی۔ کافر مصداق الذین فرقوا دینھم وغیرہ ہونے کے جو مضامین لکھے ہیں ان سے تمھارا انکار سراسر دروغ بے فروغ اور دعویٰ پیروی قرآن وحدیث باطل ہے یا نہیں۔ پھر بھی اگر گڑ بڑ کرے اور اس مضمون کو نہ سمجھے تو اس سے پوچھو کہ تم نے جو تقلید کو چھوڑا ہے تو بتا دو کہ برا سمجھ کر یا اچھا سمجھ کر یا ترک تقلید کو بہ نسبت تقلید اولیٰ سمجھ کر۔ بہر نہج یہی کہنا پڑے گا کہ برا سمجھ کر یا ترک تقلید کو بہ نسبت تقلید اولیٰ سمجھ کر۔ تو اب اس سے پوچھو کہ جو شخص غیر

اولیٰ کو واجب سمجھے کیا تمھارے نزدیک بدعتی اور فاسق بھی نہ ہوگا۔ اور جو اس بری بات کو جس کی برائی دلیل قطعی سے ثابت ہو واجب سمجھے بالاتفاق وہ تو کافر ہوتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تمام مقلد ملتزم تقلید پر اور غیر ملتزم پر باتباع سواد اعظم بلا ضرورت شاقہ تمام اجتہادی مسائل میں کہ جو قریب تین چار سو مسئلوں کے ہیں تقلید امام معین واجب ہی سمجھتے ہیں۔ اب اس سے پوچھو کہ تم میں اور تمھارے علماء میں کیا فرق رہا۔ وہ کھلم کھلا ہم کو کافر۔ مشرک۔ بدعتی کہتے ہیں۔ تم در پردہ کہتے ہو۔ پھر ہم تم کو بموجب حدیث صحیح من قال لا خیہ المسلم مذکورہ جواب شانز دہم بدعتی اور فاسق بھی نہ سمجھیں، اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنے اور امام بنانے کی نسبت صاحب کبیری اور نیز تمام فقہاء ایسا تحریر فرماتے ہیں

انھم لو قدموا فاسقا یا ثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامر دینہ و تساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوۃ و فعل ما ینافیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز الصلوۃ خلفہ اصلاً عند مالک رحمہ اللہ و فی روایۃ عند احمد۔

یعنی اگر مسلمانوں نے کسی فاسق کو امام بنا دیا تو وہ سب گنہگار ہوں گے اس واسطے کہ فاسق کا امام بنانا مکروہ تحریمہ ہے بوجہ اس کی بے پرواہی کے امور دین میں اور سستی کے لوازمات نماز میں بلکہ اس کے فسق کے اعتبار سے غالب یہ ہے کہ ایسا کام بھی نماز میں کر بیٹھے جس سے نماز باطل ہو جائے اس واسطے امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک تو فاسق کے پیچھے بالکل ہی نماز نہیں ہوتی۔ جب فاسق کے پیچھے مجرد احتمال غالب